

ماہنامہ راج

2014

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

RSPK.PAKSOCIETY.COM

ONLINE LIBRARY

FOR PAKISTAN



PAKSOCIETY



PAKSOCIETY

مدیر اعلیٰ  
خدا رحمت

نقش اول 149

جواہر 154

لاہل 157

گوش 201

معاوضہ 212

سبغیر 227

قسمت آغا 236

بڑا شہنشاہ 240

نقش اول 149

جواہر 154

لاہل 157

گوش 201

معاوضہ 212

سبغیر 227

قسمت آغا 236

بڑا شہنشاہ 240

75500

نقش اول 149

جواہر 154

لاہل 157

گوش 201

معاوضہ 212

سبغیر 227

قسمت آغا 236

بڑا شہنشاہ 240

نقش اول 149

جواہر 154

لاہل 157

گوش 201

معاوضہ 212

سبغیر 227

قسمت آغا 236

بڑا شہنشاہ 240

75500





پیش کشی کے بارے میں روشنی ڈالنے کی خاطر اس وقت کے مسلمانوں نے جو کچھ ان کے سامنے تھا اسے پیش کر دیا۔ اس وقت کے مسلمانوں نے جو کچھ ان کے سامنے تھا اسے پیش کر دیا۔ اس وقت کے مسلمانوں نے جو کچھ ان کے سامنے تھا اسے پیش کر دیا۔









بہت جلد مراد اور انجی تحسین خانہ کی طور پر سہولت کر رہا ہے، اس کی نہر ان فلاحی شعبہ۔

[illegible][illegible][illegible][illegible][illegible]

اسلام آباد سے دار یہ عثمان کے خدشات "اکثر بر کا اور" مولیٰ: ان کا کہہ سکتا تھا ان کے سر پر ایک رنگ و رنگ کے ساتھ نظر اور ہوا میں رہا تھا۔

جامعہ اہل سنت - مجلہ ۱۱ - نومبر ۲۰۱۴ء

دروغ کی بھائی دارکنی اور اجنت میں بھیجا کہ تیرا دشمنی کی ہیں اگر کوئی اول میں ایک ہفتہ کا روزہ اور ۱۱۱۱ بیہ خیال قرآن یا کتابہ پڑھ کر دے اور شرم  
شان و امام آباد سے شقیں لیں اول میں لکھنا آخر کار اگر کوئی نہیں تم آپ کو کتابہ ہے کہ جااست سے ۱۱۱۱ اور ۱۱۱۱ کا اسٹریٹ کیا ہے، بیٹے جانے  
جائے دیتے ہیں لکھ کر ہزار اول۔ سچے ہیں اور اجنت ہارے اور اول میں سے نہیں ہیں۔ گھر گھر کو لکھ کر دے اور ۱۱۱۱ اور ۱۱۱۱ کا اسٹریٹ کیا ہے، بیٹے جانے  
کرت نظر آئے کہ ان کی کھانی کو کھانے دے اور ۱۱۱۱ اور ۱۱۱۱ کا اسٹریٹ کیا ہے، بیٹے جانے کرت نظر آئے کہ ان کی کھانی کو کھانے دے اور ۱۱۱۱ اور ۱۱۱۱ کا اسٹریٹ کیا ہے، بیٹے جانے  
پہنچاؤں کا پتہ نہ رہا ہے اور ۱۱۱۱ اور ۱۱۱۱ کا اسٹریٹ کیا ہے، بیٹے جانے پہنچاؤں کا پتہ نہ رہا ہے اور ۱۱۱۱ اور ۱۱۱۱ کا اسٹریٹ کیا ہے، بیٹے جانے  
مردوں کی کھانا دے اور ۱۱۱۱ اور ۱۱۱۱ کا اسٹریٹ کیا ہے، بیٹے جانے مردوں کی کھانا دے اور ۱۱۱۱ اور ۱۱۱۱ کا اسٹریٹ کیا ہے، بیٹے جانے  
تہذیب و تمدن کے لیے اور ۱۱۱۱ اور ۱۱۱۱ کا اسٹریٹ کیا ہے، بیٹے جانے تہذیب و تمدن کے لیے اور ۱۱۱۱ اور ۱۱۱۱ کا اسٹریٹ کیا ہے، بیٹے جانے

[illegible][illegible]

۱۳ انا قارئی نے میرے رشتہ میں بہت بڑے شرعی مسائل کے حل کیے۔

مقاموں اور اعداد و شمار کی معائنہ مجموعہ معائنہ کی جہاز، کے تصور اور صحیح رویہ، آسانی، ذاتی طور پر پاکستان، انٹرنیٹ، ذریعہ، ڈیٹا، اگر ایسی۔۔۔ شہزادان، کرنا۔۔۔ اور ان غیر کی زندگی، اور۔۔۔



## جزوی گمشدگی اقبال

انسانی زندگی کا ہر دور مختلف رویوں کی نشاندہی کرتا ہے... بچپن میں مصروفیت... جوانی میں الہیزم اور بڑھاپا و اعطی نصیحت میں گزار کر انسان اپنے ہی اعمال اور روتوں پر خود احتسابی کی نظر ڈالتا ہے... تو اسی اندازہ پر پتا ہے کہ تمام عمر خفیہ ارادوں اور کاوتاموں میں گزر گئی... ابھی دور میں، جہاں مطلقیت، مصلحت میں بدل حالہ... رویوں میں انسانیت کم، حیوانیت کا عنصر غالب آجاتے... وہاں انسان مٹی کی کھلونوں اور تالوں کے کچے گھروں کی طرح توڑ پھوڑ کا شکار ہو جاتا ہے... سود و زبان کی کشمکش اور زندگی کی حرارت سے بھرپور نوجوان کی داستان حیات... اُس کے روز و شب سکون و سکوت اور عظمیٰ و محبت کی چاشنی میں گزر رہے ہیں... گا لچاٹک ہے اس کی مٹی حیاں... جوانی کی شوخیزیاں... خزاں و سیدہ پتوں کی طرح مرجھا کر پتھر گئی... اس کی سیرانی یادیں فین کے نیس خانوں میں اس طرح پر شیعہ ہو گئی کہ وہ اپنی شناخت... اپنا ماحول اور محبت کو بھی بھلا گیا...

مصرف قیہں پتوں میں ملیں وہ سائل کی زمین پر ہے جس، حرکت پڑا ہوا تھا۔ اسے ایک بارہ سائل لڑکے نے دیکھا جو سائل پر سچا ہوا، کھو گئے جو نہ پھر رہا تھا۔ وہ سائل پر پڑے ہوئے فیس کو دیکھ کر چلا گیا اور کچھ جھرا بھی گیا۔ اس نے گاؤں کی طرف رخ کر کے پتھر شروں کر دیا۔

گاؤں کے لوگوں نے اس کی بچاؤ کی تو کئی افراد وہ سے بچے آئے۔ لڑکا سائل پر پڑے ہوئے فیس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بچے چارہ تھا۔

گاؤں کے لوگ بھی اس سے حس و حرکت فیس کو دیکھ کر چلے اور ان کی طرف بچہ... وہ عمارت پر اڑا ہوا تھا۔ اس کے سر کے پچھلے حصے سے بچتے ہوئے خون نے اس کے قریب کی ریت بھی سر کر دی تھی۔

وہ تو ہوا اس نے اس فیس کو سیرھا کیا۔ اس کی عمر پچیس تیس سال کے لگ بھگ ہو چکی تھی۔ وہ اپنے فیس اٹکا لاک تھا۔ اس کے چہرے پر زردی کھڑی ہوئی تھی جس کا سبب یہی ہو سکتا تھا کہ اس کے سر سے خون نہ بارہ قدر میں بہہ گیا ہوگا۔ اس کی ماس آکڑی آکڑی سی تھی

حاصلی ڈائجسٹ - (14) - نومبر 2014ء

حاصلی ڈائجسٹ - (15) - نومبر 2014ء

**f PAKSOCIETY**



غلام ویدائی تھی۔  
 ماروی نے تیرا اکا جواب نہیں سنا۔ وہ ایک جھپٹے سے  
 اٹھ کر تیری طرف اندرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی تھی۔  
 اسے تیرا شہر پر غرت تھی اور اس غرت کا جواز بھی تھا۔  
 وہ غرتس کرتی تھی کہ تیرا جب بھی اس کی طرف دیکھا تھا۔  
 اس کی آنکھوں میں ہوس کی چنگاریاں جلتی دکھائی دیتی تھیں۔  
 دروازے سے دوسری طرف نکل کر وہ دھن دھن دھن  
 سے چپک کر کھڑی ہو گئی۔ وہ جانتا چاہتی تھی کہ تیرا اس وقت  
 کیوں آیا تھا۔ اس نے سکیم صاحب اور جیرا کا ہاتھ پکڑا۔  
 انہی نو جوان کی خبر داری سے غشت اجڑا دی گئی تھی۔  
 تیک بھی پکڑی گئی تھی۔ اس خبر کے حوالے سے غشت اجڑا دی  
 غشتس ہو گیا تھا۔ اسی نے تیرا۔۔۔ کو اس خبر کی نصیحت  
 جاننے کے لیے بھیجا تھا۔  
 جو "غشتا" غشت اجڑا دیکھ کر تھک چکی تھی۔ ان  
 میں سکیم صاحب اتنا ہی اضافہ کر سکے کہ ابھی اس ابھی  
 نو جوان کو ہوش نہیں آیا ہے۔ جو ایک خوش فہم بات ہے۔  
 اگر اسے مزید آدھے گھنٹے تک دوش نہ آتا تو انہیں کسی کو شہر بھیج  
 کر ایک دراستہ خانہ پرست کی جوان کے پاس ختم ہو جاتی گی۔  
 تیرا وہاں چلا گیا تو ماروی پھر اس کے روتے میں داخل  
 ہوئی۔ سکیم صاحب نے اس سے پوچھا کہ وہاں اس طرح  
 اچانک کیوں چلی گئی تھی۔ وہ ایک سرد گرم چٹپٹا لکھن تھی۔  
 انہیں خوب اندازہ ہو گا کہ ماروی اس طرح کیوں چلی گئی  
 تھی۔  
 جیرا کو غشت کرتے کے بعد نہ پورے دروازہ بند کر کے  
 واپس اپنی بات کی چوکی پر آ بیٹھا تھا۔  
 "اوو" وہاں سکیم صاحب ابھی نو جوان کی طرف  
 لپکے۔ "اسے ہوش آ رہا ہے۔"  
 اور اندر دھن دھن ماروی کی نظر میں ابھی نو جوان کی  
 طرف تھیں جس نے ایک دھکی دھکی کر اس کے ساتھ گروت لینے  
 کی کوشش کی تھی لیکن شاید گروت کی وجہ سے وہ اپنی اس  
 کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔  
 سکیم صاحب ابھی نو جوان کی غشت دیکھتے تھے۔  
 ماروی نے ان کے چہرے پر اطمینان کا تاثر ابھرتے  
 دیکھا۔  
 "ہوش آ گیا ہے اسے۔" سکیم صاحب کسی کی طرف  
 دیکھے بغیر بولے۔ "اب بس یہ سہرا ہے۔ دراصل غشت  
 بہت زیادہ ہو گی۔ تیرا اس کی غشت ہو تو اور کر دی جائے  
 گی۔ فی الحال اسے سونے دیا جائے تو بھر بہت۔" مگر وہ

باپ کی پریشانی دیکھ کر ماروی کا ذہن الجھا۔ لیکن  
 کیا؟ اس نے پوچھا۔  
 "بھئی" سکیم صاحب نے فورے اس کی طرف  
 دیکھتے ہوئے تاکید کی۔ "یہ بات گاؤں کے کسی فرد کے  
 سامنے بھی تہذیبی زبان پر نہ کہے۔"  
 ماروی کا ذہن اور زیادہ الجھ گیا۔ وہ باپ کی طرف  
 فورے سے پھرتی رہی۔  
 سکیم صاحب دھمکے لکھے میں بولے۔ "نہ جانے  
 تیرا میرے دماغ میں خیال آیا ہے کہ تم سے یہ بات نہ  
 چھپاؤں۔"  
 ان قسمیدی تھوں سے ماروی کے غشتس میں اضافہ  
 ہو رہا تھا۔ مگر ایک استہول کا جیسے اس کے قریب ہی  
 کتے کوئی دم کا ہوا ہو۔  
 "اس کو جان کوئی کرنے کی کوشش کی کی تھی۔" سکیم  
 صاحب نے کہا تھا۔  
 ماروی کا سارا جسم سستہ سستہ کا اور اسے اس مٹی کے  
 نئی بول یاد آئے۔  
 "ال جیٹا" سکیم صاحب کچھ توقف سے بولے۔  
 "زخمی کی لوبست ابھی نہیں تھی کہ میں اسے اتلائی پوت سمجھ  
 لوں۔ اس کے سر پر بہت گہرا زخم لگا گیا ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں  
 ہوں۔ یہ زخم کیسے نکلا گیا۔" تیرا وہی بات دماغ میں آئی  
 ہے کہ کتے اندر دھن دھن ماروی کو پکڑی جا رہا ہے۔  
 "مگر تو اس کی اطلاع پولیس کو دینی چاہیے۔"  
 ماروی کا جسم ابھی سستہ رہا تھا۔  
 سکیم صاحب نے ایک طویل سانس لی اور ایک  
 جھپٹا پھرا کہا۔ "میری خوش قسمتی ہے کہ وہاں سے یہاں  
 چلنے چوکی نہیں رہے گاؤں کا کوئی بھی شخص اطلاع پہنچا چکا  
 ہوگا۔"  
 وہ ان قلمی دہشت گردی کی ایک واردات میں نہیں  
 چوکی تھا۔ وہ تو کسی گاؤں کی اور باقی ہلاک ہو گئے  
 تھے۔ ہلاک ہوئے وہاں میں ان کا چارٹن آئے وہیں آئی  
 تھی تھا۔ یہ قلمی انتقام کی فطرت دیکھنے والی تھی یا شاید  
 چوکی اور وجہ ہو کر تھی پولیس چوکی ابھی تک قائم نہیں ہوئی  
 تھی۔  
 "ہاں وہاں تو گھر رکھے۔" ماروی بولی۔ "لیکن۔۔۔"  
 "نیک۔ ان میں تھی چوکی قائم ہو جائے گی۔"  
 "اس سے پہلے میں وہ کرلوں گا جو چاہتا ہوں۔ میں  
 تو جی جاؤں گا۔ دماغ سامنے سے طوں گا۔ اسے اس پر

جزو ہوں کہ مشد کس

آواز کرلوں گا کہ پولیس کو کرنا کچھ مفوم بھی ہو تو وہ لوگ اس  
 میں دھت۔ انہیں کچھ نہیں ہے۔ انہیں کو کم از کم اس وقت  
 تک اپنے گھر میں رکھتے رہا ہوں جب تک یہ چوکی طرح  
 تندرست نہ ہو جائے۔ میں دھاوا دہاں کرنا لوں گا تو  
 پولیس کی چال نہیں کہ تیرے گھر میں قدم بھی نہ رکھے۔"  
 یہ ماروی بھی جانتی تھی کہ اگر دہشت اجڑا دی نہیں  
 جگہ بھی دہشت کے ذریعوں کی اتنی دھماکہ تھی کہ پولیس  
 چوکیوں کے سروں کو بھی سب سے پہلے انہی کو سلام کرنے  
 کے لیے ان کی اوجھ میں مارتا پڑتا تھا۔  
 "مگر آپ اسے اپنے گھر میں کیوں رکھنا چاہتے ہیں  
 ایسا سنا گیا۔" ماروی باپ کی طرف دیکھتے ہوئے بات کی  
 چوکی پر چوکی مگر دھت چوکی۔ اسے کچھ یاد تھا۔ وہ بلدی  
 سے بولی۔ "ابھی آپ نے کہا تھا۔ یہ آپ کی خوش قسمتی ہے  
 کہ وہاں سے پولیس چوکی یہاں نہیں۔ اس میں خوش قسمتی  
 کیوں؟"  
 "خوش قسمتی اس لیے کہ مگر یہ نو جوان پولیس کے قبضے  
 میں چلا جاتا۔"  
 ماروی نے بلدی بلدی دیکھیں بچا کہیں۔ "اور آپ  
 اسے اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں۔"  
 "ہاں۔"  
 "مگر کیوں ایسا کریں؟"  
 "اس سے مجھے انیت ہو گئی ہے۔" سکیم صاحب  
 نے غصہ ی سانس لی۔  
 ماروی نے حیرت سے کہا۔ "اتنی بلدی انیت ہو گئی  
 آپ کو اس سے؟"  
 سکیم صاحب نے محبت آمیز نظروں سے نو جوان کی  
 طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس نے مجھے نیل کی یاد دلا دی  
 ہے۔ یہ بالکل نیل جیسا ہے۔"  
 "نیل کون؟"  
 سکیم صاحب نے پھر ایک غصہ ی سانس لی۔ "جب  
 ہم لوگ یہاں آئے تھے تو میرے ایک بچا دھلی ہی میں رہ  
 گئے تھے۔ نیل ان کا بچہ تھا۔ گویا میرا بچہ تھا انہیں سال  
 پہلے وہ تھی تھا کسی طرح پاکستان آ گیا تھا۔ ہم اس وقت پیدا  
 ہوئی تھیں ہوئی تھیں۔ اس نے کراچی میں سکونت اختیار کی  
 تھی۔ مجھ سے ملنے کی بھی یہاں آ کر تھا۔ شاید اس کی  
 موت غی نے اسے دھلی سے کراچی کی طرف دھکیل دیا تھا۔  
 یہ مجھے اب تک سے یاد نہیں کہ اسے پاکستان کے شہری  
 حقوق کیسے مل گئے تھے۔ کراچی میں اس کا ایک سال ہی

گزشتہ قسط کے وہاں بہت زیادہ دوست بن گئے ہوئے، بہت خوش و خرم تھی۔ بہت سے لوگ مارے گئے اور بیٹوں کا بھی لہجہ چلا کر انہیں فریادیں کھا گئی یا آسمان انہی کا غائب ہو جانے والوں میں کھیل گئی تھا۔

ماروی کھڑے کھڑے سے انداز میں باپ کی طرف دیکھتی رہی۔

تیم صاحب نے فوجیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "اس کے دشمنوں کو مارنا پشیمانی جیسے ہیں۔"

"بھلا! ماروی سوچے ہوئے ہوئی۔" وہ آپ کے پیچھے جیسے توجہ دہانہ اور کے دھتے سے میرے پیچھے توجہ دہانہ ہوئے۔

"ہاں۔"

ماروی نے اسی طرح سر ہلایا جیسے اب تیم صاحب کے جذبات اس کی نگاہ میں آگئے ہوں۔

تیم صاحب نے اس سے کھانے کے بارے میں پوچھا۔

ماروی نے جواب دیا: "میں نے آپ کو بتایا تھا۔ سب تیار ہے۔ کیا کھاؤں؟"

"میں تو ابھی اس کے جاننے کا انتظار کر رہا ہوں۔ میں نے اس لیے پوچھا تھا کہ تمہیں اگر بھوک لگ رہی ہو تو کھاؤ۔"

"بھوک تو ابھی کچھ زیادہ نہیں ہے اباسامیں، لیکن ایک توجہ کیجئے۔ آپ اس وقت کھانا کھا لیتے ہیں۔"

"آج ذرا دیر سے کھانا کھاؤں گا۔ شاید ایک آدھ گھنٹے میں جاگ جائے۔ اور سے ہاں، اچھا یاد آیا۔ تم اس کے لیے ایک مرنے کی سختی بناؤ۔"

"اچھا اباسامیں! ماروی عداوت مند بننے کی طرف کھڑی ہو گئی۔ پھر اس نے پوچھا: "مرنے کی حالت کرنے کے لیے کورا کولہاؤں۔ باہر پہنچے ہوئے ہوں گے۔ کئی سے کلو اداں کی۔"

"ہاں، اسی کو بلواؤ۔ میں ملال کرو چاہتا ہوں اس کے پاس سے بنائیں چاہتے۔" تیم صاحب نے فوجیان کی طرف اشارہ کیا۔

ماروی کو سرخس مل گیا تھا کہ کورا پر اپنا منہ اور اتارے۔ اس نے شہر سے کورا سے نکل پھوٹے تھے، جو وہ اب تک لایا نہیں۔ اس نے کورا کو بلوا کر اس سے مرنے کی حالت کرادی اور پھر اسے اس وقت میں روکے کہ کھادیں مرنے کا گوشت دھو رہی تھی۔ گوشت دھوئے ہوئے وہ اندھی

زبان میں مارو پر کڑی رہی۔

کورا مجھوں کا واحد لڑکا تھا جسے اردو بولتا تھا۔ آتی تھی۔

وہ شاید اندرون سندھ کا واحد گاؤں تھا جہاں مقامی اور ہندوستان سے آکر بسنے والوں کی تعداد اس میں نہیں کا فرق تھا۔ اسی لیے جن کی مادری زبان اردو تھی، وہ ابھی انہی سندھی بول لیتے تھے جو مقامی لوگ اردو آجیز ہوئی تھی اور جن کی مادری زبان سندھی تھی، وہ سندھی آجیز اور بول لیتے تھے لیکن ان کی شکل کے لڑکیاں، سبکی دونوں زبانیں بہت اچھی طرح بول اور سمجھ لیتے تھے۔ ماروی کی سبکی میں کئی کئی آکا تھا کہ کورا کو کورا دونوں زبان کول نہیں سکتی تھی۔

ماروی نے اپنے دل کی جڑیں خوب نکالی۔

تیم صاحب کے حاشی حالات اس گاؤں میں سب سے اچھے ملے بہت اچھے تھے۔ ان کی حکمت کی کامیابی کا یہ عالم تھا کہ اس پاس کے دیہات سے بھی لوگ انہی سے ملاج کر دینے آیا کرتے تھے۔ ملاج سالیہ کے علاوہ تیم صاحب کو اپنے مرحوم والد سے ایک خاص قسم کے تہنوں اور خیریت کے ایسے سنے ملے تھے کہ اس تہنوں اور خیریت کے ایک ایک ان کے والد کے زمانے میں بھی بہت ہی جو پوری نہیں ہو پاتی تھی۔

خیریت اور تہنوں کی تیار کی جس کمرے میں پڑتی تھی، اسی کا نام تیم صاحب کے باپ نے "کارخانہ حکمت" رکھا تھا اور وہی نام اب تک چلا آ رہا تھا۔ خیریت اور تہنوں کی پانچک کے علاوہ اپنی عداوت کے لیے بھی انہوں نے نذر کر لازم رکھا تھا جو اس وقت تک اچھا خاصا عطاری بن چکا تھا۔

کورا کو تیم صاحب کا زمانہ حکمت بند رکھتے تھے اور اس دن تو ادا رہی تھا۔ چھٹی کا وہ دن ایسا تھا جب تیم صاحب صرف اسی مریض کو دیکھتے تھے جس کی حالت زیادہ خراب ہو۔

یہ اتفاق تھا کہ چھٹی کے اس دن ان کے پاس ایک ایسا مریض آیا جس کی حالت نگینیں حد تک خراب تھی۔

"سفر شری۔" ماروی بلی کی سکرابٹ کے ساتھ بڑبڑاتی، کارخانہ حکمت کی طرف بڑھی۔ اس نے کورا کو رخصت کر کے پانی چوٹے پر چڑھا دی تھی۔

تیم صاحب اس وقت بھی نیالائے میں ڈالے۔ انہی نے ان کے چہرے پر نظر میں جمائے انہی کی کمرے پر بیٹھے ہوئے تھے۔

"نئی چڑھا دی ہے اباسامیں! ماروی کتنی ادنیٰ مگر سب سے دھل ہوئی۔"

"اچھا بھلا! تیم صاحب نے کہا اور دھلا چوٹے۔"

ان کے چہرے کا جب ماروی سے رشید ہو گیا، وہ اس نے نگین دیکھا تھا کہ انہی فوجیان نے انہیں کھول دی تھی۔ وہ بالکل بچکا ہوا اور ہر طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظر تیم صاحب کے علاوہ ماروی پر بھی پڑ گئی تھی۔

"تم جاگ، گئے پھانسا! تیم صاحب نے بڑی ڈانٹ سے کہا۔"

ماروی جنگ کے قریب پہنچ کر کھڑی ہو گئی اور اس کی نگینوں میں فوجیان کے چہرے پر جم گئی۔ فوجیان نے تیم صاحب کی بات کے جواب میں شاید کچھ کھانا پکا کر رکھا تھا۔ اس کے ہونٹ کھلے ضرور تھے لیکن پھر انہی کے چہرے پر کچھ ایسا ناٹا ابرو آیا تھا جسے وہ اس شہر دیکھیں کا شکار ہو۔ کچھ ایک دوسری سے اٹھا تو اس کے منہ سے کراہاں نکلی۔ اس کا ایک ہاتھ سر کے اس منہ پر پڑ گیا جہاں وہ قہر تھا۔

تیم صاحب نے جلدی سے اٹھ کر فوجیان کو سہارا دیا اور اسے پانچ لگاتے ہوئے ہوئے۔ انہیں اتنے تھکے سے نہیں اٹھنا چاہیے تھا۔ اس طرح سر میں تکلیف وہ دھتے توجہ دی۔ قہر سے کورا کو کھانا کھانا ہے۔"

فوجیان نے آگے بڑھ کر کہا: "اب وہ اتنی لمبی سانسیں لے رہا تھا جسے تک نہیں لیا۔"

"بچہ رہتا۔" تیم صاحب نے اس کا شانہ جھک کر کورا اور ماروی سے ایک نظر اٹھا کر اس میں بھرا ہوا دھڑکی ایک دھڑکی میں اٹھ پڑے ہوئے ماروی سے بولے: "جلدی سے ایک چوٹ لے آؤ۔"

ماروی اور کورا بچے لے آئی۔

تیم صاحب نے آگے بڑھ کر کہا: "فوجیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ: آؤ آؤ آؤ۔" تیم صاحب نے کورا کو دیکھا کہ اس کے لیے کچھ دیا جائے۔ میں تیم میں اس لیے یہ بات ابھی مرنے تک کہ اس میں نہیں یہ مرنے کا نام ہاں میں سے تم جانتے ہو گی پانچ۔"

تیم صاحب اسے وجہ سے مرنے لگے۔ وہ اٹھ کر بڑھ کر چلا۔

"یہ مرنے والے دار ہیں۔" تیم صاحب بولے۔

اس وقت فوجیان نے دوبارہ آگے بڑھ کر کہا: "اب اس وقت تو جہاں سے دوبارہ آگے بڑھ کر کہیں۔"

جزوی کمنٹس

آگے میں جو چڑھا، وہ ماروی میں کتنی بھاری تھی کہ بیکار تیم صاحب نے کھوس کر لیا کہ فوجیان کی آنکھوں سے ایک دھت جھانکے کی تھی۔ اس کے چہرے پر جو ناٹات گہرے ہوئے جا رہے تھے۔ انہیں بھی ماروی کی مٹی نہیں چڑھتی۔

مرنے پانے کے بعد تیم صاحب نے پانی ایک طرف رکھ دیا۔ پھر انہوں نے فوجیان سے پوچھا: "تم سندھ میں کیسے کر گئے تھے؟"

فوجیان کے ہونٹ پھر پھر پھڑپھڑاتے۔ ماروی کے اصاب اس وقت تازہ کا شکار ہو گئے تھے۔ وہ خراک میں جاسوسی ماروی کی فضا میں کھوس کر لے گئی تھی اور اس کے دماغ میں یہ خیال کر رہی تھی کہ کورا کو فوجیان اب جو کچھ بھی بتائے گا وہ بڑے سنی پھر آگے آئے ہوں گے۔

"تم نے بتایا نہیں ہے؟" تیم صاحب پھر بولے۔

"کچھ نہیں ہے دھکا دے کر نہیں سندھ میں کرایا تھا؟"

"دھکا؟ فوجیان کا انداز بڑھانے جیسا تھا۔"

"سندھ۔"

ماروی نے ایک طرف مٹا مٹا کر کہا: "ایک لمحہ پہلے اسے خیال آیا تھا کہ یہ فوجیان کتنے گریبان ہو۔"

"ہاں۔" تیم صاحب نے اس سے کہا: "میریوں نے جسوں معاملہ پر لاپرواہ تھا۔"

"میں کہاں ہوں؟ فوجیان کی نظر میں تیم صاحب کے چہرے پر نہیں۔"

"تم معاملہ کے قریب ایک گاؤں میں ہو۔ یہ میرا گھر ہے۔ میں تیم ہوں۔ میں نے ہی تمہاری دیکھ بھال کی ہے۔"

فوجیان کچھ سوچنے لگا۔ اس کے چہرے پر انہیں کے ڈانٹات گہرے ہوئے جا رہے تھے۔ اس نے پوچھا: "میں یہاں کیسے آیا؟"

"میں گاؤں کے لوگ معاملہ سے اٹھا کر لائے تھے۔"

"مائل سے؟" فوجیان نے دہرایا اور پھر ماروی کی طرف دیکھنے لگا۔

"یہ میری نگاہ ماروی ہے۔" تیم صاحب نے اسے بتایا۔

"جی ہے۔" فوجیان نے پاگوں کی طرف دہرایا۔

"یہ میری ہے۔" ماروی نے اس سے کہا: "میں کون ہوں؟"

فوجیان سوال نے ماروی اور تیم صاحب دونوں کی کو



جزوی کیمسٹری

یادداشت کیا صرف ملاج سے واپس آئے کی؟  
 نادوں میں مادی نے پڑھا تھا کہ اس قسم کے  
 مریضوں کو جو جیسے دھیرے دھیرے کی باتیں کرتے ہیں یا  
 انکی چیزیں دکھائی جائیں جو حقیقت میں اس کی شخصیت سے  
 بہت قریب رہی ہوں تو اس کو سوشل پر ایک ایک اس کی  
 یادداشت واپس آجاتی ہے مگر اس کو جو ان کے مسئلے میں بہ  
 سب کچھ گرا ٹھکنے کی باتیں تھا۔ اس کے باقی سے باخبر کوئی  
 نہیں وہاں جس کو جو یہ سب کچھ کر سکا۔ اگر اس کی تصویر شہر  
 کے کسی اخبار میں چھپا دی جاتی تو اس کا کوئی ہاتھ نہ اٹھتا  
 سکتا تھا لیکن انکی کوئی تدبیر اس کو جو ان کے لیے خطرناک  
 ثابت ہوئی۔ تصویر ان لوگوں کی نظر میں بھی آگئی تھی  
 جنہوں نے اسے قتل کر دیا تھا۔ تصویر دیکھ کر وہ لوگ اس  
 گاڑی کی طرف دوڑ پڑے اور وہ بار بار اس کو جو ان کی زندگی  
 ختم کرنے کے لیے کوئی اقدام کر رہے تھے۔  
 مادی وہاں محسوس کرنے لگی جیسے وہ کسی باسری ڈول  
 کا گردن دہن لگی ہو جس کا ساتھ ایک ایسے نوجوان سے پڑھا  
 جس کی یادداشت پٹی لگی تھی۔

تھوڑی دیر بعد تھیم صاحب واپس آگئے۔ انہوں  
 نے بتایا کہ مریض لاپتہ ہوئی طبیعت اب کافی تسخیر ہو گئی تھی  
 اور ان کے دل تک اسے باقی تھوڑی دیر رہنا چاہیے تھا۔  
 دھیمی کی خبر اسے مل چکی تھی اور اس نے تھیم صاحب سے  
 اس کے بارے میں تھوڑی بات کر ڈالی۔  
 "اب میں بھی لاپتہ ہو کر دیکھ آؤں؟" مادی نے  
 باپ سے اجازت مان لی۔  
 "اس میں آؤ اس سے۔ وہ بھی جیسے لاپتہ ہو رہی تھی۔  
 بہت چاہتی ہے وہ تمہیں، اور تم ہو کر آؤ اس سے دیکھنے بھی نہیں  
 سکتے۔"

"کیسے جاتی ابا سامی اے، حالہ جو ہو گیا تھا۔"  
 "خیر، جاؤ۔ بس ذرا جلدی آجائے۔ انکی جگہ خالی  
 جگہ پڑ جائے۔"

مادی کو یکایک کچھ یاد آیا اور وہ بولی۔ "آپ نے  
 کہا تھا ابا سامی، کہ یہ بڑوں والوں کو نہ بتایا جائے کہ اس  
 شہر کو کسی نے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ تو کیا یہ بھی کسی کو  
 نہیں بتانا کہ اس کی یادداشت ختم ہو گئی ہے؟"  
 "ابھی تو جرم نے پوچھا۔ انا بتا دیا یہ بات بھی کسی  
 کو بتانے کی ضرورت کیا ہے۔ عذرا دیکھنا یہ بھڑے۔ یہ  
 دونوں باتیں میں بہت دور ہیں تو کسی نہیں بتاؤں گا۔ بس اتنا  
 کہوں گا اس سے کہ اس کے قتل ونگار کیسے ہو گیا کی طرح

بیانی کیفیت نہیں رہے گی۔"

"تو کیا اسے سب کچھ یاد نہیں آئے گا؟"  
 "ابھی نہیں سے کیونکہ کہا جا سکتا۔ میں ملاج تو  
 کروں گا۔ کوشش کروں گا کہ اس کی یادداشت واپس  
 آجائے۔"

"سب کچھ کی یادداشت چلی جاتی ہے تو اسے اپنی  
 زبان یاد دلاتی ہے۔ تو کسی پچاسیت کے بغیر مل رہا تھا۔"  
 تھیم صاحب دونوں بات سننے پر ہلکے سے نوجوان  
 کی طرف دیکھ رہے تھے اور مادی سے باتیں بھی کر  
 رہے تھے۔ انہوں نے کہا۔ "اس قسم کا کوئی مریض پہلے بھی  
 میرے تجربے میں تو کیا مشاہدہ میں بھی نہیں آیا۔ اس قسم  
 کے مریض کے بارے میں میری معلومات کتابوں کی مد  
 د سے ہیں۔ اور وہ بھی کمزور یاد ہیں۔ شاید ایسے مریض کو اپنی  
 زبان اور کچھ اور ایک دوسری چیزوں کا بھی ہوتا ہے لیکن میں  
 نے ایک ایسے مریض کے بارے میں بھی پڑھا ہے جو بھی  
 پتہ چل گیا تھا۔ اس کی حالت کی تو یاد دیکھنے کی سی ہو گئی  
 تھی۔ اس نے پچاسی کی طرف سے سسر سے سے زبان سنی  
 اور اپنی دوسری زندگی کا آغاز کیا۔ اپنی پہلی زندگی اسے بھی  
 یاد نہیں آگئی تھی۔"

"اور ابا سامی..."

"ایک تھیم صاحب نے اسے غور کر دیکھا اور اس کی  
 بات کو سننے کو کہا۔ "تم بہت فزادہ تھیں مادی جادری  
 اور اپنا آپ تمہارے کا کوئی اور خاصا وقت نہ دیکھا۔ اب  
 نہ تو کائنات چاہیے۔ کھانے کے بعد اس کے لیے نہ کچھ بھی  
 کچھ نہ پکاؤ۔"

"یہ بات تو جانے ابا سامی، انکوئی خواہاںی اور  
 تہہ تک جانے کی۔"

"بولو فیک ہے۔" تھیم صاحب نے کہا اور واپس  
 اپنے اپنے خیمہ میں کی طرف پڑھنے کے جوائی یادداشت  
 کو پڑھا اور اسے ملنے لگنے کی کوشش کی گئی۔

☆☆☆

کھانے کے بعد تھیم صاحب نے مادی سے  
 کہا۔ "اب جانے کے ذرا لاپتہ ہو کر دیکھ آؤں۔ آج اسے  
 دیکھنے جانی نہیں سکا۔ میری وہی تھیم اس کا خیال رکھتا۔"  
 ان کا اشارہ وہ ان کی طرف تھا۔

ان کے جانے کے بعد مادی نے اپنی اپنی ایک چرکی  
 دیکھنے کے قریب رہی اور اس پر دیکھ کر وہ ان کے چہرے کی  
 دیکھنے دیکھنے ہوئے سوچتی رہی کہ اس "سٹر شری" کی

تھیم اور پچاسی کوئی کافی سرخ والی اور پیالے کی مٹی سے  
 سے گولی ہوئی کہ حالت سخت کی طرف بڑھی۔  
 نوجوان اس وقت تھیم بند کیے لیٹا ہوا تھا لیکن  
 اس کے چہرے کے اشارات ایسے تھے جیسے وہ اپنے  
 کوسوں دور ہو۔ اس نے مادی کی آہستہ سے گرا تھیم  
 کھولیں۔

مادی تھیم تھی۔ جانا چاہتی تھی کہ اس کی ہم  
 موجود کی سرخ و جہان نے اور کیا تھا لیکن وہ اس بارے  
 میں فوری طور پر اپنے باپ سے کوئی سوال نہیں کر سکتی تھی۔  
 تھیم صاحب نے جیسے سے نوجوان کو مٹی پائی۔

جو پڑھتی تھی اسے اس نے ملنے میں گرا دیا۔ وہ اسے  
 لگتا۔ پچاسی لگتا اس کے مٹی میں گرا دیا۔ وہ اسے  
 ہوں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ جو تھیم اپنے  
 باپ سے سب کچھ بھول چکا ہو۔ اس کی پڑھتی کی شدت  
 کا کیا عالم ہوگا۔

"اب تم سوچو کہ تھیم ابھی مٹی نڈا دی جائے  
 گی۔" تھیم صاحب نے مٹی پائے کے بعد کہا۔  
 نوجوان نے فوراً اس کی طرف دیکھا۔ ایک دھنچ  
 کی نظر مادی پر پڑی تھی۔ پچاسی بند کر لیں۔

تھیم صاحب نے کرسی سے اٹھتے وقت حال مادی کو  
 دے دیا اور اسے ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے اندر دلی  
 دروازے کے قریب پہلے۔

"نڈا کر لو اور اس سے۔" اور مادی آواز نہ لے۔  
 "پچاسی کے سرے میں جو خاص خاص چیزیں ہیں۔ وہ یہاں  
 نکلتی کر دوا۔ میں اب رات کو بھی سیکر رہا کروں گا۔" پچاسی  
 انہوں نے نوجوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ  
 جاگ جائے تو میں اسے اپنے کمرے میں منتقل کر دوں گا۔  
 اسے یہاں نہیں رکھنا چاہتا۔ مریض آگیا کہ تو مجھے  
 دشواری ہوگی۔"

"ابا سامی،" مادی بولی۔ "اس کی یادداشت ختم  
 ہو گئی ہے؟"

"ہاں۔" تھیم صاحب نے شکر لگے میں کہا۔ "اور  
 اس کی وجہ وہ باری ضرب ہی ہو سکتی ہے جو اس کے سر پر  
 لگائی گئی ہے۔"  
 "آپ نے کہا تھا کہ جب یہ سو کر اچھے گئے تو اسے  
 سب یاد آجائے گا۔ لیکن ہی کوئی بات بھی نہیں آئی ہے۔"  
 "اس کی ذہنی حالت بدھانے کے لیے کہہ دی گئی۔ وہ  
 یہاں میں جڑا ہو گیا تھا۔ سو لگاؤ اور ام کرنے کے جوہر

پتہ لگایا۔  
 "تم نے کیا سوال کیا ہے؟" تھیم صاحب  
 حیرت سے بولے۔ "تو تم ہی بتاؤ گے کہ تم کون ہو؟"  
 "میں..." نوجوان کا انداز بیانی ہو گیا۔ "میں کون  
 ہوں... مجھے نہیں معلوم، مجھے نہیں معلوم، میں کون ہوں؟"  
 مادی نے اپنے اعصاب پر زنا سا محسوس کیا۔  
 نادوں میں اس نے ایسے گردوار پڑے تھے جن کی  
 یادداشت ختم ہو گئی تھی۔

تھیم صاحب نے کئی کئی حالت میں بیٹے نوجوان کا  
 منہ دیکھے تھے۔

"میں کون ہوں؟" نوجوان نے مٹی پائی اس نے  
 دھشت میں اٹھنے کی۔ کوشش کی۔ تھیم صاحب نے اس  
 کے سینے پر ایک ہاتھ کا پتہ ڈال کر اسے اٹھنے سے روک  
 دیا۔

"لینے دو۔" مادی نے بولے تھے۔  
 نوجوان کا اچھا سے سر پڑ چکا تھا۔

"تو پتا ست۔" تھیم صاحب جلدی سے بولے۔  
 "اس سے تکلیف ہوئی تھیں۔" مادی نے کہا۔ "مگر پتہ لگا ہے۔"  
 "پتہ لگا... کیوں؟" اگرچہ سوال نامک نہیں تھا لیکن  
 مادی کو پتہ محسوس ہوا جیسے نوجوان سے تو اسے پتہ لگا  
 ہوئے ہوں۔

"تم میرا تو چاہا ہے۔" تھیم صاحب نے تڑی سے  
 کہا۔ "بھوت لگنے کی وجہ سے بہت کچھ بھول گئے ہو۔  
 ایک گہرا تیندے کو لے کر جو حالت تکلیف دہ ہے۔"  
 نوجوان اس طرح تھیم صاحب کی طرف دیکھنے لگا  
 جیسے ان کی باتوں کو کھنکھاتی ہو۔

"تم قہامت بھی محسوس کر رہے ہو گے؟" تھیم  
 صاحب نے کہا۔

نوجوان نے مٹی سے اثبات میں سر ہلایا۔  
 تھیم صاحب نے مادی سے مٹی کے بارے میں

پوچھا۔  
 "دیکھتی ہوں۔" وہ جواب دے کر وہاں سے دور  
 گئی۔ اسے اندیشہ ہوا کہ اتنی دیر میں مٹی کا سارا پانی خشک  
 ہو گیا ہو۔ وہ اس وقت نوجوان کے پاس سے ہٹا بھی نہیں  
 چاہتی تھی۔ نوجوان کی کشیدہ یادداشت نے اس کے وجود  
 میں بھی جھٹکا پڑا کر دیا تھا۔

مٹی کا پانی کچھ تو ہو گیا تھا لیکن خشک نہیں ہوا تھا۔  
 مادی نے وہ ایک پیالے میں اتار لی۔ اس میں تھوڑا سا

پادی ہم سے کہو کہ ہوتی ہے۔ میں نے جھپٹا کر دیکھا۔  
 کہہ رہا تھا کہ یہ بات سنا کر اس کے سامنے اپنی زبان سے  
 نہ آئے۔ قیامت آجائے گی اگر وہاں سے اس کی بات نہ آئے۔  
 بات نہ آئی۔ اس کا کون سا حصہ اس کے منہ سے نہ نکلتا ہے۔  
 اسے مرگ ہی ہے۔ تو کہہ دیا۔

عظیم صاحب کو یہ وحاشا تو بڑی شہت سے تھا کہ وہ  
 ایک جوان لڑکی کے باپ تھا۔  
 ماروی کو جو پوچھتے ہوئے تھی۔ "اس کی کوئی بات ہے تو  
 بھی آپ کسی کے گل کے ذکر سے اتنا پریشان کیوں ہو  
 گئے؟"

عظیم صاحب نے اپنی لوجھان کی طرف اشارہ  
 کرتے ہوئے کہا۔ "اسے بھی گل کی طرح کوٹھنٹھ کی گئی  
 تھی۔"

ماروی بولی۔ "تو آپ کا یہ خیال ہے کہ قتل کا وہ اگر  
 اس کے بارے میں تھا؟"

اس نے کہا۔ "ہاں، یہ میرا وہم ہو گیا ہے۔ میں نے یہ  
 بات سنی ہے۔ وہاں میں بھی خیال چکر رہا ہے۔"

اس نے کہا۔ "تو آپ کو اس کا خیال آتا ہے؟"

عظیم صاحب نے کہا۔ "میں نے جھپٹا کر دیکھا۔  
 کہہ رہا تھا کہ یہ بات سنا کر اس کے سامنے اپنی زبان سے  
 نہ آئے۔ قیامت آجائے گی اگر وہاں سے اس کی بات نہ آئے۔  
 بات نہ آئی۔ اس کا کون سا حصہ اس کے منہ سے نہ نکلتا ہے۔  
 اسے مرگ ہی ہے۔ تو کہہ دیا۔"

عظیم صاحب کو یہ وحاشا تو بڑی شہت سے تھا کہ وہ  
 ایک جوان لڑکی کے باپ تھا۔  
 ماروی کو جو پوچھتے ہوئے تھی۔ "اس کی کوئی بات ہے تو  
 بھی آپ کسی کے گل کے ذکر سے اتنا پریشان کیوں ہو  
 گئے؟"

عظیم صاحب نے اپنی لوجھان کی طرف اشارہ  
 کرتے ہوئے کہا۔ "اسے بھی گل کی طرح کوٹھنٹھ کی گئی  
 تھی۔"

ماروی بولی۔ "تو آپ کا یہ خیال ہے کہ قتل کا وہ اگر  
 اس کے بارے میں تھا؟"

اس نے کہا۔ "ہاں، یہ میرا وہم ہو گیا ہے۔ میں نے یہ  
 بات سنی ہے۔ وہاں میں بھی خیال چکر رہا ہے۔"

اس نے کہا۔ "تو آپ کو اس کا خیال آتا ہے؟"

عظیم صاحب نے کہا۔ "میں نے جھپٹا کر دیکھا۔  
 کہہ رہا تھا کہ یہ بات سنا کر اس کے سامنے اپنی زبان سے  
 نہ آئے۔ قیامت آجائے گی اگر وہاں سے اس کی بات نہ آئے۔  
 بات نہ آئی۔ اس کا کون سا حصہ اس کے منہ سے نہ نکلتا ہے۔  
 اسے مرگ ہی ہے۔ تو کہہ دیا۔"

عظیم صاحب کو یہ وحاشا تو بڑی شہت سے تھا کہ وہ  
 ایک جوان لڑکی کے باپ تھا۔  
 ماروی کو جو پوچھتے ہوئے تھی۔ "اس کی کوئی بات ہے تو  
 بھی آپ کسی کے گل کے ذکر سے اتنا پریشان کیوں ہو  
 گئے؟"

عظیم صاحب نے اپنی لوجھان کی طرف اشارہ  
 کرتے ہوئے کہا۔ "اسے بھی گل کی طرح کوٹھنٹھ کی گئی  
 تھی۔"

ماروی بولی۔ "تو آپ کا یہ خیال ہے کہ قتل کا وہ اگر  
 اس کے بارے میں تھا؟"

اس نے کہا۔ "ہاں، یہ میرا وہم ہو گیا ہے۔ میں نے یہ  
 بات سنی ہے۔ وہاں میں بھی خیال چکر رہا ہے۔"

اس نے کہا۔ "تو آپ کو اس کا خیال آتا ہے؟"

عظیم صاحب نے کہا۔ "میں نے جھپٹا کر دیکھا۔  
 کہہ رہا تھا کہ یہ بات سنا کر اس کے سامنے اپنی زبان سے  
 نہ آئے۔ قیامت آجائے گی اگر وہاں سے اس کی بات نہ آئے۔  
 بات نہ آئی۔ اس کا کون سا حصہ اس کے منہ سے نہ نکلتا ہے۔  
 اسے مرگ ہی ہے۔ تو کہہ دیا۔"

عظیم صاحب کو یہ وحاشا تو بڑی شہت سے تھا کہ وہ  
 ایک جوان لڑکی کے باپ تھا۔  
 ماروی کو جو پوچھتے ہوئے تھی۔ "اس کی کوئی بات ہے تو  
 بھی آپ کسی کے گل کے ذکر سے اتنا پریشان کیوں ہو  
 گئے؟"

عظیم صاحب نے اپنی لوجھان کی طرف اشارہ  
 کرتے ہوئے کہا۔ "اسے بھی گل کی طرح کوٹھنٹھ کی گئی  
 تھی۔"

ماروی بولی۔ "تو آپ کا یہ خیال ہے کہ قتل کا وہ اگر  
 اس کے بارے میں تھا؟"

اس نے کہا۔ "ہاں، یہ میرا وہم ہو گیا ہے۔ میں نے یہ  
 بات سنی ہے۔ وہاں میں بھی خیال چکر رہا ہے۔"

اس نے کہا۔ "تو آپ کو اس کا خیال آتا ہے؟"



جنوبی کشمیر کے

اب اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ جب سے وہ لہو جہان اسی شہر میں آیا تھا۔ اس کے سامنے ماروی پر سادگی اور سنجیدگی طاری رہی تھی جو آپ ایک وقت جیسے کافر ہو گئی تھی اور اس کا چلا پھرنے اس کی آنکھوں میں بھی نمودار تھا۔

”تم بڑے سنجیدہ تھے اور“ لہو جہان سے بولی۔

”سچو؟“ لہو جہان بولا۔ ”اس وقت کا مطلب مجھے نہیں معلوم۔“

”یہ سنجیدگی زبان کا لفظ ہے۔“ ماروی نے عالمانہ انداز میں کہا۔ ”اس کا مطلب ہے۔۔۔ اچھا۔“

”اچھا؟ تو جہان مسکرایا۔ ”میں پوچھا ہوں؟“

”اچھے ہو جی تو پوچھا میں نے تمہیں اپنے گھر میں رکھ لیا ہے۔“

”تم بھی سنجیدہ ہو۔“ لہو جہان بولا۔

”کی؟“ ماروی نے اس کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی۔

”تم جانے اس کے لیے میں کیا بات چلی، یا اس کے چہرے پر کیا اثر تھا کہ لہو جہان نہ صرف ایک سخت سنجیدہ ہوا بلکہ شاید کچھ بول کھلی گیا۔“

”تیم صاحب کے قدموں کی آہستہ سناٹا دنی تو ماروی فوراً سنجیدہ ہو گئی۔

”تیم صاحب ایک چھوٹی سی بیالی میں دو ایلے کرتے تھے۔ انہوں نے بیالی ایک طرف رکھ دی اور بستر پر لہو جہان کے قریب بیٹھ بیٹھ بیٹھے۔

”آج میں نے احتیاط کے طور پر تمہارے لیے ہلکی قدر فضا بنائی تھی۔ کل سے تم سب کچھ کھا سکو گے۔ اب تم کیسا محسوس کر رہے ہو؟“

”میں ٹھیک ہوں۔ بس سر کے پچھلے حصے میں تکلیف ہے۔ آپ نے بتایا تھا کہ سرے سر میں کوئی زخم لگا ہے۔“

”ہاں۔“ تیم صاحب نے اپنے کمرے کی جیب میں دیکھ کر اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”وہ زخم جیسے ابھی بہت زیادہ تکلیف دہ لیکن میں نے تمہیں ایک خاص قسم کا عرق پلایا ہے جس کی وجہ سے تکلیف کم ہو گئی۔“

”تیم صاحب کا ہاتھ گرنے کی جگہ سے باہر آیا تو ان کی آنکھوں میں ایک چالنی چلی۔ وہ انہوں نے بستر پر رکھ دی اور پھر اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے بڑبڑاتے۔ ”تم جانے کیاں ملی گئی۔“ ان کی آنکھیں لہو جہان کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

جانتے بے سمجھ کر لکھا تھا، یا کہنے کے لیے کوشاں تھا۔ تیم صاحب کے جانے کے بعد ماروی خاموشی سے ایک اسٹولی پر بیٹھی لہو جہان کی طرف دیکھتی اور سوچتی رہی۔ جب سے اس لہو جہان کو بے ہوشی کی حالت میں سامنے سے لایا گیا تھا، وہ میں محسوس کرتے ہوئے تھی جیسے اس کے دماغ میں جاسوسی دانوں کے واقعات پکڑنے لگے ہوں۔ پھر جب یہ دو شخص سامنے آئی تھیں کہ اس لہو جہان کو لالہ کرنے کی کوشش کی گئی تھی اور وہ اپنی یادداشت کو بڑھاتا تھا، ماروی پر یہ محسوس کرنے لگی تھی جیسے یہ سارے واقعات کوئی جاسوسی کھیل تھی اور وہ خود بھی اس کھیل کا ایک کردار ہے۔

کرنا، اس کے ہنگام میں اس کا ذہن اٹھتا چلا گیا۔ کافی دیر بعد اس نے سر ہلک کر اپنے دماغ سے چھوٹی چوڑی کے خیالات نکالنے کی کوشش کی۔ اس نے دیکھا کہ لہو جہان چھوٹی چھوٹی کھانچا تھا۔ اب اس کے ہاتھ میں بھرت کا بک تھا جس سے وہ گلاس میں پانی ڈالتا چاہتا تھا۔

بھرت کا بک اور اس قسم کی چیزیں ماروی نہیں جانتی تھیں۔ اس نے اپنے گھر میں دیکھی ملی آئی تھی۔ اس کی مرحوم ماں نے اسے بتایا تھا کہ اس قسم کا کچھ سامان تیم صاحب کے والد اور والدہ ہی اپنے ساتھ اس گاؤں میں لائے تھے۔

”کیا اور چھوٹی لائی؟“ ماروی نے دیکھی اور انہیں پوچھا۔

”نہیں۔“ لہو جہان نے جواب دیا۔ پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ ”تم پہلے ہی آئی ہو اور یاد چھوٹی لے آئی تھیں۔ اگر میں زیادہ بھوکا نہ ہوتا تو آئی چھوٹی کھا لیتا۔“

”جواب دیتے کے بعد اس نے گلاس میں پانی ڈال دیا اور پینے لگا۔

ماروی نے وہ گول تھالی جس میں وہ چھوٹی کی پلیٹ اور الٹے کا پیالہ رکھ کر آئی تھی۔ لہو جہان نے رشتہ کی سب کچھ لیا تھا۔

”میں جتنی دیکھ کر آئی ہوں۔“ ماروی نے لہو جہان کی طرف دیکھ کر بھڑک کر اور دوا لے کر طرف بڑھی۔ لہو جہان بے چارہ بھڑکی کر اس کے جسم میں جینا بہت سی سیٹھنے لگی تھی جس کا جب اس کی ہاتھ میں نہیں آتا تھا۔

ماروی نے اپنے خاٹے میں اس نے بڑھ کر اس جگہ رکھے جو بڑھ کر اس کے لیے تھی۔

”کیا تمہیں اس سے محبت تو نہیں کرنے لگی؟“ وہ بڑبڑاتی اور بھڑکھڑاتی آواز دیتی۔ ”چپ رہو بھگوت ا“

وہ جلدی جلدی چلتی ہوئی واپس کمرے میں چلی۔

آئے۔ گاؤں وغیرہ میں رات کے تھک کر آیا، اب وہ کل رات میں بھی چل چلی تھیں رات کی جگہ سے اس گاؤں میں نکلی آئی تھی، رات جلدی بالکل سناٹا بھی نہیں رہتا تھا۔

قریب سے لڑتے ہوئے ایک اور چھوٹا شخص نے جس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا تھکی تھا، ماروی کو کھانسی نغزوں سے دھڑکھڑاتے ہوئے پایا تو اس کے پاس دوا دینا شقت سے بولا۔

”کیا بات ہے لڑو؟“

گاؤں کے زریہ اور مرکز کے لوگ مادی کو ”لڑو“ ہی کہا کرتے تھے۔

”لڑو اور لڑو کو لڑو کہتے ہیں۔“ ماروی نے کہا۔

”میں ابھی جا سکتا ہوں۔“ لڑو سے بول رہا تھا۔ وہ لڑو کو بھی لے آئے۔ کچھ سہاگنیں کو کام ہو گاں سے گئی۔

”ہاں چاچر۔“

”شہر میں کیا سہاگنیں؟“

”اس کی حالت اب ٹھیک ہے لیکن ابھی کچھ دن اس کا علاج ہو گا۔“ لڑو نے اسے گھر میں ہی رکھ دیا۔ جب اس کا علاج ہو گا اور وہ آجائے گا تو وہ لڑو کے پاس آئے گا۔“

”تیم صاحب، سنو گاؤں،“ لڑو نے بڑبڑاتا ہوا آگے بڑھ لیا۔ اس کے لیے میں تیم صاحب کے لیے حقیقت تھی۔

لڑو اور لڑو، اصل ہی آگے۔ انہوں نے تیم صاحب کے کمرے سے ان کی قیام خاص چیزیں کا رخانہ نکالتے ہیں خنک کر دیں۔ اس کے بعد انہوں نے لہو جہان سمیت اس کا بک اٹھا لیا۔ لہو جہان خاموشی سے پچھلے پر لیٹا رہا۔ تیم صاحب اسے سب کچھ دیکھتے تھے۔

جب اسے تیم صاحب کے کمرے میں منتقل کر دیا گیا تو ماروی اس کے لیے چھوٹی بھی کال لائی۔

لڑو اور لڑو کو رخصت کی کیا چاہتا تھا۔

”میں ایک دوا بنا کے لاتا ہوں۔ تم جیسے سنجیدہ۔“

تیم صاحب نے ماروی سے کہا، پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ لہو جہان کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔ ”شاید ہمارے یہاں کوئی زیادہ بھوک ہو۔ چھوٹی اور لڑو۔ اور یہ۔“

”ہی ایسا نہیں۔“

لہو جہان نے ان دونوں پر دیکھتی نظر لائی جس اور خاموشی سے چھوٹی کھانچا رہا تھا۔ اب اس کے چہرے پر کچھ زیادہ اطمینان پانچ پڑتی تھیں تھی۔ شاید اس نے اپنی

پٹنے ہوئے تھے اور لہو جہان کہہ رہا تھا۔

”تیم صاحب آپ نے کیا تھا کہ میں سوکر اٹھوں گا تو مجھے سب کچھ یاد آجائے گا۔ مجھے تو کچھ بھی یاد نہیں آیا۔ میں کون ہوں اور میرا نام کیا ہے، میں یہاں کیوں ہوں۔ آپ نے بتایا تھا کہ یہ سائل مسند کے قریب کوئی گاؤں ہے۔“

وہ ماروی کو تیزی سے اندر آتا دیکھ کر چپ ہو گیا شاید وہ اپنی بات مکمل کر چکا تھا۔

”ہاں جیے۔“ تیم صاحب نے شقت آمیز لہجے میں کہا۔ ”میں نے یہ کیا تو تھا لیکن اس وقت تم بیانی کیلئے کا فائدہ تھے۔ تم نے پہلی بار جانا تھا کہ تم اپنے بارے میں سب کچھ بھول گئے ہو۔ اب تمہاری کیفیت دیکھ لیکن۔“

لڑو کی وجہ سے تمہاری طبیعت تسکین ملی ہے۔ اب میں جیسے بتا سکتا ہوں کہ تمہارے سر پر جو چھوٹی پٹ لگی ہے، اس کی وجہ سے تمہارا حلقہ ختم ہو گیا ہے۔“

ان باتوں نے لہو جہان کے چہرے پر پریشانی کے آثار پیدا کر دیے۔

”تیم صاحب نے اپنی بات جاری رکھی۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ تمہارا حلقہ ختم ہو سکے۔“

وہ چہرے دھڑکے لہو جہان یادداشت واپس آ سکتی ہے۔ میں جیسے انکا دوا لیں۔ وہ کچھ دواؤں کے لیے معقول ہوتی ہیں۔

”میں آہستہ آہستہ سب کچھ یاد آجائے گا۔ پریشان نہ ہو۔ اسے اپنا ہی گھر سمجھو۔ اس گاؤں کے بھی لوگوں کو تم چنا ہوا دوا دے گے۔ یہاں جیسے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی۔ جب تک تمہاری یادداشت بحال نہیں ہو جاتی، تم بڑے اطمینان اور سکون سے یہاں دوسکے ہو۔ مجھے خدا سے امید ہے کہ میں تمہارا علاج کرنے میں کامیاب رہوں گا۔“

ماروی ایک طرف خاموشی سے غمزئی وہ سب باتیں سن رہی تھی۔

تیم صاحب نے اور بہت سی باتیں بھی کہیں جن سے لہو جہان کی اطمینان بڑھ گئی۔ انہی باتوں کے دوران میں ہی لڑو اپنی خاٹے کا پکڑ لگا آئی تھی۔ اس نے چھوٹی کی دیکھ کر ہلکا سا کھول دیا تھا۔ وہ دوبارہ کا رخانہ نکالتے ہیں گئی تو تیم صاحب نے اس سے کہا کہ لڑو اور لڑو کو بلو اسکی سے۔“

ماروی پر لڑو اور لڑو سے دوا لے سے باہر چلی۔

گھر سے لیکن جانے آئے کے لیے وہی دوسرا دروازہ استعمال ہوتا تھا۔

رات ہو چکی تھی اس لیے اب بچے وہاں کیلئے نظر نہیں













"نصرو" "ماروی نے کہا۔  
"لو جو ان کو لے کر جا رہی تھی۔"

تکیم صاحب کا گھر جھوٹا سا تھا۔ کارخانہ نمکنت کی کشادگی بھی بار بار پانی چروہ قنٹ سے زیادہ نہیں تھی۔ ہاتی وادوں کے ساتھ ایک آٹھ یا دس کے ہو سکتے تھے مگر ان کے گرد کے ساتھ بار بار پانی فائنا اور فسل فائنا وغیرہ بھی تھے۔ ماروی نے نو جوان کو بڑے گھر سے بتایا کہ گھر دیکھ کر کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ کئی گناں میں ہوگا۔

ماروی نے نو جوان کو اپنا گھر بھی دکھایا۔  
"یہ کیا دکھا رہے؟" "نو جوان نے ایک گوشے میں دیکھی ہوئی یوری کی طرف اشارہ کیا۔

ماروی منہ بنا کر بولی۔ "یہ تو دارو اپنا سا گھر ہے  
"وائٹ کھائے گا۔ ایک ہفتہ ہو گیا اس سے کبے ہوئے گی یہ  
"یوری سمندر میں چپکے تھے۔"  
"اس میں ہے کیا؟" "نو جوان یوری کے قریب چلا گیا۔

ماروی اسے بتانے لگی کہ مارے مارے دارو اپنی ناول اور دوسرے اس یوری میں بھر دیے تھے۔ ایسا نہیں کو پتا چلا تو وہ بہت زیادہ راضی ہوں گے اس لیے اس سے پہلے ہی تمام رسالے اور ناول اٹھانے لگے گا سوچ لیا تھا۔  
ماروی جب بولی رہی تھی تو نو جوان نے بوری میں اوپر ہی پڑا ہوا ایک رسالہ اٹھا لیا اور اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔ اس رسالے میں کراچی میں ہونے والی ایک خوفناک بارش کے بارے میں مضمون تھا۔ پانی سے بھری ہوئی سڑکوں اور محلوں کی تصویریں بھی تھیں۔ ایک تصویر پر نو جوان کی نظریں ٹپک گئیں۔ وہ کسی سڑک کی تصویر تھی۔  
صویر میں سڑک کی دکانیں وغیرہ بھی دکھائی دے رہی تھیں۔ ان میں ایک چنگ بھی تھا۔ نو جوان کی نظر اس چنگ پر پڑی تھی ہوئی اور اس کے دماغ میں کئی جھماکے ہو چکے تھے۔

ماروی نے اس کی حسیہ حالت محسوس کر لی۔ "کیا بات ہے؟" "اس نے ہجرت سے پوچھا۔

نو جوان نے چنگ کو رسالہ بدھ کر دیا۔ اس کی سائیس کچھ غیر عوامی ہو گئی تھیں۔ چوٹائی پر پڑتا چنگ لگا تھا۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔" "ماروی نے توشیح سے کہا۔ "تم کمرے میں چل کر لیٹو۔ میں ایسا کرنا کوئی کرتی ہوں۔"

"ارے نہیں۔" "نو جوان زبردستی بٹھا۔ "میں ٹھیک ہوں۔ اب ہم گاؤں حکومت میں چلے گئے۔" "مگر اس نے پوچھا۔ "یہ رسالہ میں نے کون سا نام لکھا؟"  
"ماروی نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تمہاری طبیعت واقعی بالکل ٹھیک ہے؟"  
"ہاں ہاں۔" "نو جوان بھر پڑا۔ "میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"اچھا۔" "ماروی سوچتے ہوئے بولی۔ "تو چلو۔"  
"یہ رسالہ کمرے میں رکھ دیتا ہوں۔"

"تو دیکھ لیکن ایسا بھی کو بھی بتا کہ تم نے خود کیا ہے۔ پتہ کہتا کہ میں نے کیا ہے؟"  
"ٹھیک ہے۔" "نو جوان نے سر ہلایا۔

اس نے رسالہ اپنے کمرے میں دیکھا اور ماروی کے ساتھ گھر سے نکلا۔

تکیم صاحب اس وقت اپنے مریضوں کو دیکھنے میں مصروف تھے۔ نو جوان کو اپنا گھر دکھانے سے پہلے ماروی نو جوان کو دیکھنے لگی تھی اور اس نے تکیم صاحب کو بتایا تھا کہ وہ ان کی چاہت کے مطابق ان کے مریضوں کو کواڑوں دکھانے لگا رہی تھی۔

اس وقت نزدیک نو جوان کو تو جو عجیب سی نظر آ رہی تھی وہ دیکھا اور ماروی اس کے کس انداز سے پہنچ رہی تھی۔ گاؤں میں ماروی کے ساتھ ایک طرف بڑھتے ہوئے نو جوان کو اندازہ ہوا کہ تکیم صاحب کا مکان اس گاؤں میں ایک عجیب سی تھا۔ وہاں چھوٹے بڑے سب گھر گارے، لکڑی اور بھڑکی بھال سے بنے ہوئے تھے۔

ماروٹا گاؤں کے لوگ بھی بنے ہوئے۔ انہوں نے سدری زبان میں اس پر خوشی کا اظہار بھی کیا کہ انہی نو جوان شہری کے سر کا زخم اسے کافی مندمل ہو گیا تھا۔ طبیعت نے تکیم صاحب کی تقریبیں بھی کیں جن کے پاس صحت کے نہایت قدم کئے تھے جو تیرہ ہفتہ بیت ہوئے تھے۔

تکیم صاحب کا قاتل تو جو ان میں ہو چکا تھا۔ صرف ایک ہفتہ بعد اس کے سر کے زخم میں ذرا بھی تکلیف نہیں رہی تھی۔ صرف تھکے گئے تھے۔ اس کا اندازہ ہوا تھا۔

گاؤں میں ماروی کا سامنا اپنی سہیلیوں سے بھی ہوا۔ ان میں سے ادائیگ نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شہادت بھرے لہجے میں کہا کہ اسے خیر ہے مگر کہہ کر جواب میں ماروی نے کسی کو سہہ چڑھایا اور کسی کو ٹھکانا کرنے کی دھمکی دی۔ وہ خیر سے باز آیاں کیونکہ سدری میں

ہوئی تھی۔ اس لیے نو جوان کی کچھ میں بار و نہیں آسکیں۔  
"مختصوں میں وہ دونوں سارا کاؤں محکم کر وائیں آجے۔ اس وقت تکیم صاحب دوپہر کے کھانے کے لیے ان کا انتظار کر رہے تھے۔

کھانے کے بعد انہوں نے دعا کی کہ اب سب کو آرام کرنا چاہیے۔

ماروی اپنے کمرے میں آکر لیٹ گئی۔ اب اس کا بیشتر وقت اس نو جوان کے بارے میں سوچتے ہوئے ہی گزارتا تھا۔ یہ سوال اس کے دماغ میں شروع ہی سے چھتا رہا تھا کہ وہ نو جوان سمندر میں آخر کی دیر تک تیرتا رہا ہوگا، لیکن اب وہ یقین کر سکتی تھی کہ وہ نو جوان عام لوگوں سے زیادہ پر تھک چکا تھا۔ اس کا جسم روزی اور بارشوں کے پانیوں میں ڈکا کسا ہوا تھا۔ زخم سے خون بہہ جانے کے بعد اس کی تھک اب ختم ہو گئی تھی۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ زخم کتنے سے پہلے اونچا رہا ہوگا۔

اسے ایک نئی کیرتہ شکل کرنے کی کوشش کی تھی۔ ماروی کے دماغ میں یہ سوال بھی چھتا رہا تھا کہ کسی نئی کیرتہ میں نو جوان سے آخر کیا فکری ہو سکتی تھی؟

اس سوال کے جواب میں ماروی کا دماغ کسی اپنے شخص کے بارے میں سوچنے لگا۔ یقیناً اس نو جوان کا بڑا بھائی یا بہن اس خیال کو دہا رہے تھے۔ ذہن سے جھک دینی کی کہ ان دونوں کا انکشاف کسی لڑکی کی وجہ سے ہوگا۔

ان نو جوانوں سے کسی لڑکی کی دھمکی کا تصور بھی اب ماروی کے لیے اذیت ناک نہیں چکا تھا۔

ان خیالات میں ڈوبے ڈوبے اس پر غور کی طاری ہو گئی۔ جب اس شخص کی سے چنگی تو سلاخوں دار کھڑکی کے باہر کی فضا نے اسے احساس دلایا کہ سہہ بڑھ رہی تھی۔

انکس می سے پہر میں۔ وہاں میں اور راسی گزرتی رہی۔ آخر نو جوان کے سر کا زخم بالکل ٹھیک ہو گیا۔ تکیم صاحب نے اس کی بھڑکی بھال کے بعد مسکراتے ہوئے کہا تھا۔  
"اب بتائی ضرورت اپنی نہیں رہی لیکن اب بھی اس بچہ کو صحت اور ایک دن میں گھر پر آجائے گا۔ اسے بھی لوچنے کی کوشش مت کرنا۔ وہ خود ہی اٹھ جائے گا۔"

ماروی اسے روزانہ ہی گھر سے باہر لے جاتی تھی۔ زخم اب کھلتا رہتی۔ نو جوان نے سارا کاؤں دیکھ لیا تھا۔ سہہ بڑھ گیا، کوڑا لڑکی جہاں گاؤں والے سارا کاؤں کو لے جا کر بیٹھتے تھے۔ ایک سرتہ ماروی اسے پوچھیں چرکی کی طرف لگی تھی جو اس گاؤں میں اس کی آمد کے ایک دن

جزو میں کہہ سکتی

بہر ہی قائم ہو گئی تھی لیکن پولیس والوں نے تکیم صاحب کے گھر کا رخ نہیں کیا تھا۔

وہ اسے سالہ سمندر کے اس سے میں بھی لگی تھی جہاں وہ بے ہوش پڑا تھا۔ لیکن وہ اسے زیادہ تر خوراکے آپ کے مجبوروں کے بارے میں لے جایا کرتی تھی جہاں کچھ دیر آرام کرنے کے بعد اسے بھی درخت کے نیچے بیٹھ کر وہ اس سے باتیں کیا کرتی تھی۔

"اب میں ٹھیک ہو چکا ہوں۔" "نو جوان نے ماروی سے اس دن کہا جب اس کے سر کا کھنڈ خود ہی اٹھنے لگا۔

یہ بات اس نے ماروی سے اس شام بھی جب وہ مجبوروں کے بارے میں گھر کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔

"تو پھر؟" "ماروی نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔  
"نو جوان نے کہا۔ "اب مجھے اپنے باپ کا کھنڈ لگانے کے لیے لے کر جا رہا ہے۔"

"جس دن سے بٹی اتری ہے۔" "بچی سوچ رہا ہوں لیکن آج تک سے میرے دماغ میں یہ خیال آ رہا ہے کہ مجھے۔"

اسے خاموش ہو جانا پڑا۔ ایک لینڈ کرورز اتنی تیزی سے بچی سڑک پر چلی آ رہی تھی کہ دھول کا اچھا سا غبار اٹھ رہا تھا۔

وہ بچی سڑک گاؤں اور مجبوروں کے بارے میں سہانہ میں تھی۔

ماروی اور نو جوان رک گئے تاکہ لینڈ کرورز گزر جائے لیکن گزر جانے کے بجائے وہ ایک جھگڑے سے رکی۔ ماروی اور نو جوان سے اس کا قائل بہت کم تھا لیکن وہ راؤنی یہ دیکھنے سے قاصر رہے کہ اس لینڈ کرورز میں کتنے لوگ بیٹھے تھے۔ اس گاڑی کے نشیہ تاکہ تھے۔

وہ پشکل پندور سینڈ راک کر بھر حرکت میں آئی اور تیزی سے چھٹی چلی گئی۔ اب تک نو جوان نے اس گاڑی میں چند سواریاں گئیں اور وہ تین سواریوں کی رہی تھیں۔

"یہ گاڑی۔" "نو جوان سوچتا ہوا بولا۔ "یہ کیوں تھی؟" "بچے تقریباً کھلی بارانی ہے۔"

ماروی نے قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔ "انتہائی ہے کہ یہ تمہارے پہلے بھی نہیں دیکھی۔ یہ عمارتوں کی گاڑی ہے۔"



وحدہ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ہنس کے اس کے احوال و حال کا پتہ نہیں چلے گا۔ ساتھ ساتھ وہ کہہ رہا تھا کہ اس نے کبھی ہرگز کوئی دوسری عورت سے ملنے میں اپنا سانس نہیں دیا۔

باری کے ساتھ جو ان کی زندگی میں قدم بڑھائے تھے۔

”تمہارے وحدہ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ہنس کے اس کے احوال و حال کا پتہ نہیں چلے گا۔ ساتھ ساتھ وہ کہہ رہا تھا کہ اس نے کبھی ہرگز کوئی دوسری عورت سے ملنے میں اپنا سانس نہیں دیا۔“

”کیا؟“ لڑکھائے۔

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

کی ایک ناکام کوشش اور گڑبگڑی ہوئی تھی۔

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

”جس کا نام اس نے رکھا تھا۔ اس کا نام تھا۔“

خبروں کے مشعل کیں

فرم لکھ میں کہا۔ "مجھے انہی اذہ و گیا ہے تمہارے جذبات کو اپنے اس نوجوان سے اسی صحت ہو گئی ہے کہ میں نہیں ڈھکی دھپے رہا۔ غالباً میری زندگی کی پہلی مرگت تھی۔ مجھے ایسا نہیں کہتا چاہیے کہ میں نے اسے ایسے ہی لکھا تھا کہ ہونے کا ثبوت دے گا۔ یہ نیا ہے۔ یہاں پر غواش پوری نہیں آتی۔ یوں سوچ کر تم سب صاحب کی جتنی ہونے کے باوجود ایک دیوانی لڑکی ہو اور وہ ایک بڑا حاکم شری ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کسی ایسے گھر سے تعلق رکھتا ہو۔ ایسے گھر سے کہ جہاں ہر ایک شہری اور ایک دیوانی لڑکی کا کوئی جوڑ نہیں ملے۔ وہ خوش کرنا کہ اپنے دل اور ماں سے سب کچھ بھگتے ہو۔"

ایک وقت کسی نے بیرونی دروازہ کھٹکایا۔  
"خیر آیا ہو گا۔" حکیم صاحب بڑبڑاتے ہوئے کمرے سے چلے گئے۔

ان کے جانے ہی ماروی کی حالت خیر ہو گئی۔ اب تک اس نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو تپاؤ میں رکھا تھا۔ اس کی آنکھوں سے بہت کچھ آنسو بہہ گئے۔

اس شام ماروی کو پہلی بار اندازہ ہوا تھا کہ وہ اس نوجوان کو اس شدت سے چاہے گی تھی۔ گردے ہوئے دونوں میں اسے یہ خیال تو برابر رہا تھا کہ وہ اسے پسند کرنے کی کوشش پسند نہیں کی اس شدت کا اندازہ اسے شام کو گھر آئے کے فوری دیر بعد ہوا تھا جب کہ نوجوان نے اس کے کمرے میں آکر اسے بتایا تھا کہ وہ کراہتی جانے کا فیصلہ کر چکا ہے۔

کچھ دیر بعد اس کے گردے کی شدت میں کمی آئی تو وہ بستر پر جا بیٹھی۔ حیرت کچھ وقت گزرنے کے بعد اس کے آنسو حکیم کے لیکن پھر سے پر اداسی جیسے کی وجہ سے کی طرح جم گئی۔

رات گزرتی رہی اور اس کی آنکھیں کل رہیں۔ اسے محسوس ہو چکا تھا کہ کون پر اب سنا بچا تھا۔ حکیم کی وہ اندھ کر بیٹھ گئی۔ یہ جانے کے تھا کہ اس طرح گزر گیا۔ پھر وہ رو نہ سکی اور وہ بے قدمی سے کمرے سے نکل کر نوجوان کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گئی۔ دروازہ کھٹکا سا کھٹکا ہوا تھا۔ ماروی نے بھاگ کر دیکھا تھا تو نوجوان کی آواز سنائی دی۔ "اندھا آ جاؤ ماروی۔"

ماروی نے غور کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ اندھ داخل ہونے کے وقت اس نے سکرانے کی کوشش کی۔

یہ ہے۔ "جس پر چل جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ابھی نہ پڑھو گی اور میں آئے گا۔ مجھے اپنی حکمت کے سلسلے میں اس سے کچھ کام ہے۔ وہ آئے گا تو میں اس سے پورا کو لوں گا اور اس سے کہہ دوں گا کہ وہ جیسے اسٹیشن چھوڑ آئے۔"

"دوسری بات۔" حکیم صاحب نے کہا۔ "تم اس کے کراہتی نہیں جاؤ گے۔ خیر دیکھو اپنے ساتھ لے جانا۔ میں جیسے ایک بار نہیں جانے لگاں گا۔ آخر تم اتنے عرصے میں مجھے یہاں تک لگتے ہو تو اسے میرا گھر کچھ۔ خیر دیکھو کہ شہر سے دینی خرابی واقع ہے۔ وہ جہاں ایک اچھا و کار جوت ہو گا۔ اگر ارباب کے لیے ایک معتدل رقم میں تم کو ابھی رہنا ہے۔"

"میں نے کہا کہ اسے میرا گھر کچھ۔" حکیم صاحب نے اس کی بات پوری نہیں ہونے دی۔ "کہا نہیں نے گردے ہوئے دونوں میں تم کو کتنی محبت نہیں دی کہ تم مجھے اپنے باپ کے بجائے بھگتے ہو۔"

نوجوان نے سر ہٹا کر دیکھا پھر آہستہ سے بولا۔ "خیر دیکھو کہ وہاں سے آپ گھر پر پٹائی ہو گئی۔ وہ آپ کا تھکا جاتا ہے۔"

"وہ میں سنبھال لوں گا۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔ میں ابھی جیسے کہ تم گھر آ کر جانا ہوں۔ وہ اختیار ہے۔" حکیم صاحب نے فرمایا۔ "ماروی آہستہ سے بولی۔ "خیر دیکھو کہ وہاں سے آپ گھر پر پٹائی ہو گئی۔ وہ آپ کا تھکا جاتا ہے۔"

حکیم صاحب نے کوئی جواب تو نہیں دیا لیکن ان کی جھمی انھوں میں چھپا ہوا جواب ماروی کچھ سختی تھی۔ اس نے سر جھٹکایا۔ دو آدھ پڑھو گئی تھی۔

"ماروی! نوجوان نے حکیم صاحب کے جانے کے بعد کہا۔ "تم یہ ہرگز مت سمجھو کہ میں اب یہاں بھی رہا ہوں۔" حکیم صاحب نے انہیں اندازہ نہیں دیا۔ شاید اس کے آنسو بہ گئے تھے اور وہ جیسے چھپا پٹائی تھی۔

جندہ حکیم صاحب واپس آئے۔ انہوں نے براڈن ہٹ کا ایک سو سالہ نوجوان کو دیا۔ "اب تم جا کر چھوڑ دینا۔"

نوجوان نے ان کے اندازہ کر کے سے چلا گیا۔

"بچا۔" حکیم صاحب نے ماروی کی طرف دیکھے پھر

تھک کر گئے۔ "خیر دیکھو کہ وہاں سے آپ گھر پر پٹائی ہو گئی۔ وہ آپ کا تھکا جاتا ہے۔"

نوجوان نے رسالہ کھول کر اس کے درستی چلے اور پھر رسالہ حکیم صاحب کے سامنے رکھتے ہوئے بولا۔ "یہ رسالہ پڑھنا ہے۔"

"اس سے جیسے کیا سراغ ملا ہے؟" انہوں نے پوچھا۔

"گھر لکھا میں شہر پر پٹائی ہو گئی تھی۔" مضمون اسی کے بارے میں ہے۔ یہ پٹی سے میری ہوئی ہو گئی ہے۔ اس میں دو کھول کے علاوہ ایک دیکھ بھی نظر آ رہا ہے۔ اس تصویر کو دیکھ کر مجھے بار بار خیال آتا رہا ہے کہ میرا اس دیکھ سے کوئی تعلق ہے۔ شاید اس دیکھ میں میری طاقت ہو۔ اسی تصویر سے یہ تو ظاہر ہوا ہے کہ یہ کراہتی کی کسی سوک کی تصویر ہے لیکن اس سوک کا نام میں نے آج دیکھا۔ اور اس میں کچھ مٹی کی ہوئی تھی۔ میرا دھیان اس طرف کیا ہی نہیں تھا۔ آج گاؤں سے واپس آ کر میں پھر یہ رسالہ دیکھنے لگا۔ اتفاق سے کئی چیز کی تو میں نے اس تصویر کے نیچے بھی ہوئی نظر نہ ملے۔"

حکیم صاحب نے آواز سے وہ سطر پڑھی۔ "آئی آئی چند دیکھو کہ وہاں سے آپ گھر پر پٹائی ہو گئی۔ وہ آپ کا تھکا جاتا ہے۔"

"آئی آئی چند دیکھو کہ وہاں سے آپ گھر پر پٹائی ہو گئی۔ وہ آپ کا تھکا جاتا ہے۔"

مجھے کچھ شام سلوم ہوا ہی لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں کراہتی چلا جاؤں۔ وہاں میں اپنا کھانا لگنے میں ضرور کامیاب ہو سکتا ہوں۔ میں نے ماروی کو اپنے اس ارادے کے بارے میں بتا دیا تھا۔

حکیم صاحب نے ایک طویل سانس لی۔ "جس میں کراہتی کا نام بھی یاد ہے۔۔۔ گھر پر پٹائی ہو گئی۔ وہ آپ کا تھکا جاتا ہے۔"

نوجوان نے ان کے اندازہ کر کے سے چلا گیا۔

حکیم صاحب نے ماروی کی طرف دیکھے پھر

نے ہالی بھی درست کیے۔ جب وہ ماروی کے کمرے میں پہنچے تو ستر خانہ لگ چکا تھا۔ نوجوان اور ماروی ان کے منتظر تھے۔ حکیم صاحب نے غلابہ "محمول ان دونوں کو بہت سنجیدہ دیکھا۔"

"نعمت تو ہے مجھے؟" انہوں نے غلابہ کی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "آج تم دونوں کی لڑائی تو نہیں ہو گئی کئی بات پر؟" پھر وہ نوجوان کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔ "مجھے میری جو بیٹی ہے وہ یہ کچھ پاگرمی ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ جیسے بہت پریشان کر رہی ہے۔ آج تم نے اسے کئی بات پر غلابہ دیا ہو گا۔"

"اسی کوئی بات نہیں حکیم صاحب! نوجوان نے کہا۔ "ماروی سے مجھے کوئی شکایت نہیں ہے۔"

اسی وقت ماروی بولی پڑی۔ "یہ آپ سے کون کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں اب اس میں۔"

حکیم صاحب نے غور سے نوجوان کی طرف دیکھا۔ پھر کچھ سوچ کر بولے۔ "چلو پہلے کھانا تو کھاؤ۔ پھر مہمان سے باتیں بھی ہو جائیں گی۔"

"بھتر۔" نوجوان نے کہا۔  
کھانے کے دوران میں غاسٹی رہی جبکہ ماروی کو کھانے کے دوران میں بھی ہونے رہے کی عادت تھی۔ حکیم صاحب کھانے کے دوران میں سوچے رہے کہ ماروی کے پھر سے پر اداسی کیوں تھی۔ گردے ہوئے دونوں میں انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ ماروی اس نوجوان سے کافی مانوس ہو گئی تھی لہذا اب اس کی اداسی کا سبب یہ بھی ہو سکتا تھا کہ نوجوان نے وہاں سے چلے جانے کا فیصلہ کر لیا ہو۔

کھانے کے بعد جب کھٹک شروع ہوئی تو وہی بات سامنے آئی جو حکیم صاحب نے سوچا تھی۔

"تم کہاں ماہ چاہتے ہو بیٹے؟" وہ نرمی سے بولے۔ "مجھے تو جیسے تھا کہ میرے ملازم سے تمہاری یادداشت ضرور واپس آ جائے گی۔ میں وقت تک رہا تھا اس میں۔"

"یہ گزرتا ہوا وقت ہی تو میرے لیے اذیت ناک بن گیا ہے حکیم صاحب! نوجوان نے کہا۔ "میں وہی اشتیاق میں رہتا رہتا ہوں۔ وہ میں کی دیکھی طرح یادداشت کر رہا تھا لیکن آج مجھے شاید ایک سراغ مل گیا ہے۔ لیکن یہ اس سراغ کی وجہ سے میں اپنے نامی کا کچھ کھونٹ لگنے میں کامیاب ہو جاؤں۔"

"کیا سراغ ملا ہے جیسے؟" حکیم صاحب نے



لیجیہا راتے جسین بال ہیٹھ کے لئے۔

**MEDICAM**  
SHAMPOO

مہینے بھر کا شیمپو



آؤں گا۔ میں جسین اور نسیم صاحبہ کو بھی نہیں بھول سکتا۔  
اس ایک خطرہ ضرور ہے۔ میں اپنے دھنوں کو شاید نہ پہچان  
سکوں لیکن وہ تو مجھے پہچانتے ہی ہوں گے۔ اگر وہ نہ پہچانیں  
میں ہیں اور انہوں نے مجھ کو پہچان لیا تو وہ مجھے بھر پور پاک کرنے  
کی کوشش کریں گے، اور ضروری نہیں کہ وہ دوسری بار بھی  
نکام ہی رہیں۔

خدا کے لیے۔ "ماروی شاید قیامت ہی پڑتی۔ اس نے  
بڑی مشکل سے اپنی آواز دہرائی۔" خدا کے لیے اپنی باتیں  
زبان پر مت آؤ۔" اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔  
اسے یہ بھی محسوس ہوا کہ اب وہ اگر وہاں رہی تو نوجوان سے  
پہنٹ کر رہنے لگے گی، اور وہ حساب نہ ہوتا۔ وہ ایک دم  
اٹھی اور تقریباً دوڑتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔  
نوجوان ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ وہی اس  
کے حیرت سے پر گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

الذخیرے میں ایک لینڈ کرز رو بہت بہت آہستہ آہستہ ملتی  
ہوئی نسیم صاحبہ کے بکری کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ اسے  
چلانے والا اپنی کار کو بڑھا کر گاڑی کے انجن کی آواز زور سے  
نہ ہونے کا زور کی لینڈ کرز میں بھی بھجوا دی گئی تھیں۔  
گاڑی میں سنا رہا تھا۔ وہی اس کی کہیں سے کسی  
شے کے بھرنے کی آواز اس کا ایک سانسے کو جھڑپاتی تھی۔  
لینڈ کرز زور نسیم صاحبہ کے کمرے کے سامنے جا کر  
رہی۔ اس کا انجن بند کر دیا گیا۔ ذرا نیچے ہیٹ نہ پہنچا ہوا  
ٹھنڈے پرستور اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ جو چار آؤں گاڑی سے  
اترے اور وہاں سے اپنے منہ پر نہ جانے باوجود کے تھے۔  
ان میں سے ایک کے ہاتھ میں آٹو ریک رکھ رکھی تھی۔ باقی  
تینوں ہتھکڑیوں پر تھے۔

رائٹل والے کے اشارے پر بیک آؤٹی "کار خانا  
مکت" کے دروازے پر جا کھڑا ہوا۔ باقی تینوں بکری کے اس  
دروازے پر چڑھ کر کے جہاں سے موٹی آمدورفت ہوتی تھی۔  
رائٹل والے نے دروازہ کھٹکتا یا۔ فروری طور پر اندر  
کوئی نہ مل گیا۔ وہ رائٹل والے نے زور سے دروازہ  
کھٹکتا یا۔ ساتھ ہی اپنے قریب کے آری کو ٹوک دیا۔ وہ آؤٹی  
خانے زور سے گرا۔

"نسیم صاحبہ!" اس نے کراہتے ہوئے پکارا۔  
اس صرغی اندر قدموں کی آواز ہوئی۔ اندر سے نسیم  
صاحبہ نے شہد ہی میں پہنچا۔ "کیا ہو؟"  
"نسیم صاحبہ!" کراہتے ہوئے کہا گیا۔ "جسین گیا  
اب بھی گھر ہوں کہ حالات۔" کچھ بھی ہوں، میں واپس ضرور

نوجوان سر ہانے سے تھک گئے اور ہاتھ لگائے  
بیٹھا ہوا تھا۔

"مجھے نیول قہارم آؤ گی۔" ڈوہلا۔  
"تم سوئے تھیں؟" ماروی نے کہا۔ "چند گھنٹے تو سو  
لیجئے۔" پھر نوجوان کا سر بہت تکلیف دہ رہا ہے۔  
"میں کبے کے لیے آئی تھی؟" نوجوان جیسے سے

انداز میں سکر آیا۔  
ماروی کی آنکھوں میں پھر آنسوؤں کی چٹک آئی۔  
اس نے چہرہ جھٹکا اپنی آنکھیں چھپانے کی کوشش کی۔ وہ  
نوجوان کے منہ پر پانی کی طرف دیکھی۔

"کراچی میں تمہارے دھن ہیں؟" اس سر  
ماروی کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ "اپنا بہت خیال رکھنا۔"  
"ماروی!" نوجوان نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں"

احساس تو مجھے ہو گیا تھا کہ میں نہیں اچھا لگتا ہوں لیکن یہ  
انداز نہیں تھا کہ اس پسندیدہ کی شہ آؤٹی شدت آؤٹی ہے۔  
یہ مجھے بڑا عجیب سا لگتا ہے کہ میرا ایک انداز لگ رہا ہے۔  
میرے کچھ جذبات ہیں، احساسات ہیں۔ میں اس دنیا کے  
طور طریق سے واقف ہوں۔ اس پر یہ عمل کیا ہوں کہ میرا

کوئی باقی دھن نہیں ہے۔ میں صرف اس ایک دھانے سے  
اپنی یادداشت کھینچے ہوئے ہوں۔ مجھے اپنی زندگی کے  
پچھلے واقعات یاد نہیں رہے۔ میں کون ہوں، کہاں، رہتا تھا،  
میرے ساتھ اور کون کون لوگ تھے، وہیں میں بھولا ہوں

میں۔ یہ مجھے یاد ہے کہ میں ایک سو صدی میں ہوں۔ دنیا  
کبھی سے نہیں جا چکی ہے۔ اسلو، ستر، اٹھ، گرام میں اور  
آؤں انسان مجھے یاد تھا لیکن میں اپنا نام بھول چکا ہوں۔  
یہ بھی مجھ کا نام ہونا کہ کسی حادثے کے سبب انسان کی

یادداشت کبھی کبھی طور پر اور بھی جڑی طور پر ختم ہو جاتی  
ہے۔ مجھے یہ سب کچھ یاد ہے مگر یہ یاد نہیں کہ اگر میں اپنی  
کھوج لگائے میں کا پیاب ہو گیا تو میرے سامنے کیا  
حالات ہوں گے۔ شاید ایسا ہو کہ میری شادی ہو چکی ہو۔

کراچی میں میرے بچے ہی بچے ہو گئی ہوں۔"  
ماروی سب کچھ سنا کر جھکا کر خاسکی سے سختی رہی لیکن  
نوجوان کے آخری فقرے ایسے تھے کہ اسے اپنی جان لٹتی  
محسوس ہوئی۔

"کچھ بھی سامنے آ سکتا ہے ماروی۔" نوجوان کہتا  
وہاں۔ "اور انسان کو ہر قسم کے حالات کا سامنا کرنے کے  
لیے تیار رہنا چاہیے لیکن یہ وہ میں تم سے کہہ چکا ہوں اور  
اب بھی گھر ہوں کہ حالات۔" کچھ بھی ہوں، میں واپس ضرور

ٹنگ میں کھڑے... آ... ایدانگ جیسے تکلیف کی وجہ سے وہ ایک بات پوری نہیں کر سکا۔

اندر سے عظیم صاحب نے ہدایت کی کہ دو کا رخاؤ حکمت کے دروازے پر آئے۔

اندر قدموں کی آواز بھی پلٹ گئی۔

داخل والے نے ایک آدمی کو دھیر دکنے کا اشارہ کیا اور باقی دو کے ساتھ کمرے کے دوسرے دروازے پر چلے گئے جہاں کسی کا ایک ساٹھی کیلے ہی سے موجود تھا۔

داخل والے کا سامنی اس وقت بھی کمرہ ہٹا رہا۔

اندر روشنی کی گئی جس کا اندازہ دروازے کی چھریوں سے لگا جا سکتا تھا۔ پھر قدموں کی آہستہ آہستہ کی طرف آئی۔ دروازہ کھلا اور باہر کا منظر دیکھتے ہی عظیم صاحب کے چہرے سے بے پناہ ہمت ظاہر ہوئی۔ لبا بڑا ڈھالے پر دروازہ کی نال سے ان کو پیچھے دھکیلتا ہوا خود اندر پہنچ گیا۔ اس کے پیچھے اس کے دونوں ساتھی بھی جن میں سے ایک نے دروازہ بند کرنا تھا۔

”کون ہو تم لوگ؟“ عظیم صاحب نے پوچھا۔

”شور نے کریم؟“ داخل والے نے کوشش کی تھی کہ اس کی اصل آواز ظاہر ہو۔ ”وہ میرا عزیز کمرہ ہے؟“ اس نے پوچھا۔

”تمہیں اس سے کیا پتا؟“

”جواب دے کریم، روٹ کوئی تیرے بیٹے میں اثر جانتے گی۔“ داخل والے نے کہتے ہوئے اپنے دونوں ساتھیوں کو اشارہ کیا اور وہ اپنی جگہوں سے واپس لوٹ گئے۔

ہوئے اندرونی دروازے کی طرف لپکے۔

بارہوی اسی وقت جاگ رہی تھی۔ عظیم صاحب کے چہرے کی توجہ اس کو رو دیتی ہوئی اندر آئی۔ داخل والے کے ساتھیوں نے اسے ایک طرف دھکا دیا اور دوسری طرف لپکے گئے۔

خوف زدہ بارہوی عظیم صاحب کے شانے سے جا گئی۔ اس کی آنکھوں کی سرخی ظاہر کر رہی تھی کہ وہ باجی بھی رہی اور روٹی بھی روٹی تھی۔

عظیم صاحب نے داخل والے سے کہا۔ ”مجھے نہیں معلوم کہ تمہیں اس کی تلاش کیوں ہے لیکن اب وہ میرے کمرے میں نہیں ہے۔“

”یکے کے کریم؟“ داخل والے نے کہا۔ ”ابھی میرے دونوں آدمی اسے ہاتھ کر چکے ہیں لے آئیں گے۔“

وہ اب اندر میں بول رہا تھا لیکن اس کے لہجے سے یہ بات صاف ظاہر ہو رہی تھی کہ اس کی بارہوی زبان منہ کی ہوئی۔

”وہ اب یہاں کس ہے۔“ عظیم صاحب نے اپنی بات دہرائی۔ ”وہ شامی کو یہاں سے چلا گیا تھا۔“

”پچھو وہ۔“ داخل والے نے ڈانٹنے والے انداز میں کہا۔

اسے اپنے دونوں ساتھیوں کی وہ بھی کا ڈھنگ تھا۔ وہ واپس آئے اور انہوں نے منہ کی زبان میں داخل والے کو بتا دیا کہ وہ جس کی تلاش میں یہاں آئے تھے وہ اب وہاں نہیں تھا۔

”کہاں گیا وہ؟“ داخل والے عظیم صاحب کی طرف دھکا ہوا دہرایا۔

”میں جانتا ہوں۔“ وہ شام کو یہاں سے چلا گیا تھا۔ وہ کمرہ ہٹا رہا کہ وہ جاگے گا۔ میں اسے روک تو نہیں سکتا تھا۔“

”لیکن یہ کہاں گئے تھے؟“

”میں نہیں جانتا۔“

”تجارت چاہتا ہوں کہاں لے گا۔ اگر وہ مجھے ملے گا تو۔۔۔“

اس نے اپنا تپل اور پھوڑا ہوا منہ کھولا۔ ”وہ میرا دوست تھا کہ وہ غلام کو تو اسے شہتہ اجڑا دی تھا پھر کچھ شہتہ چڑے گی۔“

عظیم صاحب نے کہا۔ ”میں اسے کیا کر سکتا ہوں کہ وہ کہاں لے گا۔“

چراغ لکھیا گیا تھا۔ اس نے داخل پلٹ کر پکڑی اور اس کا ہت بڑی زور سے عظیم صاحب کے منہ پر مار دیا۔ اگر وہ ضرب عظیم صاحب کے منہ پر پڑ جاتی تو ان کا جڑا ٹوٹ سکتا تھا۔ انہوں نے فوراً اپنا بازو اٹھادیا اور اندر دیا تھا۔ ضرب ان کے جڑے پر لگی تو کمرہ ہٹا گیا جس کی آواز نے اسے اس کا زور ٹوٹ گیا تھا۔ زیادہ چوتھ ہاتھ پر آئی۔

”ابا سا گیا؟“ بارہوی کہہ رہی تھی۔

چراغ اور اس کے دونوں ساتھی مڑ کر تیزی سے چلے ہوئے باہر گئے تھے۔

”ابا سا گیا؟“ بارہوی روتے ہوئے بولی۔ ”آپ کے گال سے خون بہہ رہا ہے اور۔۔۔ اور۔۔۔ یہ آپ کا ہاتھ سو جاتا رہا ہے۔“

”کوئی بات نہیں چلا۔“ عظیم صاحب تکلیف کے باوجود منکسارے۔ ”تمہارا منہ تھری تو فی کر لیا گیا۔ اپنے ہاتھوں سے اب تو اس کی ٹہنی اسٹیشن سے لگی ہوئی ہوگی۔“

”وہ چراغ ابا سا گیا؟“ بارہوی جیانی انداز میں بولی۔ ”میں قسم کرتا کہ یہ سبھی اس کے دوست تھے۔ میں اس کی

ابھیس پر پائی ہوئی۔“

”تو پھر میرا خیال درست ثابت ہو گیا۔“ عظیم صاحب نے کہا۔ ”وہاں وہاں کا خلق بھی اپنی لوگوں سے بے خبریوں نے اسے قسم کرائی کہ کوشش کی گئی۔ اسے کرائی سے آئے والے وہ آدمیوں نے بتا دیا تھا کہ اس نے اپنے بھائی کو لے کر ادا دیا ہے وہ اب کوئی لڑا کیسے ہو سکتی ہے۔ اب خطرے کی گولی بات نہیں۔“

بارہوی چپ رہ گئی۔ جب عظیم صاحب نے اسے یہ بات بتائی تھی تو اسے یقین نہیں آیا تھا لیکن اب یقین نہ کرنے کا کوئی چار نہیں رہا تھا اور ایک عجیب بات یہ منکشف ہوئی تھی کہ ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو قتل کرانے کی کوشش کی تھی۔

☆☆☆

پوچھ کر جب لاڈھی کے اسٹیشن پر لگی تو لوگوں نے خبر دے کہا۔

”میں نہیں اتار مانا چاہیے۔“

”کیوں سا گیا؟“ خبر دہرتے سے بولا۔

”پتا نہیں کیوں۔“ تو جہان نے اٹھے ہوئے سے انداز میں کہا۔ ”مجھے پتا نہیں ہے اس لیے مجھے ہم کرنا ہی کے اسٹیشن پر اتارنے کی کوشش کرنے میں پڑا تھا۔ گے تمہاری ٹاٹا شہتہ خیر۔ تیرے لیکن تیری جان کے جسے تو وہاں تھا۔“

اس جواب سے تھوڑے کے چہرے پر کوئی غیر معمولی جڑا اس لیے نہیں ابھرا کہ بارہوی اسے تو جہان کے بارے میں وہ سب جتنی باتیں جتنی جتنی عظیم صاحب نے گاؤں کے بارے میں کوئی سے پچھا ہی گئی۔

وہ لاڈھی اسٹیشن پر اتر گئے۔

”یہاں سے کر لیا جانے کے لیے بس ٹیبل جالی ہیں؟“ تو جہان بولا۔

اس وقت خبر دہرتے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

”یہ آپ کو یاد ہے صاحب؟“

”ہاں۔“ تو جہان نے غصے کی سانس لی۔ ”بہت کچھ یاد ہے۔ اور جو یاد ہے وہاں بھی وہاں ہیں۔“

گاؤں کا یہ عارضہ نہ بڑا تھا ہی پھر آج رہا۔

پس سے وہ لوگوں کو کراہی بچا گئے۔

”کسی معمولی ہوئی میں خبر پائی ہے۔“ تو جہان نے خبر دے کہا۔

”خبر دے ایک وکٹوریہ کا اور اس سے ملے ہے۔“ اسٹیشن پہنچے کی بات کی۔

جہاں کبھی نہ گئی۔

”اسٹیشن پر چھوٹے چھوٹے ہوئے ہوئی ہیں۔“ خبر دے دے دیکھتے تھا پہنچنے کے بعد کہا۔ ”ہم کو جہاں خبر پائی ہے۔“

تو جہان کو کیا کہ نہ دے۔ یہ بات کیوں کی تھی۔ ان دونوں کی منہ لگنے لگی تھی کہ وہ کسی بڑے ہوئی کو رسوا کر سکتے۔ خبر تو معمولی لباس میں تھی تو جہان کے منہ کی شلوار سوٹ پر بھی پوچھ کر نہیں میں کئی دے تک گئے تھے۔ اس کے باقی شلوار سوٹ اور اس کی قمیض جوتوں ایک چھوٹے سے، پٹی کپڑے میں بھی جو عظیم صاحب ہی نے دیا تھا۔ قمیض جوتوں بارہوی نے دھو کر رکھ دی تھی لیکن اس پر استری نہیں تھی۔ اسی قمیض جوتوں میں وہ گاؤں والوں کو سامنے مندر پر بے ہوش پڑا تھا۔

چھوٹے سے ہوئی میں چھوٹے کے لیے بھی شامی کراہو ہوا ضروری تھا تو جہان کے پاس نہیں تھا اس لیے خبر دے کی کہ پہلے خبر دے ہوئی میں کیا۔ اس نے ایک کرا کر اسے برآمد کیا اور بعد میں تو جہان بھی وہاں پہنچ گیا۔

اس وقت کراہو رہے تھے۔

”اب آرام کر لیا جائے۔“ تو جہان نے خبر دے سے کہا۔ ”ٹرین کا سرپرست ٹوٹی تو کس تھا لیکن میں بہت شک کیا ہوں۔ اس کے علاوہ میں بھی ضروری کچھ ہاں کی دن کی روشنی کی بہ نسبت رات کو باہر لگانا میرے لیے کم خطرہ کا۔ بہت ہوگا۔“

خبر دے تو اس کے ساتھ آیا ہی اس لیے تھا کہ اس کی باتوں اور اس کی ہدایات پر عمل کرتا رہے۔

بھاگ کر گئے کے بعد دونوں ہی سونے کے لیے لیٹ گئے۔ رات بھر کا جاگا ہوا خبر دے بھی تھا۔ اس نے ٹوٹی پر اپنے لیے چادر بچھائی تھی کہ کچھ کرے میں بستر ایک ہی تھا۔ اس روز تو جہان نے دن میں بھی ایک خواب دیکھا۔

دوسرے میں میں ایک چنگ میں داخل ہوا تھا۔ اس نے اس کپڑے کا رخ کیا جس پر ”منیجر“ کی تختی لگی ہوئی تھی۔ خبر اس وقت کوئی شکل نہ دیکھ رہا تھا۔ تو جہان کو کوئی کچھ دے احراق تھا ہوا۔ اس کے ہاتھوں پر ایسی سکرابٹ تھی جیسے وہ تو جہان کو جانتا ہو۔ اس نے تو جہان سے مصافحہ کیا اور کرسی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بکھڑا۔ تو جہان چلے گیا۔ اس کے ہاتھوں پر بھی ایسی ہی سکرابٹ تھی۔ اس نے خبر سے بکھڑا۔

پس میں خواب قسم ہو گیا لیکن کچھ دیر بعد تو جہان نے خبر دیکھا کہ وہ منیجر کے سامنے پہنچا ہوا کسی قمار پر پہنچا کر ا تھا۔ منیجر نے سکرابٹ اس کا قدم سے لپکا اور اس کا کام؟



جنہوں کی خدمت میں

یہاں کسی خط سے ملتا ہے۔  
 "پچھلے صبح؟" "نہیں، وہ نہیں ملتا تھا۔"  
 "تو جہان جگے سے اٹھ اٹھا۔" "تم نے یاد  
 ہے۔ یہ سننے میں ہو رہی تھی معلوم ہوتا کہ جس کا یہ ہوا  
 ہے۔ یہ انسان کی ایک ایسی جگہ ہے جہاں کسی کی اپنے  
 علم کے کام آئے ہیں وہی وہاں رہتا ہے جس طرح کے سوجھ بوجھ کی  
 کا پتہ ہو کر کسی سبب نظر نہیں آتا۔"  
 یہ باتیں گوئی کے سیدھے سادے روز پر کسی کچھ میں  
 نہیں آتی تھیں لیکن اس نے اس بار سے میں کوئی سوال  
 نہیں کیا اس وقت اس کے سامنے ایک اور سی بات آئی  
 جو وہ اپنی زبان پر لے آیا۔ "سامی! اس نے کہا۔  
 "جب آپ خواب سے جاگتے تھے تو آپ نے مجھ سے کہا تھا  
 کہ آپ کے بھائی صاحب آپ کی گاڑی کے پیچھے آگئے۔"  
 "ہاں۔" "تو جہان نے طوفانی مائوسی کی۔" میں نے  
 خواب میں اپنے آپ کو کار چلاتے ہوئے دیکھا تھا۔ ایک  
 شخص میری گاڑی کے پیچھے آگیا۔ مجھے ایسا لگا تھا جیسے وہ  
 بھائی صاحب تھے۔ جیسے لڑکی۔" یہ خواب دے کر تو جہان  
 خود ہی ہنس پڑا۔ ایک عام ایسی زبان پر بے اختیار آگیا  
 تھا۔ اس میں اس کے ارادے کو طوفانی مائوسی تھا، اور اصل  
 شاید وہ بھی نہیں سمجھتا تھا۔  
 "نہیں، یہ جہاں؟" "آپ ان کی طرف سے آئے تھے۔"  
 "میں ابھی کسی کو بھی نہیں دیکھا تھا۔" "تو جہان  
 نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔ "بہت سہجے، پتا چلا ہی نہ  
 پتا چلا، مجھے بہت اعتبار ہے کہ کام نہ ہوگا۔"  
 "نہیں، وہ کچھ سمجھا ہو کر نہیں لیکن اس نے سر ہلا دیا۔  
 "جہاں نے کہا کہ وہ وہاں ہو کر سہجے تھے۔ تو جہان بہت  
 چمکنا ہوا۔ اس کا پاس نظر آنے والے ہر شخص کا چہرہ وہ  
 حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے خیال کے مطابق کوئی ایسی شکل  
 اس کے سامنے آسکتی تھی جو اسے کچھ یاد دلا دے۔  
 لیکن اسے کوئی ایسی شکل نظر نہیں آئی۔ کوئی شکل وہی  
 جیسا نہیں آیا۔ وہ وہاں فریادی کر کے واپس آگئے۔  
 تو جہان نے اپنے لیے ایک سوٹ، ایک قمیض، ایک ٹیڈیاں،  
 جوتے اور موزے خریدے تھے۔ ایک اچھا شلوار سوٹ  
 خریدے کے لیے بھی خریدے تھا۔ تخریر کو اس وقت کچھ حیرت  
 ہوئی جب تو جہان نے پڑے کا پیر حتمی ایسی خرید دھونگے  
 میں اپنے پاس رکھا تھا۔  
 "نہیں، یہ خریدے؟" "نہیں، یہ خریدے؟" "نہیں، یہ خریدے؟"  
 کے بعد اپنی حیرت کا اظہار کیا۔

"اس سامی! ابھی۔"

"ابھی نہیں۔" "تو جہان نے سوچتے ہوئے کہا اور ہنسنے  
 پر نہ کر، ان کا خیال تھا کہ اسے حکیم صاحب نے دیا تھا۔ اس  
 میں پانچ سو روپے کے نوٹ تھے۔ تو جہان نے اس میں  
 سے صرف ایک نوٹ نکال کر تخریر کو تخریر کا نوٹ خریدنے  
 کے لیے دیا تھا۔ اس میں سے جو باقی پیسے بچے تھے وہ  
 تو جہان نے اپنی جیب میں رکھ لیے تھے۔ اس وقت اس نے  
 یہ نہیں دیکھا تھا کہ اس نے اس کے نوٹ تھے۔  
 "تو جہاں؟" "نوٹ گن کر دے، وہ فریب پڑا دیا۔ پھر  
 اس نے تخریر سے کہا۔ "آئی بی بی دے دیں گے وہی حکیم صاحب  
 نے مجھے۔"  
 "وہ آپ سے بہت محبت کرنے لگے تھے سامی!"  
 "نہیں، وہ تو خواب دیا۔" "جب میری نہیں ہوتے تھے تو وہ  
 مجھ سے آپ کی باتیں کیا کرتے تھے۔ آپ کی شکل کا کوئی  
 رشتہ کا بری تھا ان کا۔"  
 تو جہان نے اس بات کے جواب میں فوراً کچھ نہیں  
 کہا۔ وہ کچھ سوچنے لگا تھا۔ کچھ وقت اس نے سوچا۔  
 "یہ اس کی باتیں سن کر مجھے ہنس دیا۔ اس سے ملنے سے سوٹ  
 نہ پائے تھے۔"  
 تو جہان نے اپنے لیے کہا تھا کہ وہ ابھی تک جانے گا۔  
 "نہیں، یہ جہاں؟" "آپ کو تو خرید دے۔"  
 "ہاں۔"  
 "پچھلے صبح؟" "نہیں، وہ نہیں ملتا تھا۔"  
 "تو جہان نے کہا کہ وہ وہاں ہو کر سہجے تھے۔ تو جہان بہت  
 چمکنا ہوا۔ اس کا پاس نظر آنے والے ہر شخص کا چہرہ وہ  
 حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے خیال کے مطابق کوئی ایسی شکل  
 اس کے سامنے آسکتی تھی جو اسے کچھ یاد دلا دے۔  
 لیکن اسے کوئی ایسی شکل نظر نہیں آئی۔ کوئی شکل وہی  
 جیسا نہیں آیا۔ وہ وہاں فریادی کر کے واپس آگئے۔  
 تو جہان نے اپنے لیے ایک سوٹ، ایک قمیض، ایک ٹیڈیاں،  
 جوتے اور موزے خریدے تھے۔ ایک اچھا شلوار سوٹ  
 خریدے کے لیے بھی خریدے تھا۔ تخریر کو اس وقت کچھ حیرت  
 ہوئی جب تو جہان نے پڑے کا پیر حتمی ایسی خرید دھونگے  
 میں اپنے پاس رکھا تھا۔  
 "نہیں، یہ خریدے؟" "نہیں، یہ خریدے؟" "نہیں، یہ خریدے؟"  
 کے بعد اپنی حیرت کا اظہار کیا۔

کیا ہو۔ تخریر سے اس کے بعد اس خواب کی وجہ سے اس  
 کے خواب پرانہ سے تھے۔ تخریر کی بات سن کر وہ اپنے  
 خواب میں آیا۔  
 "ہاں۔" وہ آہستہ سے بولا۔ "خواب دیکھا تھا۔"  
 "اب رات ہونے والی ہے سامی۔" "تخریر دہلا۔"  
 "آکر نہیں چلا ہوتا تھا وہاں۔"  
 "ہاں، ابھی چلتے تھے۔" تو جہان نے کہا اور اپنی  
 جیب سے وہ چالی گالی جوتے حکیم صاحب سے کی گئی۔ اس  
 پر تخریر کا ہنسنہ بند تھا۔ تو جہان نے خواب میں جس پانی  
 سے لاکر بند کیا تھا وہاں اس کی سی تھی۔  
 تو جہان کے سامنے میں تھیں ان کا یہ یاد کیا۔ اس نے  
 جلدی سے وہ وہاں نکالا اور اس کا وہ سٹو نکالا جس کی ایک  
 تصویر اسے شام میں ہوئی تھی۔ اس نے فوراً سے تصویر  
 میں نظر آنے والے بینک کی طرف دیکھا۔ اس نے خواب  
 میں بھی چمک دیکھا تھا۔  
 "آئی آئی چھوڑ دو۔" "وہ بڑا بڑا۔"  
 اس نے خواب میں جس جگہ پر کار چلائی تھی وہ  
 تصویر اس کی تھی۔ جہاں سے تو جہان کے ہرے پر  
 سر کی پھیلنے کی۔  
 "کیا ہے اس زمانے میں سامی؟" "تخریر نے  
 پوچھا۔" "آپ بہت خوش تھے۔" "وہ جہاں۔"  
 "ہاں تخریر! تو جہان نے پوچھ کر اس میں کہا  
 "آکر میرا یہ خواب میں چاہے تو شاید میں اپنے بار سے بھی  
 کچھ نہ بگاڑ سکوں۔" "تو جہان نے کہا کہ وہاں جو جگہ  
 تخریر اس کا نوٹ رکھتا تھا۔  
 تو جہان ہنسنے لگا۔ اس نے اپنے اس نے سوچا  
 تھا کہ وہ اس بینک میں شاید ملازم ہو سکتا تھا، وہ سوچ رہا تھا  
 کہ اگر اس کا خواب میں چاہے تو پھر بات یہ ہوگی کہ اس نے  
 اس بینک میں ایک لاکر لے کر رکھا ہوگا۔ اس لاکر میں اس کی  
 کچھ ایسی چیزیں ہو سکتی تھیں جن سے شاید اس کی شخصیت اور  
 اس کے نامی پر کوئی روشنی پڑ سکے۔  
 "تخریر! تو جہان اس کے سامنے رک کر بولا۔  
 "تم جانتے ہو، یہ آئی آئی چھوڑ دو کہ وہاں ہے؟" اس  
 نے سامنے کی طرف اشارہ کیا جو ہنسنے لگا پڑا تھا۔ یہ اس  
 سڑک کی تصویر ہے۔"  
 "ہاں، سامی! تخریر نے کہا۔" "تخریر نے کہا۔"  
 تصویر ہے۔"  
 "تم مجھے وہاں لے جائے ہو؟"

اپنا کہ اس کا ایک خبر دیا۔ کچھ وقت سے اس نے ریسور  
 کے ساتھ جیسے میں کچھ کہا اور پھر ریسور دیکھ کر تو جہان سے  
 غائب ہو گیا۔  
 جلدی سے ایک آدمی ٹیکس کے کمرے میں داخل ہوا۔  
 تو جہان کی سی سے کھڑا ہوا اور اس آدمی کے ساتھ ٹیکس کے  
 کچھ سے لگا۔  
 خواب یہاں پھر اٹھ رہا تھا۔ ایک بار پھر وہ سٹو  
 شروع ہوا تو جہان نے خود کو بینک کے اسٹریٹکٹ روم میں  
 دیکھا۔ وہ تخریر کا ایک لاکر بند کر رہا تھا۔ اس کے قریب ہی  
 وہ آدمی کھڑا تھا جو ٹیکس کے کچھ سے اس کے ساتھ لگا تھا۔  
 تو جہان نے لاکر بند کر دیا تو اس سے چند قدم  
 قریب سے کھڑا ہوا۔ ٹیکس کے قریب آیا۔ اس نے لاکر میں  
 ایک پانی لکھی۔  
 لاکر بند کرنے کے بعد تو جہان نے وہ پانی اپنی  
 جیب میں رکھ لی تھی جس پر "تخریر" کا ہنسنہ بند تھا۔ بینک  
 کے آدمی کی پانی اس کے پاس میں تھی۔ تو جہان اور وہ آدمی  
 اسٹریٹکٹ روم سے نکل آئے۔ تو جہان نے بینک کے آدمی  
 سے کھڑا کر دیا۔ دونوں نے ایک دوسرے سے صاف تو کیا  
 اور پھر جہان بینک سے باہر آگیا۔ بینک کے سامنے فٹ  
 پاتھ سے لگی ہوئی ایک کار کھڑی تھی۔ تو جہان نے جیب سے  
 ایک اور پانی نکالی اور ڈرائیو تک سینے کا دروازہ کھول کر  
 اندر بیٹھ گیا۔ اس کی اسٹارٹ کرتے ہوئے اس نے ایک اچھٹی  
 سی نظر بینک کے پورے پر ڈالی اور پھر کار آگے بڑھا دی۔ وہ  
 رفتار بڑھا تا جا رہا تھا کہ کسی جانب سے کوئی شخص دوڑتا ہوا  
 اس کی نگاہ سے سامنے آگیا۔ تو جہان کے منہ سے کچھ لگا اور  
 اس نے بریک لگا کر لیکن حادثہ ہو کر رہا۔ سامنے آنے والا  
 گاڑی کے آگے آکر ٹکرا گیا۔  
 تو جہان کی آنکھ کھلی تھی۔ وہ جلدی سے اٹھ بیٹھا۔ اس  
 نے تخریر کو دیکھا جو فرش پر بھی جا رہا تھا۔ وہ جلدی  
 سے اٹھ کر تو جہان کے قریب آیا۔  
 "کیا ہوا سامی؟" "اس نے پوچھا۔" "آپ پر پتھان  
 نعرہ آ رہا ہے۔"  
 "بھائی صاحب میری گاڑی کے پیچھے آگئے۔"  
 تو جہان کے منہ سے نکلا۔  
 "گاڑی کے پیچھے؟" "نہیں، آپ تو ہنسنے لگے۔" وہ بولا  
 جلدی سے وہاں چھوڑ کر بولا۔ "آپ نے شاید کوئی خواب دیکھا  
 ہے۔"  
 تو جہان کے چہرے پر ایسا ڈراما جیسے وہ چمک

لو جو ان نے ہلکی سی سکر اسٹ کے ساتھ جواب دیا۔  
 "اس جسم کے قلیق آج کل کھینچ سکتا ہوں میں لگا لپٹے گا۔ یہ پہلو تک جاتا ہے۔ جب تک میں تمہارے ساتھ چلوں گا تو یہ جیسا کہ اپنی گردن سے نکال دیا۔ شاید اس کی ضرورت پڑے۔"

جیسا کہ جو ان نے دوسرے دن کے لیے ایک منصوبہ بنالیا تھا جس پر اس کے دل میں کیا جاتا۔ اس منصوبے پر عمل پیرا ہونے کے لیے اس کی ضرورت پڑی تھی۔

رات کا کھانا کھانے کے بعد تو جو ان نے نذر دے کہا۔ "مجھے اتنا یاد ہے کہ اس شہر میں چراغ بھی ہوتے ہیں لیکن یہ یادیں آج تو باہر سے کہ وہ کہاں ہوتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تم اس بار سے میں کی جانتے ہو گے؟"

"ہاں سا بھیجئے، مجھے معلوم ہے۔"

"کچھ ہنسی بچنے سے پہلے کی جڑا کے پاس بٹا ہوا۔"

"کیوں سا بھیجئے؟" نذر دے نے جواب دیا۔

"جدا دے گا۔" تو جو ان نے بات ختم کرنے کے لیے کہا۔ وہ اس وقت اپنے اس کے منسوب کے تمام پہلوؤں پر اپنی طرح غور کر رہا تھا۔

دوسری رات وہ دونوں تاشا کرنے کے بعد روٹی کے لیے تیار ہو گئے۔

"کیا بات ہے نذر دے؟" تو جو ان اس کا ایک پوچھ رہا تھا۔

"کیا تمہیں میرے ساتھ رہنے سے ڈر ہے؟" تو جو ان نے اس سے کہا۔

"آج جب سے جا گا ہوں جیسا کہ پریشان ہو رہا ہوں۔"

"ذرا کی کوئی بات نہیں ہے سا بھیجئے۔" نذر دے نے جواب دیا۔

"میں پریشان اس لیے ہوں کہ کل رات میں باپ سے بات نہیں ہو سکی۔"

"باپ؟" تو جو ان نے کہا۔

"ہاں سا بھیجئے۔"

"نذر دے تو گاؤں میں ہو گا۔ اس سے تمہاری بات کیسے ہو سکتی ہے؟"

"سوئی پر سا بھیجئے۔" جواب دیتے ہوئے نذر دے نے اپنی جیب سے ایک مٹولی قسم کا سواگل فون نکالا۔ اسی کو اس نے "سوئی" کہا تھا۔

"سوئی فون ہے تمہارے پاس؟" تو جو ان کو توجہ دیا۔

"ہاں سا بھیجئے۔" نذر دے نے جواب دیا۔

"یہ سوئی رات کو جب آپ سو گئے تھے تو میں نے کوشش کی تھی۔ مگر رات میں کوشش کرتا رہا۔ جواب ہی نہیں ملتا۔"

"گاؤں میں فونوں کے پاس سواگل فون ہیں؟"

لو جو ان نے ہلکی سی سکر اسٹ کے ساتھ جواب دیا۔  
 "اس جسم کے قلیق آج کل کھینچ سکتا ہوں میں لگا لپٹے گا۔ یہ پہلو تک جاتا ہے۔ جب تک میں تمہارے ساتھ چلوں گا تو یہ جیسا کہ اپنی گردن سے نکال دیا۔ شاید اس کی ضرورت پڑے۔"

جیسا کہ جو ان نے دوسرے دن کے لیے ایک منصوبہ بنالیا تھا جس پر اس کے دل میں کیا جاتا۔ اس منصوبے پر عمل پیرا ہونے کے لیے اس کی ضرورت پڑی تھی۔

رات کا کھانا کھانے کے بعد تو جو ان نے نذر دے کہا۔ "مجھے اتنا یاد ہے کہ اس شہر میں چراغ بھی ہوتے ہیں لیکن یہ یادیں آج تو باہر سے کہ وہ کہاں ہوتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تم اس بار سے میں کی جانتے ہو گے؟"

"ہاں سا بھیجئے، مجھے معلوم ہے۔"

"کچھ ہنسی بچنے سے پہلے کی جڑا کے پاس بٹا ہوا۔"

"کیوں سا بھیجئے؟" نذر دے نے جواب دیا۔

"جدا دے گا۔" تو جو ان نے بات ختم کرنے کے لیے کہا۔ وہ اس وقت اپنے اس کے منسوب کے تمام پہلوؤں پر اپنی طرح غور کر رہا تھا۔

دوسری رات وہ دونوں تاشا کرنے کے بعد روٹی کے لیے تیار ہو گئے۔

"کیا بات ہے نذر دے؟" تو جو ان اس کا ایک پوچھ رہا تھا۔

"کیا تمہیں میرے ساتھ رہنے سے ڈر ہے؟" تو جو ان نے اس سے کہا۔

"آج جب سے جا گا ہوں جیسا کہ پریشان ہو رہا ہوں۔"

"ذرا کی کوئی بات نہیں ہے سا بھیجئے۔" نذر دے نے جواب دیا۔

"میں پریشان اس لیے ہوں کہ کل رات میں باپ سے بات نہیں ہو سکی۔"

"باپ؟" تو جو ان نے کہا۔

"ہاں سا بھیجئے۔"

"نذر دے تو گاؤں میں ہو گا۔ اس سے تمہاری بات کیسے ہو سکتی ہے؟"

"سوئی پر سا بھیجئے۔" جواب دیتے ہوئے نذر دے نے اپنی جیب سے ایک مٹولی قسم کا سواگل فون نکالا۔ اسی کو اس نے "سوئی" کہا تھا۔

"سوئی فون ہے تمہارے پاس؟" تو جو ان کو توجہ دیا۔

"ہاں سا بھیجئے۔" نذر دے نے جواب دیا۔

"یہ سوئی رات کو جب آپ سو گئے تھے تو میں نے کوشش کی تھی۔ مگر رات میں کوشش کرتا رہا۔ جواب ہی نہیں ملتا۔"

"گاؤں میں فونوں کے پاس سواگل فون ہیں؟"

"ہاں سا بھیجئے۔"

"اس بار سے میں سوچتا ہوں۔" نذر دے نے کہا۔

"یہاں سے رات ہو رہی ہے۔"

"میں نے بھی سوچا۔ شاید یہ اتفاق ہو لیکن حکیم صاحب یا مادی کا سواگل فون تو میری نظر میں آئی جاتا ہے۔"

"گاؤں میں بس انہی دونوں کے پاس نہیں ہے۔ حکیم صاحب بھی کہتے ہیں۔ اس سے کان میں جو آواز آتی ہے۔ اس سے کان کڑو ہو جاتے ہیں۔"

نذر دے شاید حکیم صاحب کے خیالات کی کج وضاحت نہیں کر سکتا تھا۔

"اسی لیے انہوں نے بھی مادی کو بھی سواگل فون خریدنے نہیں دیا۔" نذر دے بولا۔

"ذرا اس وقت غلط فہمی ہے۔" تو جو ان نے بے تابی سے کہا۔

نذر دے غور کرتا ہوا بولا۔ "انگریزی میں کوئی عورت اپنی سواگل فون ہے۔" اس نے غور سے سواگل فون کو جو ان کو دے دیا۔

لو جو ان کی حد تک بچان کا شکر ہو گیا تھا۔ اسے یہ امید ہو گئی تھی کہ اگر نذر دے باپ کا نمبر نہ لگاؤں گا تو اس کی اور آدمی سے رابطہ کر کے اس کے حالات معلوم کیے جاسکتے تھے۔

لو جو ان نے سواگل فون سے کہا کہ اس سے لگاؤ نذر دے کے کہنے کے مطابق اسے ایک سواگل فون آواز دے گا۔ سواگل فون دے دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نذر دے باپ نے اپنا سواگل فون بند کر رکھا تھا۔

لو جو ان نے جب یہ بات نذر دے کو بتائی تو وہ بولا۔

"باپ تو اپنا فون بھی بند کر رہا تھا۔"

یہ جواب تو خوشی کا تھا لیکن تو جو ان نے اس پر غور کیے بغیر نذر دے سے کہا۔ "گاؤں کے کسی اور آدمی کا نمبر لگاؤ۔"

"مجھے کسی کا نمبر نہیں معلوم۔" میں تو میں باپ سے بات کر لیا کرتا تھا۔

اس جواب نے تو جو ان کی امید پر پانی بھیر دیا۔ اس کی پتہ امید بندھ گئی تھی جو جسم میں رہے ہوئے گاؤں کے حالات معلوم نہیں کیے جاسکتے تھے اور یہ بات کسی حد تک غور سے ہی تھی کہ نذر دے کا باپ جو بھی اپنا سواگل فون بند کر رہا تھا، مگر نذر دے سے ہی بند تھا۔

اب تو جو ان کو نذر دے کی پریشانی کا سبب معلوم ہو گیا۔

"یہ بات تو واقعی عجیب ہے۔"

لو جو ان نے ہلکی سی سکر اسٹ کے ساتھ جواب دیا۔  
 "اس جسم کے قلیق آج کل کھینچ سکتا ہوں میں لگا لپٹے گا۔ یہ پہلو تک جاتا ہے۔ جب تک میں تمہارے ساتھ چلوں گا تو یہ جیسا کہ اپنی گردن سے نکال دیا۔ شاید اس کی ضرورت پڑے۔"

جیسا کہ جو ان نے دوسرے دن کے لیے ایک منصوبہ بنالیا تھا جس پر اس کے دل میں کیا جاتا۔ اس منصوبے پر عمل پیرا ہونے کے لیے اس کی ضرورت پڑی تھی۔

رات کا کھانا کھانے کے بعد تو جو ان نے نذر دے کہا۔ "مجھے اتنا یاد ہے کہ اس شہر میں چراغ بھی ہوتے ہیں لیکن یہ یادیں آج تو باہر سے کہ وہ کہاں ہوتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تم اس بار سے میں کی جانتے ہو گے؟"

"ہاں سا بھیجئے، مجھے معلوم ہے۔"

"کچھ ہنسی بچنے سے پہلے کی جڑا کے پاس بٹا ہوا۔"

"کیوں سا بھیجئے؟" نذر دے نے جواب دیا۔

"جدا دے گا۔" تو جو ان نے بات ختم کرنے کے لیے کہا۔ وہ اس وقت اپنے اس کے منسوب کے تمام پہلوؤں پر اپنی طرح غور کر رہا تھا۔

دوسری رات وہ دونوں تاشا کرنے کے بعد روٹی کے لیے تیار ہو گئے۔

"کیا بات ہے نذر دے؟" تو جو ان اس کا ایک پوچھ رہا تھا۔

"کیا تمہیں میرے ساتھ رہنے سے ڈر ہے؟" تو جو ان نے اس سے کہا۔

"آج جب سے جا گا ہوں جیسا کہ پریشان ہو رہا ہوں۔"

"ذرا کی کوئی بات نہیں ہے سا بھیجئے۔" نذر دے نے جواب دیا۔

"میں پریشان اس لیے ہوں کہ کل رات میں باپ سے بات نہیں ہو سکی۔"

"باپ؟" تو جو ان نے کہا۔

"ہاں سا بھیجئے۔"

"نذر دے تو گاؤں میں ہو گا۔ اس سے تمہاری بات کیسے ہو سکتی ہے؟"

"سوئی پر سا بھیجئے۔" جواب دیتے ہوئے نذر دے نے اپنی جیب سے ایک مٹولی قسم کا سواگل فون نکالا۔ اسی کو اس نے "سوئی" کہا تھا۔

"سوئی فون ہے تمہارے پاس؟" تو جو ان کو توجہ دیا۔

"ہاں سا بھیجئے۔" نذر دے نے جواب دیا۔

"یہ سوئی رات کو جب آپ سو گئے تھے تو میں نے کوشش کی تھی۔ مگر رات میں کوشش کرتا رہا۔ جواب ہی نہیں ملتا۔"

"گاؤں میں فونوں کے پاس سواگل فون ہیں؟"



جنوں گمشدہ کسی

سجاد ہنسنا "ان حضرات کو معلوم ہی کہاں ہے کہ میں اس ہمارے کچھ نہیں ہوں اور میں نے ان سے تمہارے خراب گفتگو کے پیش نظر ہوتا ہوں ضروری نہیں سمجھا ہاں انہیں میرا سونپا نہیں بیٹھے معلوم ہوگا کہ تمہارے اچانک پلے جانے کی وجہ سے پریشان ہو کر میں نے انہیں فون کیا تھا۔ میرے سوال پر انہوں نے جواب دیا کہ تم میرا دل لگ گئے ہوئے ہو۔ انہوں نے انہیں گھنٹہ گھنٹہ میں کہا تھا۔ اس وقت ان کا چہرہ میرے سامنے نہیں تھا لیکن ان کے لہجے سے مجھے ایسا لگا تھا کہ جیسے انہوں نے بہت ہی محنت سے جواب دیا تھا۔" تو جوں مسکرا کر وہ کہا۔

سجاد نے اس کام کا ریسورسز لگا کر فون نمبر دیا اور کچھ وقت سے بولا۔ "میں صاحب ازرا میرے پاس آئے! کوکب آیا ہے۔ اسے اسٹراک دھرم میں سے مل گیا ہے۔" اس وقت تک تو جوں اور ذریعہ واسطے گلاس خالی کر چکے تھے۔

"آپ بہت کم کو معلوم ہوتے ہیں؟" سجاد نے ذریعہ سے کہا۔

"ہاں۔" تو جوں جلدی سے بولا۔ "ان کا خیال ہے کہ زبان کھلائی جائے تو انہی کی کم خصلت ہوتی ہے۔" سجاد ہنسنا "صاف کے پتے میں سے کیسے لگے ہیں؟" "تو راصل۔" تو جوں نے کہا۔ "میں نے انہیں صحافی اس اعتبار سے کہا کہ یہ اخباروں میں مضامین لکھتے ہیں۔ کسی پریس کانفرنس میں نہیں جاتے، کبھی کسی کانفرنس میں نہیں لیتے۔"

یہ بات زیادہ آگے نہیں چلی۔ چالیس سال کا ایک شخص اندر آیا۔ اس نے تو جوں کو سلام کیا اور مسکراتے ہوئے کہا۔ "بہت دن بعد آئے کوکب صاحب!۔" تو جوں بچھو گیا کہ اس شخص کا نام عظیم تھا جسے سجاد نے بلایا تھا۔

"کچھ ایسی ہی بات تھی۔" تو جوں نے ہنس کر کہہ کر سجاد کو جواب دیا اور کرسی سے اٹھتا ہوا بولا۔ "آئیے آئیے صاحب۔" "انہیں نہیں جیتا رہتے دو۔" سجاد بولا۔ "تم اپنا کام کر آؤ۔"

"میں سجاد انہیں بھی جانے دو۔ یہ اسٹراک دھرم کے باہر کھڑے ہیں جسے میں سمجھتی اور جیتے سے چلا جاؤں گا۔ مجھے کئی کام کرتے ہیں اور تم سے باتوں میں خاصا وقت گزار گیا ہے تم سے کل پانچ برسوں میں۔" سجاد چاہتا تھا کہ ایک سے باہر جا کر اپنے دوست کو

شراب کی بوتلیں اور گلاس لایا تھا۔ "گلاسوں میں تم ہی ڈنڈیل دو۔" سجاد نے چہرے سے کہا۔

چہرے نے شراب کی بوتلیں گلاسوں میں خالی کیں اور بوتلیں لے کر چلا گیا۔ "چھاپا سوال شاید بھول ہی گیا تھا۔ وہ بولا۔ "اور ہاں، ابھی مجھ سے ہی ملے آئے ہو یا کچھ کیش لگوانا ہے۔" "ہرگز۔"

تو جوں کو کہا کہ اس ایک میں اس کا ڈنڈ بھی تھا۔ "کیش کی کمی ضرورت ہے اور لا کر بھی گئے ہوں گے۔" "تو جوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن مشکل یہ ہے۔" "بیک تو دھلا کر بھی کیش نہیں ہو سکتا میری جان!۔" "میں مسئلہ اس طرح حل ہو سکتا ہے کہ میں جیتا اپنے ڈنڈا لے کر آؤں۔" "تو جوں نے جواب دیا۔ "بہت مشکل یہ ہے۔" "پانچ کی ضرورت ہے۔" "پانچ بڑے سے مل جائے گا۔"

"میں جانے گا۔" تو جوں نے سرسری انداز میں کہا "میں اس کا بیان یہ جان کر اور بڑھ گیا تھا کہ وہ بالی طور پر نامہ خوش مال ہے۔"

"آپ رہا لاکھ کا سوال۔" سجاد بولا۔ "دھلا اس کے لیے بھی ضروری تھا۔ تم بائیں ہاتھ سے اونٹھے سے سیدھے دھلا کر دو۔ میں اس پر پریشانی نہیں کر رہا کہ اپنے دستہ کر دوں گا۔ یا مجھ کو اس پر کچھ اور کروں گا۔ جب ہاتھ ٹھیک ہو جائے تو دستہ کر دوں گا۔ لاکھ دو کچھ لو جا کر لیکن پہلے تو ختم کرو۔" اس کا اشارہ شراب کے گلاس کی طرف تھا۔ تو جوں کے دل کی دھڑکن خوشی کے بارے میں ہو رہی تھی۔ نہ صرف یہ کہ اسے کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا چاہیے تھا بلکہ اسے کوئی بات بھی معلوم ہو گئی تھی۔

نہرو دھرم اور ان میں تھوڑی سی ساد سے رہا تھا۔ سجاد نے اپنی پینک بک نکال کر پانچ بڑے کا ایک "پینک" بک کا اور ایک سے کئی آدمی کو بارگاہ میں لے گیا۔ "میں جاؤں اور وہی ہو گا۔"

سجاد نے کوئی پرانا چمچہ راجی سنا شروع کر دیا جو تو جوں کو بالکل یاد نہیں تھا لیکن وہ مسکراتا ہوا بولا۔ "ہاں اور ان میں پانچ بڑے کی رقم بھی آگئی جو تو جوں نے اپنے کوئی ایک اندرونی جیب میں رکھی۔"

تو جوں نے دھڑکنے والے ساتھ چہرہ "کبھی بھائی صاحب کا دھرم سے گزرا ہوا؟"

گئے، درختوں کو بھی بھول گئے! بہت پریشان ہے وہ ان کی مرتبہ مجھے بھی فون کر چکی ہے۔ میں نے اسے سنا بتایا کہ تم نے مجھ سے بھی رابطہ نہیں کیا۔ کمال ہو تم بھی۔ اس سے تو رابطہ کیا ہوتا، یا آج اس سے بات کرتے ہو؟ مگر کیسے کرو گے؟ اس کا کیا نمبر تو میں معلوم ہی نہیں ہوگا؟"

"کیا مطلب؟" تو جوں کے منہ سے نکلا۔ وہ اس وقت کسی حد تک سچائی کی کیفیت میں مبتلا ہو گیا تھا۔ بے اور بے کچھ باتیں اس کے سامنے آ رہی تھیں۔

نمبر سجاد نے بتایا۔ "بھائی فون پر اسے کوئی بہت شک کر رہا تھا۔ برسوں اس نے اپنے خوابوں کی سمجھ بھول کر لی ہے اور نیا نمبر اپنے کچھ خاص خاص جاننے والوں کو بتا دیا ہے۔ کبھی بھی اس نے مجھے فون کر کے تمہارے بارے میں پوچھا تھا۔ اس کا کیا نمبر ہے میرے پاس۔"

"وہ نمبر مجھے دے دو۔" تو جوں نے اپنے اعتماد کی نشان دہی کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "میں اسے سر پر رکھ دوں گا۔" سجاد نے سیر پر چڑھا ہوا سونپا لے لیا اور بولا۔ "آئیے آئیے تم اپنے سونپے میں لے کر آؤ۔"

تو جوں کو بڑے وقت سوچنے کی بات آئی اور آخری میں بھی بھولے ہوئے کہا۔ "وہ تو شاید میں نہیں بھول آیا ہوں۔"

"کیسے کیا؟" سجاد نے منہ بٹایا۔ "پانچواں کارڈ میں ہی بھول آئے تو گئے۔ پانچواں عادت ہے تمہاری۔" "نمبر،" سجاد نے سیر پر لکھ دیا۔

تو جوں نے سیر پر لکھ کر دھرم اس پر ہرانا ہے۔ سجاد نے سیر پر ایک نمبر لکھ کر تو جوں کو دیا۔ "اب بھی دیکھو یہ دور ہے ہوا؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"وہ؟" سجاد نے اپنا منہ نہیں لگا۔ "سجاد نے کہا۔ پھر میں کر بولا۔ "میں اب یہ وقت سوال کر رہا تھا اور سیر پر پہلے ہی تو لے رہے تھے۔" "انہی ہندی کیوں چھوڑ گئے؟" میں وہاں سے کبھی دھڑکن لگا چکا ہوں۔ چہ کدو لے لیا تھا کہ تمہارا اپنا منہ اسی دن سے بند چلا ہے جس دن تم کو اپنی سے غائب ہوئے تھے۔ یہ تو اب معلوم ہوا ہے مجھے کہ تم غائب نہیں ہوئے تھے بلکہ انہیں چلے گئے تھے۔" سجاد کو ناپائیدار ہوا اور مسلسل بولنے کی عادت تھی۔ اس نے پوچھا۔ "میں چاہتا تھا کہ مجھے جانے کی ضرورت ہوگی کیوں؟" تو جوں کو اس کا جواب نہیں دیا پڑا کہ ایک سجاد کی توجہ چہرے کی طرف مبذول ہو گئی تھی جو ایک ترے سے

تھی۔ وہ میرے گرد گھوم کر تو جوں کے قریب آیا اور وہاں انہمازی میں اس سے لپٹ گیا۔ "میں نے انہیں کہاں غائب رہے میری جان انہمازی سونپا لے فون لکھتے نہ ملے۔"

تو جوں کو فون لگوانا دھرم ہو گیا، جو ہر بھی چاہیے تھا کہ نمبر اس کا کوئی پرانا اور بے تلف دوست تھا۔ اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کا نام کوکب تھا۔

"مجھے اچانک انہیں جان پڑ گیا تھا۔" تو جوں کو بھی جواب سوجھ گیا۔ "اور یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہوا؟" "نمبر نے تشویش سے پوچھا۔

"مجھ سے ہوتا ہے، ہوتی جاتا ہے۔" تو جوں نے ہنس کر کہا۔ "ایک بڑے پر پھسل گیا تھا تو میرے ایک موز سائیکل کو زبردستی بھی۔ میں خود اس سے نہیں لگتا لیکن میرا ہاتھ اس کے پیچھے میں کھینچ کر رہ گیا۔"

"تو کیا؟"

"میں نہیں۔" تو جوں نے اس کی بات کاٹی۔ "زیادہ تشویش کی بات نہیں ہے۔ کوئی ہڈی نہیں ٹوٹی۔ ڈاکٹر کا خیال ہے کہ کسی پتھر ہون میں ہاتھ یا لنگ ٹھیک ہو جائے گا۔" "مگر ہے۔" اچھا کچھ تو تھی۔

تو جوں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہی وقت خیرا دھرم آیا۔ "یہ میرے ساتھ تھا۔" تو جوں جلدی سے بولا۔ "اندرون سے جاکے ایک صفائی میں۔" "نمبر نے خیر۔"

"خوش ہوئی آپ سے ملی کر۔" "نمبر نے ذریعہ سے صاف کر کے ہونے کہا۔" "میرا نام سجاد چوڑا ہے۔ کوکب نے آپ کو بتا دیا ہوگا کہ ہم کچھ بچپن کے دوست ہیں۔ اور! تشریف رکھیے؟ آپ بھی۔"

نمبر مسکراتا ہوا بیٹھ گیا لیکن اندر سے وہ خاصا دھرم تھا۔

نمبر نے چہرے کی کچھ کچھ کھڑے شراب کی بوتلیں لٹکوائیں اور پھر تو جوں سے کہا۔ "انہیں سے کب آئے؟" "آج ہی آئی ہیں۔"

"اور تمہارے بھائی صاحب کا کیا حال ہے؟ ان سے مصالحت کی کوئی صورت پیدا ہوئی؟" "نمبر نے اس سوال نے تو جوں کو باہر کر دیا کہ اپنے بڑے بھائی سے اس کے تعلقات ٹھیک نہیں تھے جس کا کام چیک نمبر تھا کہ وہ بھی تھا۔

"یاد دلاؤ وہ سب۔" تو جوں نے کہا۔

"اور ہاں!۔" نمبر سجاد کو کچھ یاد آیا۔ "تم انہیں لگا





دوبارہ پڑھا۔  
 اسی صبر کو کب بے شک گیا۔ اس نے کہا۔ "یہ میرا گھر  
 ہے نہ تو وہ یہ میرا گھر ہے، یہ قہار گھر ہے۔" اسی کے لہجے  
 میں استغنیائی تھی۔ "یہ شکم صاحب کا گھر ہے، یہ دار۔۔۔"  
 وہ ایک لخت دھوئی ہو گیا۔ نادری کا نام اسی کی زبان پر  
 نہیں آتا تھا۔ اسی وقت اسی کے دوبارہ گھر سے نکلا گیا۔  
 وہی یقیناً سب سے اچھی لڑکی تھی اسے پتہ بھی نہ تھی کہ لڑکی  
 آخر درخشاں سے محبت کرتا تھا۔ اسے درخشاں کے باپ کا  
 نام بھی یاد آ گیا تھا۔ سلطان علی جو ایک راجا نر پھر شہنشاہ  
 آف انڈیا تھا۔  
 "آپ کا گھر ہے یا نہیں؟" اندر دو گھر دھوئی ہو گیا۔  
 "آپ کسے پتا چلا؟"  
 "میں چل گیا تھا۔" کوکب کی آواز میں لرزش تھی۔  
 "مجھے بالکل خیال نہیں تھا کہ کوکب بیٹی کے دوسرے ہی  
 دن اتنا کم معلوم ہو جائے گا۔ امید ہے کہ اندر جی ساری  
 باتیں معلوم ہو جائیں گی، بلکہ واقعی آج آج ہے۔"  
 درخشاں کی تصویر دیکھ کر اس کے دوبارے میں  
 جو جھمکے ہوئے تھے، انہی کی وجہ سے اسے خیال آ رہا تھا  
 کہ اب اسے سب کچھ یاد آجائے گا۔ سجاد سے درخشاں کا  
 ہم سن کر اسے کچھ یاد نہیں آتا تھا لیکن تصویر کو دیکھتے ہی  
 اسے یاد آ گیا تھا کہ درخشاں کی تصویر ہے۔  
 "یہ محبت اچھا ہو گیا سائیں" اندر دو دیکھ کر بہت  
 خوش تھا۔  
 "میری چیزیں مجھے ملے۔۔۔"  
 کوکب کی ڈائری اور دو اونٹن لٹائے ہی تھیں جس کا جو  
 اس وقت بھی نہ پڑی کے گلے میں لٹکا ہوا تھا۔ ہوئی سے  
 پہلے وقت کوکب نے دو اونٹن چیزیں اپنے پاس نہیں  
 رکھی تھیں۔  
 خیر وہ نے اونٹن چیزیں اتنے سے دیں۔ کوکب نے  
 دو بستر کی سامانہ ٹیکل پر رکھی، پھر تیر کا ہاتھ پکڑ کر اسے  
 ڈرائنگ روم میں لے آیا۔  
 "اب تم یہاں بیٹھو، یا کسی صوفے پر لیٹ کر آرام کرو۔"  
 اس اپارٹمنٹ کے اندر سے کمرے سے ملنے بہت معمولی  
 سا سامان پڑا ہوا تھا۔ اس کی آرائش تھیں کی تھی۔ اگر  
 وہاں صرف دو بستر پڑا ہوا تو کوکب نے یہ کہہ کر ڈرائنگ کے  
 بیٹھے اٹھائے۔  
 "میں اب اس کمرے میں جا کر ڈائری پڑھوں گا۔"  
 کوکب نے اپنی بات میں اضافہ کیا۔

[illegible]

"کیوں سامیجی؟" "نذیر و حیرت سے بولا۔  
 "میں کہیں سمجھا نہیں سکتا۔" "کوکب نے کہا۔ "مجم  
 جلدی سے بیٹے جا کر اوٹلی والے کامیاب گتہ کر دو۔ میں  
 سامان سپرد ہوں۔"  
 نذیر: چونکہ وہ چار لکے بھیر کر سے تھا کیا۔  
 کوکب نے روزانہ اندر سے بند کر لیا۔ اسی نے  
 مرا سے سامان بیچنے کی بات کی تھی جبکہ ایسا کوئی خاص  
 سامان تھا ہی نہیں۔ اس نے کرشن شام کا خریدنا ہوسٹ  
 چائینک کے اسی شاپ میں رکھا جس میں وہ لاڈ لیا تھا۔  
 اور کسی چیز پر غور کیا ہی نہیں، ان کے شاپ پر بھی تھے۔ ان  
 میں کوکب اور نذیر کے شاپوار سوٹ بھی آگئے۔ ان کا  
 "تعمری" ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔  
 "نذیر سے فی ہوتی چابی اس نے کوکب سے قہقہے کی  
 بیب میں خٹک کر لی۔  
 نذیر کے ساتھ ہوش کا لڑکا بھی آیا نہ کہ ایک کڑا  
 تھا۔ نذیر نے کہے کی چابی کا دفتر پر سے دیکھ کر جواب  
 دیا کہ "اب کہاں ملتا ہے۔" "نذیر نے ہوش سے  
 لگتے وقت سے چما۔  
 کوکب نے کوئی جواب دیے بغیر نذیر کا ہاتھ پکڑ کر  
 مزاک پار کی جہاں اسے ایک عالی شان کھڑی نظر آئی تھی۔  
 "اگرچہ اس نے کبھی ہوا سواری پر اپادھت کا کچا کوکب کو  
 اچھا۔ اس نے کبھی ذرا تھوڑے کوس ملائے کا نام بتا دیا۔  
 کیسے ان دونوں کو ملے کر کل چڑی۔ نذیر: ایسا ہوا جانا  
 سامیجی بیٹا۔ اس کی بھوس میں قہقہے آ رہا ہوا کہ اسے  
 اس کے شری سامیجی نے کہاں جانے کا ارادہ کر لیا ہے۔  
 بتائے ہئے ملائے میں جتنی کر چکی ذرا ایسے نے  
 پچھا۔ "کہاں اتارنا ہے صاحب؟"  
 "ساویری اپارٹمنٹس آ رہے ہیں؟" "کوکب نے آج پچھا۔  
 "نئی صاب؟"  
 "بس دلہا جاتا ہے۔"  
 دو منٹ بعد ہی کبھی جس عمارت کے سامنے رہی، وہ  
 اور منزل تھی۔ "اسی پر" "ساویری اپارٹمنٹس" بھی لکھا ہوا تھا۔  
 "نذیر: ادا کر کے دو،" "دونوں کیسے سے اترے۔" "شاہک ہیک  
 تانے کا تھون میں تھے۔  
 جب وہ دونوں اپارٹمنٹس کے چابک سے اندر داخل  
 نے تو ایک ایسے شخص سے سامنا ہوا جو دہان کا چونکہ اور  
 غلام ہوا تھا۔ وہ کوکب کو کچھ کہتا اور پھر نذیر کو بولتا

روایتی۔ "اتر کر رہا۔" ادا کیا اور ایک طرف بھاگ پڑا۔ اس کے اندازے کے مطابق وہ بھٹی اور سی ہوا چاہیے تھا جہاں اس نے خیرہ کے ساتھ قہر قائم کیا تھا۔

جلد ہی اسے احساس ہوا کہ وہ بھٹک گیا ہے، لیکن وہ پریشان نہیں ہوا۔ بھٹی کا نام اسے یاد تھا۔ وہ لوگوں سے پوچھتا ہوا بھٹی نکلتی گیا۔

خیرہ کو بھی تو کیا ہوگا۔ اس نے دروازے پر دستک دیتے ہوئے سوچا۔ خواہے تو کچھ دیر ہوگئی تھی۔

وہ دروازہ کھولنے والا نہ رہی تھا۔

"اچھا سا کیا۔" وہ بے اختیار کی میں اٹھا رہا تھا۔

"کوئی کڑو تو نہیں ہوئی؟ خیرہ نے کہا۔" کوئٹہ نے اندر داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔

"کامیاب کیا۔" خیرہ اب دیتے ہوئے وہ دروازہ بند کرنے لگا۔

"چمک کے ایک صاحب نے جھپٹیں مکہ چیزیں دی ہوں گی؟" کوئٹہ نے پوچھا۔

"جی کامیاب۔" خیرہ نے پکے کر ایک طرف رکھا ہوا کپڑے کا تھالا اٹھا دیا۔

ڈائری اور براؤن لفافے کے ساتھ چالی بھٹی تھی۔ کوئٹہ کا خیال تھا کہ وہ چالی شاید اس کے یادداشت کی ہوگی۔ کوئٹہ نے چالی بیس میں اٹھا لی، پھر ڈائری اور براؤن لفافہ ایک طرف رکھ کر اپنے دائیں ہاتھ کی وہ ڈیرینگ کھولنے لگا جو اس نے ایک جڑ سے گروائی تھی۔

ڈیرینگ کھولنے کے بعد اس نے سوٹ اتار کر شوارٹس کپڑے پہنے۔ اب وہ اپنے کر اینڈ ڈائری پڑھنا چاہتا تھا کہ دروازے پر دستک ہوگی۔

"کوئی آگیا؟" وہ چمک کر بولا اور اس کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔

"بھٹی کا لڑکا ہوگا کامیاب۔" خیرہ نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "میں آگیا تھا، برتن میں سے پڑے تھے۔"

خیرہ نے دروازہ کھولا۔ وہ بھٹی کا لڑکا ہی تھا۔ وہ برتن لے کر چلا گیا لیکن کوئٹہ پر کچھ مہم غامضی ہوگئی۔

کبھی چمک سے کبھی اسے اس کا تعاقب نہ کیا ہو۔ اس کے سامنے میں اندیشہ ابھرا۔ اسے لگتا دالے کا بھی خیال آیا۔ وہ بھی اس کے دشمنوں کا آدمی ہو سکتا تھا۔

"خیرہ بولا۔" کوئٹہ نے قہر پھینکتے ہوئے کہا۔ "بھٹی یہاں سے نکلے اور چلا جاتا ہے۔" اور وہ

جزیرہ کی مشیت

کیونکہ اس وقت تک کوکب نے کوئی واضح بات نہیں کی تھی اس لیے بیکل اس کی باتیں بھی نہیں اور بھی بکر عقلی کا اظہار کر کے اذہار کرتا تھا۔

اس سارے دور اپنے میں کوکب اور زلفشاں کی ملاقاتیں بھی جاری رہی تھیں۔ زلفشاں اس سے ملنے کے لیے بھی کئی کئی بار ہاؤس میں آ جاتا کرتی تھی۔ کیونکہ ان کو کس کا تعلق باورن سو مانتی سے تھا اس لیے کوکب نے بیکل کو یہ بات بتا دی تھی کہ او زلفشاں سے شادی کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے کیونکہ زلفشاں بھی اس سے محبت کرتی ہے۔

کوکب کو اس بات کو بھی برا لگتا تھا کہ زلفشاں کے سلسلے میں اس کے بھائی کی نیت فیک نہیں تھی۔ یہ جاننے کے بعد جو کہ وہ اس کے چھوٹے بھائی کی ہونے والی بیوی تھی وہ زلفشاں کو کسی نظر میں سے دیکھ کر مانتا تھا۔ ”مندی نظر“ کہتے ہیں تو کیا مانتا تھا۔

کوکب چاہتا تھا کہ وہ زلفشاں کو فخری ہاؤس آنے سے روک دے۔ جس دن اس نے فیصلہ کیا، اسی دن اس نے بہت بڑھ کر دیا۔ شام کا وقت تھا اور زلفشاں فخری ہاؤس آئی ہوئی تھی۔ ان دونوں کی ملاقاتیں ہمیشہ ڈرائنگ روم تک محدود رہتی تھیں۔ کوکب اور زلفشاں کو وہاں چھوڑ کر کچھ لینے اپنے بیکل روم میں گیا۔ جب وہ لوگ تو بیکل میں ڈرائنگ روم میں موجود تھا اور شاید اس وقت کچھ لٹے بھی تھے۔

دو واقعہ بیان کرتے ہوئے کوکب نے لکھا تھا: ”میں نے اپنے کانوں سے اسے بولہ جملہ سے جو بھائی صاحب نے زلفشاں سے کہا تھا۔ وہ جملہ جملہ تھا کہ یہاں اسے لکھتے ہوئے بھی مجھے شرم محسوس ہو رہی ہے لیکن وہ جملہ سن کر میں خود غصے سے کچل پڑا تھا۔“ آپ بہت گھٹیا انسان ہیں بھائی صاحب!

خود زلفشاں بھی اس وقت غصے سے لال بھوکا ہو گئی تھی۔ اس موقع پر بات اتنی بڑھی کہ کوکب نے اپنے بھائی کو نہ صرف فخری ہاؤس سے بلکہ بیکل سے بھی ٹیبلٹ کی کافینٹا سا دیا اور اسی وقت زلفشاں کو لے کر فخری ہاؤس سے نکلی گیا۔ رات اس نے ایک بول میں گزار دی۔ دوسرے دن فخری ہاؤس جا کر اس نے اپنا تمام ضروری سامان سمیٹا اور لے جا کر اپنے دوست صاحب کے گھر میں رکھوا دیا۔

ایک بچے کے اندر اندر ”شہزادہ“ کا لونی طور پر ہو گیا۔ بیکل اس جگہ سے بہت خوش تھا کیونکہ فخری میں کوکب کی آمد و رفت اسے پسند نہیں تھی۔ اس کے دل میں حیرت و حیرت تھی کہ وہ اس کا راز اس کے بھائی پر مشکف

کو جاننے کے لیے پہلے تو اس نے فخری کام کے تحت مت کر کے اور پھر اپنے بھائی کو سمجھائے کہ اگر اس نے یہ کام نہ ہیروز وہ وہاں اس بار سے میں کس کو اطلاع دے دوں گا۔

اپنے بھائی کے اندراجات سے معلوم ہوا کہ کوکب نے آج ہی آدھی رات کو چھپ چھپ کر فخری کے منوہ حصے میں پڑا شروع کیا تھا اور وہاں کی تصویریں بھی کچھ شروع کی تھیں۔ ایک مرتبہ شہت ایز اور بیکل آدھی رات کے وقت وہاں کا محاصرہ کرنے آئے تھے۔ کوکب نے اس سوچ پر بھی کئی تصویریں بھیجی تھیں۔

کسی کی بات بہت رپیت رپارڈ کرنے کے خفیہ آلات کیونکہ عام طور پر فخری میں لٹے تھے تھے اس لیے ان کے حصول میں بھی کوکب کو قلعی دشواری نہیں ہوئی۔ اس کو جب اس طرح شہت ایز کے آنے کی اطلاع مل جاتی تو وہ فخری آلات لان کے کئی حصوں میں مہیا دیا کرتا تھا۔ اس طرح اس نے ان دونوں کی باتوں کے کئی آڈیو کیسٹ رپارڈ کر لیے تھے۔

ان دونوں کی باتوں میں سے کوکب کے فم میں یہ بات آئی تھی کہ مینیج کی دو مخصوص تاریخوں کو فخری سے وہ راجی ساحل مسعود کے ایک خاص حصے میں پہنچانی جاتی تھیں اور انھیں ان ٹرک پر بار کر دیا جاتا تھا جو انھیں فخری کے ایک ملک پہنچا کرتے تھے۔

کوکب کو اس بات سے بھی بڑی اذیت ہوئی تھی کہ یہ ان کی گہرائی کرنے والی ٹاپس کے دو بڑے افسر بھی شہت اور بیکل سے ملے ہوئے تھے۔ آخر انھیں نہ لایا جاتا تو یہ امر کھٹکنا تھا کہ نہ ہوئی۔

یہ معلومات حاصل ہو جانے کے بعد کوکب نے ان اوقات کی تصاویر لے کر ضروری سمجھا جب وہاں بھی فخری سے لے جاتی جاتی تھیں اور ٹرک پر بار کر دیا جاتی تھیں۔ ان دونوں مواقع کی تصاویر لینے کے لیے کوکب ٹوڈ کو اطرات میں ڈالنے پر مجبور تھا۔ ان اوقات میں بیکل اور شہت کے ساتھ آدھی آدھی باتوں کے علاوہ ان کی گہرائی کیا کرتے تھے۔

اتنا سوا کچھ کرتے تھے بعد کوکب نے فخری اور انوں کا ریکر کیے خبر بڑے بھائی سے کہنا شروع کیا کہ وہ شہت ایز سے اپنی ذاتی فم کروے اور نہ اس کی وجہ سے وہ کبھی نصیحت میں پھنس جائے گا۔

ایک موقع پر کوکب یہاں تک کہہ چکا کہ ”شہت ایز مجھے تو کوئی جہاز نہیں ملے گا کہ وہاں سے اس کے بھائی پر مشکف

اور ان محسوس کرتے تھے کہ وہ ایک دوسرے کے بغیر ساری زندگی خوش نہیں رہ سکیں گے۔

کوکب کے سامنے ایک اہم بات یہ آئی کہ اندرون سندھ کے ایک دار پر سے شہت ایز سے اس کے بڑے بھائی بیکل کی دوستی بڑھ کر اسرا دی تھی۔ شہت ایز وہ بھی بیکل سے ملنے فخری ہاؤس آتا تھا تو وہ دونوں بھی ڈرائنگ روم میں نہیں بیٹھتے تھے۔ ان کی گفتگو صرف کان میں ہوتی تھی جہاں ان کے آس پاس کوئی نہ ہو جہاں ان کی باتیں سن سکتے۔

شہت ایز کی شخصیت نے بھی کوکب پر کوئی اچھا تاثر نہیں چھوڑا تھا۔

مارچ کے اندراجات سے کوکب کو معلوم ہوا کہ انجی ورس میں اس پر ایک سستی فخری کشتی ہو گئی۔

کوکب کا رد ہاؤس کو بھی لیتا تھا وہ فخری میں بھی بہت کم جاتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ فخری گیا تو اسے ایک بڑی عجیب بات معلوم ہوئی۔ فخری کا ایک چوڑا کھنڈر بانی فخری سے ملے ہوئے تھا۔ دونوں حصوں میں کام کرنے والے بھی ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں رکھتے تھے۔

جب شہت ایز کو گہرائی آتا تھا تو بیکل اسے فخری کے ”منوہ“ حصے کا رد و ضرور کرتا تھا۔

یہ باتیں سامنے آنے کے بعد کوکب نے اس معاملے کی نو لیا شروع کی۔

نو لینے کے دو سارے واقعات بڑی تفصیل سے لکھے گئے تھے جس کا کاپی لاپ ہے تھا کہ فخری کے اس حصے میں فخری دو ایس تیار کی جاتی تھیں۔

اگر وہ وہاں اپنے ہی ملک میں پھیلائی جاتیں تو جلد یا بدیر قانون نافذ کرنے والے کسی ادارے کو اس کا علم ہو ہی جاتا اس لیے ان عملی اداروں کو قریب کے ایک اور ملک میں رکھ لیا جاتا تھا۔

اس ملک کرنے والے افراد جو انم پیشہ تھے۔ انہوں نے مای گروں کی وضع قطع بنائی تھی اور کسی نہ کسی طرح ان بستیوں میں بیکل گئے تھے جہاں وہی مای گروں تھے۔ اس ملک کے لیے انہیں بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے تھے۔

معلوم ہو جانے کے بعد کوکب کو اپنے بڑوں سے زمین فخری محسوس ہوتی تھی۔ اس کا فخری تھا کہ وہ قانون کو اس فخری قانونی اور انسانیت کو کام کی اطلاع دے دیتا لیکن کشمیر کے پادروں کے دل میں بھائی کی محبت تھی۔ اسے یہ گمان بھی تھا کہ اس کے بھائی کو اس علاقہ پر ڈالنے میں شہت ایز کا ہاتھ ہو گا چنانچہ اس نے فیصلہ کیا کہ اپنے بھائی

”ڈاڑھی“ کوکب سکرایا۔ ”وہ کتاب جو ہمیں بیکل کے ایک آدمی نے دی تھی۔ تم نے شاید وہ کھول کر بھی نہیں دیکھی ہو گی؟“

”آپ کی اجازت کے بغیر کیسے دیکھ لیتا سا میں؟“ کوکب نے اس کا شان چیک اور اسے دیکھ چھوڑ کر اس کے رے میں آ گیا جہاں زلفشاں کی تصویر لگی ہوئی تھی۔ اسے یہ بھی یاد آ گیا تھا کہ یہ مای کا بیڑہ روم تھا۔

بستر پر لیٹ کر کوکب نے فخری پر مای شروع کی۔ اس نے اپنی تحریر بھی بچکانی کی تھی۔ ڈاڑھی کا آغاز بیکل جنوری سے ہوا تھا۔ فردی تک کے اندراجات پڑھتے ہوئے کوکب نے جان لیا کہ اس کے والد کا نام فخری تھا اور خود اس کا نام کوکب فخری اور اس کے بڑے بھائی کا نام بیکل فخری باپ کے نام کی رعایت سے تھا۔

بیکل فخری کا نام پڑھتے ہوئے کوکب کو یہ بھی یاد آ گیا تھا کہ حکیم صاحب کی زبان سے بیکل کا نام سن کر اس کے دل میں کچھ کچھ لگتا تھا۔

فخری میں ایک بڑوں میں تھے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کا بڑوں اور ان کا سارا بیکل بیکل اور بیکل کے حصے میں آیا۔ وہ بڑوں ایک بہت بڑی اور اس کا فخری کا تھا۔ اس کا رد و بار کے سلسلے میں کوکب اور بیکل میں کشیدگی پیدا ہوئی تھی جس کا سبب فخری طور پر یہ ظاہر ہوا کہ کوکب کا رد و بار میں کوئی کچھ بھی نہیں لیتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ فخری طور پر ایک آرٹسٹ تھا۔ پریشانی نہ ہونے کے باوجود اس کو صرف مصوری سے دلچسپی تھی۔ وہ باپ کی زندگی میں بھی خود کو کا رد و بار سے الگ تھک رکھتا تھا۔ فخری میں سے چھوٹے بچے کے حوالے کو سمجھتے ہوئے اس کی کا رد و بار سے ہم دیکھیں پر بھی کچھ ظاہر نہیں کی تھی۔

انجی اندراجات سے کوکب کو یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اور اس کی سلمان علی کی بیٹی زلفشاں کا راج کے زمانے ہی میں ایک دوسرے کی محبت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ فخری محل ہونے کے بعد ان کی شادی اس لیے نہیں ہو سکی تھی کہ زلفشاں کی والدہ کسی رات پر اپنے شوہر سے بدامنی اور کہ اپنے باپ کے پاس بیکل کی کچھ خبر ہوئی تھی جس پر نہیں کرتے تھے۔ سلمان علی کی کوشش تھی کہ کسی طرح بیوی سے مل ہو جائے۔ کچھ وہ زلفشاں کی شادی اس کی خواہش کے مطابق کر دی لیکن یہ معاملہ دو سال سے گزرا تھا۔ اس دن وہاں میں زلفشاں اور کوکب کا ملنا جلتا برقرار تھا۔



f PAKSOCIETY

میں رہا تھا۔ وہ جیڑی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے یہ پوچھنے کی بجائے ضرورت نہیں سمجھی کہ آنے والا کون تھا۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ سامنے درختاں تھیں۔ وہ جیڑی سے اندر آئی اور بے تحاشا کوکب سے لپٹ گئی۔

”کیاں چلے گئے تھے تم؟“ درختاں کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو بہنے لگے۔

خیر و غر سے ان دونوں کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ آہستگی سے اٹھا، دروازے کے قریب گیا اور سے بند کر دیا۔ درختاں اندر آئی تھی تو کوکب کو دروازہ بند کرنے کا سوچ ہی نہیں ملا اور ان دونوں کی حالت دیکھ کر گاؤں کے سادہ لوح خدیوہ نے بھی محسوس کر لیا تھا کہ اس وقت دروازہ بند ہونا چاہیے۔

کوکب اور درختاں دونوں ہی شدید جذباتی ہو گئے تھے۔ گھٹنوں اور محبت کی باتوں میں کوکب کو بھی خدیوہ کا خیال نہیں رہا تھا۔ درختاں اس سے واقف ہی نہیں کی کہ وہ اس کوئی اور ہوگا۔

خدیوہ سامنا یا ایک طرف بیٹھا ہوا تھا اور اب اس کی کوشش تھی کہ اس کی نظریں ان دونوں پر نہ پڑیں۔ اتنا وہوں کی گرم جوشی ایسی ہی تھی کہ کوکب بھی وقت بے وقت جب اتفاقاً اس کی نظر خدیوہ پر پڑی۔

☆☆☆

جسٹ فخری اپنے منگے سے نکل کر جیڑی سے اپنی کاری طرف بڑھتے ہوئے، سو بائیں فون اپنے کان سے لگائے، ہاتھ میں منگے سے جلدی جلدی کہہ رہا تھا۔ ”تم تین چار آدمیوں کو ساتھ لے کر فوراً ساروی اپارٹمنٹ پہنچو اور میرا انتظار کرو۔ میں کسی منت کے اندر اندر وہاں بیٹھ جاؤں گا۔“

”اوکے پاس“

جسٹ فخری نے رابطہ منقطع کر دیا۔ اس وقت وہ اپنی کار کی ڈرائیو تک سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔ اس نے بڑی غلٹ میں اپنی اشارت کیا۔ اس کی کار منگے کے معاملے سے نکل کر سڑک پر گئی تھی کہ اس کے موبائل فون کی گھنٹی بجے تھی۔ جسٹ فخری نے ایک اتھ سے اسٹریٹک سپاہی بنے ہوئے دوسرے ہاتھ سے موبائل اٹھا لی جو اس نے براہری سیٹ پر ڈال دیا تھا۔ اس نے اسکرین پر حشرے اڑا دیے اور دیکھا اور سگرا دیا۔ اس نے کالر ریسیور اور کہا۔

”خوش رہو سائیں۔“

”پتا چل گیا اس کا؟“ دوسری طرف سے جے جلت

موجودہ وقت کی۔

اس نے فوج کھلا۔ اس میں رکھی ہوئی جیڑی اسے درابھی دیکھیں نہیں تھیں۔ اس نے پانی کی بوتل نکال کر اس سے ”آٹھونٹ“ لیے۔ پھر ایک کپ پورے سے اس نے دو پینس نکال لیے۔ ان پینس میں اس نے اپنا پینڈیو جی مشی حلہ اور پورائی فروٹ نکال کر رکھے۔ پھر وہ پینس ہاتھ میں لیے درانگہ روم میں پہنچا۔

خدیوہ ایک سوٹ پر لپٹ گیا تھا۔ جلدی سے داخلہ دیا۔

”کوکب نے ایک پینٹ اسے دی اور دوسری پینٹ خود سنبھالے ہوئے ایک سوٹ پر بیٹھ گیا۔

”یہ سب اس گھر کی میں تھا سائیں؟“ خدیوہ نے

تجب سے پوچھا۔

”ہاں، تم کچھ کھانا تو شروع کرو۔“

خدیوہ نے پینٹ ایک طرف رکھ کر اس میں سے ہاتھ

اٹھاتے اور کوکب سے ہلا۔ ”آپ سیکر رہتے تھے؟“

”ہاں۔“

”آپ بڑے آدمی ہیں سائیں؟“ خدیوہ درانگہ

روم کی آرائش سے متوجہ تھا۔

کوکب دھیرے دھیرے ہنس دیا۔

خدیوہ بڑبڑایا۔ ”تو کھینچ پھینچ کر۔“

”تو کچھ کھانا کھا۔“ کوکب خوش تھا۔

”خدیوہ کی شکل سے سائیں، اندک کے بعد کھانا کھا رہے۔“

”ہوں۔“ کوکب مسکراتا ہوا۔ ”وہ بھی ملو کھا رہا

تھا۔ اس کی ذہنی اور اس وقت درختاں کی طرف تھی۔“

”آپ سب کچھ یاد کیا ہے سائیں؟“ خدیوہ نے پوچھا۔

”ہاں، خدیوہ نے سب کچھ یاد کیا ہے۔“

”اب آپ گاؤں تو چلیں گے؟ سائیں؟“ وہاں نسیم

میں گئی، ماری کو، سکی کتاب کا اظہار ہوگا۔“

”ہاں، خدیوہ نے ان کو کوں کھولا انہیں ہوں۔“

”میں گاؤں جلد جاؤں سائیں؟“ باپ سے بات نہیں

ہوتی ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔“

”میرا شک۔“ وہاں سب فیک غی ہوگے آج اور رک

جائے۔ شاید مجھے قہاری ضرورت ہے۔ تم کل چلے جانا۔“

”اپنا سامنا کر۔“

کوکب اتھ کر مین سے دو گلاس اور فوجی سے پانی کی

بیک بچر نکال لایا۔

کچھ دیر بعد جب کال میں آئی تو کوکب بے چینی سے

کوکب خود بھی غایت وقت تک اس معاملے میں الجھا رہا تھا۔ جبکہ یادداشت وہیں آجائے کے بعد وہ اب درختاں سے منگے کے لیے بہت بے چین ہو گیا تھا۔ اس نے موبائل پر درختاں کا نمبر لایا۔

دوسری طرف سے کالر ریسیور کی گئی۔ ”ہیلو“

درختاں ہی کی آواز تھی۔

کوکب نے لائو اس کی آواز میں لرزش تھی۔ ”نیکسی ہو درختاں؟“ اسے یہ بھی یاد آچکا تھا کہ وہ درختاں کو صرف ”درختاں“ کہہ کر مخاطب کیا کرتا تھا۔

”کوکب؟“ درختاں کی آواز ایسی تھی جیسے اس نے

اپنی جگہ روکنے کی کوشش کی ہو۔ ”کیاں تھے تم کوکب؟“

نے تو مجھے آدھا کر دیا ہے۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ تم کسی

جائے سے پیلے مجھے۔“

کوکب نے اس کی بات کالی۔ ”فون پر پڑا ہوا تھا۔“

خدیوہ فوراً آکر مجھ سے ملو۔“

”کیاں؟“ درختاں نے بے تابی سے پوچھا۔

”میرے اپارٹمنٹ میں۔“ کوکب نے کہا۔ ”اسے

یہ بھی یاد آچکا تھا کہ درختاں اس سے منگے اس اپارٹمنٹ

میں بھی آیا کرتی تھی۔“

”دیکھو، تم؟“

”ہاں، اب سب فوجی کو کھانا کھا رہے۔“

”میں آکر آتی ہوں۔“ درختاں جذباتی ہو گئی تھی۔

”اور ہاں؟“ کوکب جلدی سے ہلا۔ ”ابھی کبھی بے

ذکر مت کرنا کہ میں آ گیا ہوں۔“

”ڈیڈی سے بھی نہیں؟“ وہ تو۔“

”بائیں نہیں، میں تم آجاء۔“ کوکب نے پھر اس کی

بات کالی۔ ”کوئی وجہ ہے کہ میں ایک آدھان کے لیے۔“

”میرے صرف آن کے لیے دروازہ اس سے کام لینا چاہتا ہوں۔“

”اچھا، اچھا۔“ درختاں نے جلدی سے کہا۔ ”میں

ابھی کسی سے کچھ نہیں کہیں گی۔ میں آ رہی ہوں۔“ اور پھر

اس نے کوکب کی کوئی اور بات سے بغیر ”ایف“ منقطع کر دیا۔

کوکب کے اونٹوں پر خوشی کی مسکراہٹ دیکھ کر وہی

تھی۔ اس نے فیملی لایا تھا کہ اب درختاں کو سب کچھ بتائے

کے بعد اس کے مشورے کے مطابق اس کے والد سے رابطہ

کرے گا۔ خود ہی پولیس بیڈ کو وارنٹ کی جائے۔

وہ گھر سے نکلا۔ اب وہ اس طرح چل رہا تھا جیسے

اس گھر کے چپے چپے سے واقف ہو۔ وہ چن چن چنچا۔

دوسری طرف سے ہاتھ دک کر کہا گیا۔ ”ٹھا یہ میں

آپ کی آواز میں ان رہا ہوں۔“ آپ کوکب صاحب لگا۔

”نئی اس کی ہاں۔“ کوکب نے جلدی سے کہا۔ ”میں

نے بھی آپ کی آواز میں ان رہا ہوں۔“ آپ عادل ہیں غالباً۔“

”نئی ہاں۔“ عادل نے لفظی سانس لی۔ ”غالباً

میرے پاس آپ کے لیے کوئی ایسی اطلاع نہیں ہے۔ آپ

کو یہ جان کر ضرور فکس ہوگا کہ ڈی کی کا انتقال ہو چکا ہے۔“

”کیا؟“ کوکب قحط سا پڑا۔ ”کب؟“ اس نے بے

سامنے پوچھا۔

”مجھے وہ شام یاد ہے جب آپ ڈیڈی سے ملنے

آئے تھے۔ دوسرے دن چار بجے ڈیڈی کی کار کو

ایکسٹنٹ ہو گیا تھا۔ اس ایکسٹنٹ نے انہیں ہم سے بیٹھ

بیٹھ کے لیے جہاز کر دیا۔“

کوکب نے ایک ہاتھ سے اپنی پیشانی دبا لی۔ اپنی

سے فوری طور پر کچھ بول نہیں پاتا۔

”بیڈ! دوسری طرف سے آواز آئی۔“

”عادل! کوکب کی آواز بھرا گئی۔“ میں آپ سے

بعد میں کسی وقت بات کروں گا۔ ابھی تو اس اطلاع نے مجھے

کمی کاٹل ہی نہیں چھوڑا ہے۔“ پھر اس نے عادل کی کوئی

بات سے بغیر ہی اپنے منقطع کر دیا۔

یہ حقیقت تھی کہ کوکب کو اپنا خاصا صدمہ ہوا تھا۔

اسے پرو فیئر کو ایک سے نامی انیسیت تھی۔

اس شخص کا نام اطلاع سے یہ صاحبہاں مل گیا اور تیار

کر اس کا خط ایسی لی سلطان ملی تھا کہ کینٹینر میں رکھا تھا۔ وہ

لکھا اب تک شاید پرو فیئر کو ایک کی بڑی کسی دراز میں

رکھا اور یہ بھی ممکن تھا کہ وہ انہوں نے تیار ہوا احتیاط سے کسیں

رکھا ہو۔

”جیڑی یادداشت وہیں آجائے کے بعد وہ اب درختاں سے

منگے کے لیے بہت بے چین ہو گیا تھا۔ اس نے موبائل پر



"ہاں سائیں۔" جمیل غری نے کہا۔ "اب وہی بچے ہیں۔ میں تو بچوں کو کیا تھا۔ میں سمجھا تھا کہ میں نے غلط اطلاع دی ہے کہ وہ بھڑکڑیں سے کرا رہی ہیں۔ وہ نہ گونڈا نہیں پر اتنا تھا کہ سنی اسٹیشن پر۔ غالباً وہ پہلے ہی کسی جگہ آکر بیٹھا تھا۔"

"اب اس کا چا کیسے چلا؟" حشمت ابراہ نے پوچھا۔

"آسان نہیں تھا اس کا پتا لگانا۔ میرے پاس اتنے آدمی تو ہیں نہیں کہ میں انہیں شہر کے چپے چپے پر بھجوا دوں۔ مجھے امید ہے کہ اس نے گاؤں میں آکر بارداشت کھڑے کا ڈھونڈ لیا یا تھا تو کوئی دھن اگر ڈھونڈ لیا تو ضرور لے گا۔ درختوں کے بارے میں نہیں بتایا تھا؟"

"ہاں ہاں، آگے بڑھو۔" حشمت ابراہ نے ہنسی سے کہا۔

جمیل غری نے جواب دیا۔ "میں نے وہ آدمیوں کو درختوں کی گروٹی پر لگا کر ہاتھ لگائے تھے تو گزرتے تھے۔ بعد مجھے پائی ہوئی گئی تھی۔ میں نے سمجھا تھا کہ یہ تو نہیں غلط اطلاع ملی ہے یا اگر وہ کراہی آیا ہے تو وہی اس کی بارداشت کم ہے اور وہ درختوں سے ضرور نکلتا۔"

"تم اصل بات نہیں بتا رہے ہو؟ حشمت ابراہ نے جھنجھاکر کہا۔

"اصل بات یہ ہے کہ مجھے ابھی ابھی درختوں کے بارے میں اطلاع ملی ہے کہ وہ سادیری اپارٹمنٹ لپکی ہے اور بہت خوش نظر آ رہی ہے۔ کوکب کے غائب ہونے کے بعد سے اسے اتنا خوش بھی نہیں دیکھا گیا۔ میں اسے دیکھتا تو رہا ہوں بارہند تو وہ مجھے بھی ہے۔"

"تم پھر بیک گئے۔" حشمت چپے کھسکا کر ہوا۔

"ہاں۔" جمیل نے کہا۔ "یہ اطلاع ملے پر میرے ذہن میں فوری طور پر یہی خیال آیا تھا کہ غالباً سادیری پر کوکب عیاں ہوئے وہاں بلایا ہوگا۔ اظہار دینے والے کی دوسری بات سے اس کی تصدیق بھی ہو گئی۔ میرے ایک آدمی نے رداردی کے انداز میں وہاں کے پوکھروار سے پوچھا تھا کہ آرٹسٹ کوکب غری نہیں رہتا ہے؟ اور پوچھا کہ وہاں سے رہتا ہے؟"

"جواب وہم سے الگ ہوا تھا، اس وقت تو تم نے مجھے کسی اور جگہ کے بارے میں بتایا تھا۔"

"دھوکا دیا تھا اس نے مجھے۔ اس نے پہلے جو ٹیکٹ

خریدا تھا، اس کا پتا اس نے مجھے پہلی غری میں رکھنے کے لیے بتایا ہوگا۔ دراصل وہ سادیری اپارٹمنٹ میں ہی رہتا ہے۔ میں اس وقت تھوڑی سے اسی طرف جا رہا ہوں۔ میرے آدمی بھی وہاں آچکے ہیں۔"

"کسی کرنے کا ارادہ ہے؟"

"ابھی مجھے یہ سوچنے کی سہلت ہی کہاں ملی ہے۔ اطلاع ملنے ہی بدایت دینے ہوئے میں اپنی کار میں آجیگا تھا پھر فوراً ہی تمہارا فون آ گیا۔"

"اس مرتبہ کوئی کام نہیں بتا سکتا تھا۔ اور ہاں، کیا تمہارے آدمیوں نے اس کے اپارٹمنٹ کا نمبر بھی معلوم کر لیا ہے؟"

"یہی تو خوشی کی بات ہے کہ یہ مشکل آسان ہوئی نظر آ رہی ہے۔" جمیل نے جواب دیا۔ "درختوں کی گروٹی پر عام تھا جسے اسے اپنی نگاہ سے چھوڑ رہی ہو۔ وہ کچھ طرف دیکھ رہی نہیں رہی تھی۔ میرا ایک آدمی بھی اس کے ساتھ ٹھٹ میں سوار ہو گیا تھا۔ اس نے دیکھ لیا ہے کہ درختوں میں اپارٹمنٹ میں گئی ہے۔"

"لیکن کوکب اپنی دیر تک کہاں غائب رہا؟ تمہارے کہنے کے مطابق تو اسے فوری طور پر درختوں سے رابطہ کر چاہیے تھا۔"

"یہ اندازہ لگانا میرے لیے ممکن نہیں کہ اس نے اپنی دیر کیوں کی اور اتنی دیر تک کہاں۔" جمیل نے ہاتھ ملے سے کہا۔

اس نے ابھی تک ہمیں سے رابطہ نہیں کیا ہوگا۔ اگر یہاں ہوتا تو ہمیں اب تک میری جان کو آگاہ کر دیتی ہوگی۔ ایسا اب نہیں ہند کر رہا ہوں۔ اس سڑک پر ٹریکٹر زیادہ ہے۔ مناسب نہیں آگے کسی اسٹریٹنگ ایک ہاتھ سے ہنسا لے رہی ہوں۔"

"ٹھیک ہے، لیکن جیسے ہی موقع ملے، مجھے مہر فون کرنا۔ مجھے بتانا کہ تم کیا کرنے جا رہے ہو۔" حشمت نے اتنا کہہ کر خود ہی رابطہ قطع کر دیا۔

جمیل نے سوچا کہ برابری کی سیٹ پر ڈال کر اونٹوں یا گھوڑوں سے اسٹریٹنگ سنبھال لیا۔

"اب کی دھند نہیں ہو سکتی تھی۔" وہ بڑبڑایا۔

جمیل بار اس سے شکلی ہوئی تھی کہ اس نے اپنے آدمیوں پر ہی بھروسہ کر لیا تھا۔ کوکب نے جب اس کے دفتر میں آکر اس سے کہا تھا کہ وہ اس کے خلاف سادیرے ثبوت بھی حاصل کر چکا ہے اور اب اسے فوری وارننگ کے بعد پانچس سے رابطہ کر لے گا۔

جمیل کو بالکل یقین نہیں آیا تھا کہ کوکب اس قسم کے

ثبوت حاصل کر سکتے تھے جن کے بارے میں اس نے بتایا تھا لیکن نہیں کے لیے یہ بات بھی غلط ہے کہ کوکب پانچس میں ہی چلا جاتا۔ اس کی "ذہنی رپورٹ" بھی پانچس کو حشر کی گئی تھی جس کے بعد حکمران اس کے سر پر ہتھکڑیاں لگائے۔

جمیل غری کو بدلتی کی ادنیٰ ہی دوسری تھی کہ وہ اس میں رہنے والے کسی شخص کو بھی بدداشت نہیں کر سکتا تھا، اپنے سے بڑی کوئی نہیں!

دفتر کی کام کرنے والوں میں شیمن افراد ایسے بھی تھے جو غری غری کے حکمران کا سون میں بھی اس کا آن کار بنے تھے۔ جمیل غری نے انہی سے کام لیا۔ کوکب کو اس نے بخا کر بہت سے باتیں کر مشورہ کر دی تھیں اور اسے سمجھانے کی تھیں کہ وہ حشمت ابراہ کے چال میں نہیں کر اس کام پر مجبور رہا ہے۔

اس منظر کے دوران میں اس نے اپنے اور کوکب کے بیچے رہائے تھوڑی تھی۔ انٹر کام پر اس نے اپنے ایک کمرے میں اپنے غلط فہم کو بدایت بھی کر دی تھی۔ اسی بدایت کے باعث کوکب کی پائے میں کوئی ایسا حشر آ کر آیا تھا کہ کوکب کی بے ادبی کا سبب بنا تھا۔

بے ادبی کے بعد اس کے منہ میں کچھ اٹھنے کر اس کے ساتھ بھی باندھ دیے گئے تھے۔ اسے ایک بڑے چم سے اپنے منہ میں ڈال کر مائل پر سونہرا لکھنے کے تھوڑے پر چپا کر دیا تھا۔ لکھنے سے منہ میں پر بات کی تھی اور اس نے اپنا کھانا کوکب کو کھانے میں کی جگہ چھپانے کے بعد اور

میں اس کے کنارے کھانے جب تھوڑے کھلے صندوق میں لے جاتا تو اس دور کھل جاتے تھے بعد کوکب کو بالکل کر کے اس کی ادنیٰ سند میں پھینک دے۔

فوری طور پر جمیل غری نے ایک کام یہ بھی کر دیا تھا کہ کوکب کو کھانے کی کاشی لے کر اس کی جیبیں بالکل خالی کر دی تھیں۔ شام کی کھانا تو بڑی بات ہوتی تھی اس کی جیب میں کچھ بھی نہیں رہے ہو گیا تھا۔ کاشی سے گزری تھی اتنی ہی تھی۔ اسے پس اس چال کا کالم نہیں تھا جو کوکب نے

اپنے جوتے میں چھپائی تھی۔ اس کی جیب سے صرف ایک پتی تھی جس کے پہلے سے خبر کر دہ تھی تھی۔ بعد میں جب جمیل کو حشمت سے اطلاع ملی تھی کہ کوکب زندہ ہے۔

اس نے گاؤں میں موجود ہے تو اس اطلاع نے جمیل کے ذہن میں بڑی سرکاری تھی لیکن اب وہ محسوس کر رہا تھا کہ شیمن پھر اس کے جوتوں کے نیچے آئی ہے۔

نورینک کی زیادتی کی وجہ سے وہ حشمت سے کہو زیادہ وقت میں سادیری اپارٹمنٹ لپکا۔ اسی نے کار ایک کھارے روکی تھی کہ ایک آدمی کی طرف سے آیا اور کاردار کو کھول کر اس کے برابر بیٹھ گیا۔

"میں ہاں۔" اس کا نام جو کچھ بھی ہوا، اسے "شیما" کہا جاتا تھا۔

"کتنے آدمی ہیں تمہارے ساتھ؟"

"چار ہیں۔" شیما نے جواب دیا۔ اس نے چاروں کے منہ میں پتے۔

جمیل رات میں سوچتا ہوا آیا تھا کہ اب کیا کرنا ہوگا۔

فوری طور پر اس کے ذہن میں یہ بات آئی تھی کہ اس کے آدمی سادیری اپارٹمنٹ کے پاس رہیں اور جب بھی کوکب باہر نکلتے اسے سب روک کر لیں۔ یہ بھی کر کے فرار ہو جائیگا لیکن پھر اس نے یہ خیال رد کر دیا تھا۔ اب وہ کوکب کو اپنے سامنے لاش کی شکل میں دیکھنے کے بعد ہی حشمت ہوتے۔

"اپارٹمنٹ کا نمبر بتاؤ۔" اس نے شیما سے پوچھا۔

شیما نے نہیں بتایا۔

جمیل نے پوچھا۔ "پوچھ کر کہاں ہے؟"

"بھانک میں داخل ہوتے ہی کسی جگہ رکھنا دے جائے گا۔"

"میرے ساتھ چلو۔ وہ جہاں نظر آئے، مجھے اشارے سے بتا دینا۔ اس کے بعد تم رک جاؤ۔ میں پوچھ کر اور گھر والوں کی نال پر اپنے ساتھ اوپر لے جاؤں گا۔

اپارٹمنٹ میں داخل ہونے کے بعد میں..... سوچاں فون پر تم سے رابطہ کروں گا۔ ہاں جو پوچھنا ہے، لی اس کے مطابق میں تمہیں بتاؤں گا کہ تم وہاں کتنے آدمیوں کے ساتھ آؤ۔ یہاں کوئی چلائی جائے گی تو بنگار ہو جائے گا۔

اپارٹمنٹ میں کوئی گھری ضرور مل جائے گی۔ تم اسی سے کوکب کو میرے سامنے ذرا کر کے اور اس سنی کو جو ان کو بھی جو اس کے ساتھ آیا ہے۔"

"تمہی نو جوان؟" شیما نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔" جمیل کا لمبے خشک ہو گیا۔ "زیادہ سوالات نہ کرو۔ صرف سنو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ اس کے ساتھ ایک سنی کو جو ان کو ہوتا ہے۔"

جمیل کو یہ اطلاع بھی حشمت ہی سے ملی تھی کہ گاؤں کا ایک نو جوان بھی کوکب کے ساتھ روانہ ہوا ہے جس کا نام

نورینک ہے۔

پھر شیما نے کوئی سوال نہیں کیا۔ یہ تو نہیں کہا۔ جمیل غری

جاسوسی ذالجت 63 نومبر 2014

PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY



جیڑوں کی جھٹکتیں

کافان سے ان کی دانتیں ایک ماہ بعد ہوئی۔ وہ دونوں یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ نذیر وہاں کے پارمنٹ کے چانگ پر اس میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کوکب کو دیکھنے ہی اس سے لپٹ گیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

"کیا ہوا نذیر؟" کوکب نے پوچھا۔

"اسے پارمنٹ میں تولیے پیلے۔" نذر نشان ہوئی۔

وہ دونوں اسے پارمنٹ میں لے گئے۔ ایک پڑکھارے انہیں بتایا تھا کہ نذیر وہاں سے وہاں آ رہا تھا۔ وہ سچ سے شام تک ان کا انتظار کر کے شام کو گھٹن چلا جاتا تھا۔

نذیر نے انہیں جو واقعات بتائے، وہ اسے دردناک تھے کہ صرف کوکب ہی نہیں، نذر نشان بھی کتنے میں رہ گئی۔

نذیر نے بتایا تھا کہ نذرانج کوکب کو کراہی جانے والی ٹرین میں روانہ کر کے گاؤں کی طرف لے جاتا تھا۔ شہر سے آئے آدھوں کی آغوش میں اٹھتا تھا۔ اسے اتنی رات گئے استیشن سے آئے دیکھ کر وہ لوگ حلق میں پڑ گئے۔ انہوں نے نذرانے سے پوچھا کہ تو وہاں کھڑا کیا۔ اس کی صبرامت سے ان لوگوں کا حلق اور بڑھا۔ وہ اسے تولیے لے گیا۔ وہاں اس پر تشدد کیا گیا تو اس نے ساروی بات بتادی۔ "اس" "تیم" کے پاداش میں گاؤں پر اتنی سخت ٹوٹ پڑی۔

لوگوں نے حکیم صاحب خوراک کے باب اور نذیر کے باب کی لاشیں اڑھار کھر پڑی دیکھیں۔ سب کو نہیں تھا کہ یہ کام شہر سے آدھوں کے آدھوں نے کیا جو کہ ان میں زبان کھولنے کی ہمت نہیں تھی۔

اروی کو غائب کر دیا گیا تھا۔ اس کے بارے میں لوگوں کا خیال تھا کہ وہ شہر سے آدھوں کی حریفی میں لے جاتی تھی۔

نذیر وہاں سے گاؤں پہنچا تھا تو اسے یہ سب اطلاعات ملی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ ایک دن پہلے پولیس شہر سے آدھوں اس کے آدھوں کو گرفتار کر کے لے گئی تھی۔ لیکن یہ ان کے ہاتھ نہیں لگ سکا تھا۔ اروی بھی حریفی میں نہیں تھی۔ گاؤں کے لوگوں کا خیال تھا کہ اسے جیڑا نذیر وہاں سے ساتھ لے گیا ہوگا۔

نذیر وہاں سے لڑکی اور پڑیٹا لے گیا۔ عالم میں دوسرے لوگوں سے پوچھا تھا جہاں اس کی تلاش رہتی تھی۔ نذیر نے یہاں سے اسے لے لیا۔ لیکن پھر اس کا دل داس میں نہیں لگا اور وہ گرا رہا تھا۔

ماہانہ مختلف طرح کی معلومات میں دوبارہ۔

دوسرے دن نذر نشان گیارہ بجے سے کچھ پہلے ہی آئی۔ کوکب اسی وقت تیار ہوا تھا لیکن نذیر وہاں سے آدھوں سے ملنے پہنچ گیا اور پلا تھا۔ وہ گاؤں جانے کے خیال سے بے حد خوش تھا۔

اور تیار ہوا۔ وہاں سے کوکب نے حکیم صاحب کے لیے ایک دفعہ مہربان کے علاوہ ارہی کے لیے تیار کیا۔ کوکب نے ان کے علاوہ نذیر وہاں سے اس کے باب کے لیے بھی چھ مہربان سوٹ خریدے گئے۔ اس ماہ سے ان کے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔

کوکب اور نذر نشان نے نذیر کو کراہی میں بیٹھا دیا۔ نذرانے کوکب کو کراہی میں لے گیا۔ "آپ بہت اچھے ہیں صاحب"۔ پھر چلتی سے اس نے پوچھا۔ "آپ کاؤں کیسے آئیں گے؟"

"نذیر شادی ہونے والی ہے۔ اس میں اس کے بعد اس کے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔

کوکب نے شہر سے آدھوں کے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔

نذیر نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔

نذیر نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔

نذیر نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔

نذیر نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔

"نذیر پھر وہی ذکر۔" کوکب نے مسکراتے کی کوشش کی۔ "یہ بتاؤ کوکب دعویٰ شادی کب ہو رہی ہے۔"

نذر نشان تھوڑی سی صبر نہیں کی کہ نذیر وہاں سے آدھوں سے ملنے پہنچ گیا اور پلا تھا۔ وہ گاؤں جانے کے خیال سے بے حد خوش تھا۔

"کوکب؟" کوکب نے خوش ہو کر پوچھا۔ "کوکب کوئی شادی نہیں ہے۔"

"نذرانے کوکب کو کراہی میں لے گیا۔" کوکب نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔

نذر نشان نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔

نذر نشان نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔

نذر نشان نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔

نذر نشان نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔

مختلف ایجنٹوں کی مدد سے۔ اس قسم کی چیزوں کو عدالت میں پیش کر دیا جاسکتا ہے لیکن آج رات تھوڑی سی دواؤں کی پیشکش پر چھاپا مارنے کے تمام انتظامات بھی مکمل ہو چکے تھے۔ اس کے بعد یہ تصویریں اور آڈیو کیسٹ اہمیت اختیار کر جائیں گے۔ میں جب یہاں پہنچا تو مجھے بھی وہ سادہ جیڑی دکھادی گئیں۔

کوکب نے اپنے بھائی فیمل کی طرف دیکھتے ہوئے سچ لکھے میں کہا۔ "آپ نے میری ان باتوں کو یاد کیا تھا۔ آپ کے خیال کے مطابق مجھے اس قسم کے ثبوت کی طور حاصل نہیں ہو سکتے تھے۔"

فیمل کچھ نہیں بولا۔ اب تک اس نے خاموشی ہی اختیار کر رکھی تھی۔ صورت حال نے اس کے بارے کو ایسا جھکا جھکا ہوا تھا کہ وہ کوکب سے گھر گیا تھا۔

پولیس سوسائٹی کے سائبرین کی آواز سے سسوں کی جا ملنے لگا تھا کہ اب وہ سادہ جیڑی اپارٹمنٹ کے اگلے میں چھٹی ہو چکی ہے۔

نذرانے کوکب کو کراہی میں لے گیا۔ کوکب نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک سوٹ کس بھی خریدتا تھا۔

"میں نے بڑے سچ وقت پر اپنی بات مکمل کی ہے۔" سلطان فیمل نے کہا۔ "میرا خیال ہے مجھے اب کچھ اور کہنے کی ضرورت نہیں۔ یہاں جو کچھ ہوا ہے، وہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہی ہوا ہے۔"

کال ہیل کی آواز ہونے سے پہلے ہی کوکب نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا اور پولیس والے اندر گھسے گئے۔

پھر ان لوگوں کا دانا کا خاصا حصہ سے حد معروضیت میں گزرا۔ پولیس جیڑا کو اڑا لیا گیا جانا پڑا تھا جہاں ان کے بیان دیکھا دیکھ گئے۔ زبان دینے والوں میں صرف کوکب ہی نہیں تھا، سلطان علی، دلاور اور نذر نشان، پارمنٹ کو پڑکھار رہی تھی کہ نذیر وہاں تھا۔

اسی دن کی شام پرست اور بھتیجیوں کی بھی۔ پتلا ہوا اس لیے کہ کوکب اندرونی طور پر بے چین تھا۔ اسے خود کو یہ یقین دلانے میں دشواری پیش آرہی تھی کہ اس نے فیمل کو پولیس کے شیعہ میں دے کر اچھا کام کیا تھا۔ اس کے دل نے ایک بار پھر گراہی کی تھی۔ وہ اپنے بھائی کے لیے پتہ اور محسوس کر رہا تھا۔

نذر نشان نے اسے سنبھالا دینے کی کوشش کی۔ "آؤ تم یہ کم نہ کرتے تو کبھی اسے بھی تھا۔ اور اسے جو معلومات ملنے کی تھیں، وہ دیکھ کر ہلاکتیں۔"

یہ سچ صادق کا وقت تھا۔ ابھی بلی برف پاری ہو رہی تھی۔ ہوا کے جھونکے برف کے گاموں کو اڑا کر فٹ پاخانہ کے کنارے ڈھیر کر رہے تھے۔ ایسے کی سرکاری شاہراہ پر ستارہ طاری تھا۔ تمام ٹوکے اپنے اپنے گھروں میں دھبے ہوئے تھے۔

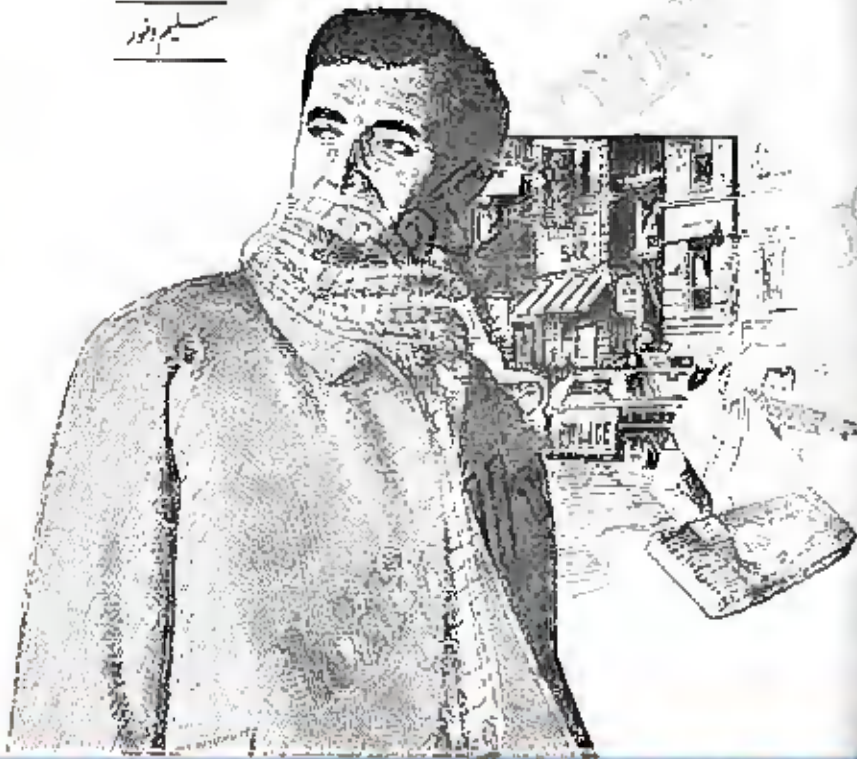
البتہ ایک شخص آل نائٹ ٹیج روم کے داخلی دروازے کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ یہ قصبے کا واحد سٹورنٹ تھا جو رات بھر کھلا رہتا تھا۔ اس وقت صبح کے پانچ بج

بعض شہر... قصبہ اور علاقہ وہاں تھے مکینوں کی ہرجان اور فخر

کونین کا موصح بن جاتے ہیں... حماساں طبیعت اور ماحول دوست افراد اپنے علاقے کے بارے میں خوشی بھی سنتی مانت سمیت کیے روادار نہیں ہوتے... ایک پُرسکون... خوب صورت سے چھوٹے قصبے کی کربانی... جہاں ایک احسن آیا اور ایفٹر ٹایسٹوید کی کا اظہار کر بیٹھا...

## قیام گاہ

سلیم ہونر



پھر کوکب اور زلفیاں نے دیکھا کہ ایک لڑکی انہی کی طرف دوڑی چلی آ رہی تھی۔ اس کے کپڑے اتنی جگہ سے چمکے ہوئے اور بے حد نیلے تھے۔ یہی حالت بالوں کی بھی تھی۔ ککب اور بھروسے ہوئے۔ چہرے پر بھی نیل کی اتنی جگہ تھی کہ اس کے نقشِ اس میں دھبے تھے لیکن کوکب نے اسے پہچان لیا۔

”ماروئی!“ اس کے منہ سے چیخ نکلی گئی۔ اس کی آواز سن کر ماروئی بھی چوٹی اور تیزی سے ان کی طرف آئی۔ اس نے کوکب کا کریبان بکرتے ہوئے کہا۔ ”تم مجھے جانتے ہو تو میرے سٹوٹو نہ کیوں تو بھی جانتے ہو گے۔ مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے۔“ اس کی یادداشت گہری تھی۔

کوکب کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ ”میں ہی تو وہاں سٹوٹوں میں... ماروئی!“

”بھروسہ!“ ماروئی نے قہقہہ لگا کر اور تیزی سے آگے جانے دوڑی۔ بلی کی... اب وہ اپنی یادداشت کو جانچ رہی تھی۔

”ماروئی!“ کوکب چلک رہا تھا اس کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔

لیکن اس نے پہلے کہ وہ دونوں ماروئی کے قریب پہنچتے... ایک تیز رفتار دھوکے سے گر کر گر گئی۔ اس کے سر سے خون اٹھ رہا۔

”ماروئی!“ کوکب نے ہلک کر اس کا سراپا کی گود میں رکھ لیا۔

ماروئی کی آنکھیں بند تھیں۔ اس نے کوکب کی آواز سن کر آنکھیں کھولیں اور پھر اس کا سر اس طرح تلاشیے کر لیا۔

”سٹوٹو! اس کے منہ سے نکلا۔ اس کی وحشی ہوئی ہوئی آنکھیں تلاشیے کر رہی تھیں کہ اب اس نے کوکب کو پہچان لیا تھا۔

کوکب کی یادداشت سر کی چوٹ کے باعث کیا تھی اور ماروئی کی یادداشت سر پر چوٹ کھانے کے بعد وہاں آئی تھی لیکن اس وقت جب اس کی زندگی کا چراغ گل ہو رہا تھا۔ اس نے ایک نیل کی اور اس کو سر کوکب کی گود میں ڈھک لیا۔

اور گردنوں کا ہجوم بڑھتا جا رہا تھا لیکن کوکب کے ہوش اب اس کم ہو چکے تھے۔ اسے احساس ہی نہیں تھا کہ اس کی آنکھوں سے لپکتے ہوئے آنسو ماروئی کے خون سے بھرے ہوئے پیڑے پر بہک رہے تھے۔

”اب میں باقی زندگی آپ ہی کی خدمت میں گزاروں گا سا کی۔“ زلفیہ نے روئے ہوئے کہا۔ ”ختم“

سائیں مرحوم نے کچھ بھی بدایت کی تھی۔ کوکب نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا اور دلی سوز آواز میں بولا۔ ”میں زلفیہ! تم میرے پاس خدمت گزار کی حیثیت سے نہیں، میرے چھوٹے بھائی کی حیثیت سے رہو گے۔“

کوکب کو ختم سائیں کے بارے جانے کا حق تو ہوا ہی تھا لیکن ماروئی کا یہ انتہام اس کے لیے بڑا الایت تک تھا۔ وہ تصور کر سکتا تھا کہ ان مجبوروں نے اس معصوم لڑکی کا کیا شکر کیا ہوگا۔

سلمان بھی جب مرے کی سعادت حاصل کر کے وہاں لوٹے تو کوکب نے ان کو یہ ساری باتیں بتائیں۔ ”مجھے معلوم ہے بیٹا!“ سلمان علی نے غلطی سے اس کے کہہ لیا تھا۔ ”جب وہاں کے ایسے ایسے آئی نے دلاور کو تھرا کر اپنی دوا کی کی اطلاع دی تو یہ سب کچھ بھی اس کے علم میں تھا جو اس نے دلاور کو بتا دیا تھا۔ میں بھی ماروئی کے معاملے میں نے غور نہیں کیا۔“

”اسے تلاش کرو ایسے ڈیڑی!“ کوکب نے بیانی لہجے میں کہا۔ ”وہ بھی ملنا پائے ڈیڑی! اوہیں ملتا ہے۔“ سلمان علی نے دوا کی سے کہا۔ ”میں دلاور کو اس کام پر لگا ہوں۔“

سلمان علی نے جو کچھ کہا تھا اس پر عمل بھی کیا لیکن چند دن بعد وہ تھوڑے جگہ کے بعد ہی ماروئی کا پتا لگنا لگ گیا۔

ایک شام کوکب اور زلفیاں کہیں سے اپنے گھر لوٹ رہے تھے تو ایک بیکٹر ٹریک جام ہو گیا۔ ان کی کار اس میں چھس گئی۔ تو یہ نہیں تھی کہ وہاں سے اٹھائی تھیں گھٹنے سے پہلے گل سیکے۔

زلفیاں نے اپنے گھر فون کر کے شوگر کو بتایا کہ انہوں نے اپنی کار کہاں کھڑی کی ہے اور یہ کہ وہاں آکر کسی طرح کار لے جائے۔

اس کے بعد زلفیاں اور کوکب پیدل چلے گئے۔ ان کا تپاں تھا کہ کسی چھوٹی سونی کی میں کوئی رکشا بھی مل گیا تو وہاں میں اپنے گھر پہلے جائیں گے۔

وہ رینگنے کی تلاش میں بیٹھ ہی رہے تھے کہ ایک جانب ہونے والے شور نے انکس اپنی جانب متوجہ کیا۔ ”پاکس ہے، پاکس ہے۔“ کی صدا میں نکلی دیں۔



وہاں سے لڑکھن

# گھر بیٹھے

رسالے شامل کیجیے

جاسوسی ڈائجسٹ

ڈائجسٹ

ایک سال کے لیے 12 ڈالرز سالانہ

ایک سال کے لیے 700 روپے

ایک سال کے لیے 8,000 روپے

ایک سال کے لیے 7,000 روپے

ایک سال کے لیے 7,000 روپے

ایک سال کے لیے 7,000 روپے

ایک سال کے لیے 7,000 روپے

ایک سال کے لیے 7,000 روپے

ایک سال کے لیے 7,000 روپے

ایک سال کے لیے 7,000 روپے

ایک سال کے لیے 7,000 روپے

ایک سال کے لیے 7,000 روپے

ایک سال کے لیے 7,000 روپے

جاسوسی ڈائجسٹ - 73 - نومبر 2014ء

ایک گاڑی دار کیا۔ ایڈم کے چہرے پر تھیں ہنس مکھ اور ہر طرف پڑھ رہا تھا۔

مارٹی نے جبکہ ایڈم کے ساتھ جسم کا جائزہ لیا جاتا تھا۔ اس کی سریت کا کچھت جیب سے اٹھ کر پتھر پڑا۔ اس نے تیزی سے سریت کا ٹیکٹ اٹھایا۔ پھر جلد ہی جلدی ایڈم کی طرف لپکتی گئی۔

اسے تو اس کی گاڑی کا رخ کرنے میں دیر نہیں لگی۔ اس صحت بعد مارٹی اس کی ناکت و سٹورٹ میں نوت پڑا۔ اس نے اپنے لیے کافی کار آؤڈر لیا۔

پھر وہاں تھا کہ میں اس سے آؤڈر کو مانگا ہوں جو تو میرے لیے یہاں سے لے کر رہا تھا۔ اس نے گاؤٹر میں سے ایک گاڑی میں ملے ہوئے دو بائیں شیز برگ کے پتھر۔ خاصا سلی پر جس کی طرح لگ رہا تھا لیکن وہ کوئی

پتھر نہیں تھا۔ اس نے اسے اٹھا لیا۔ اس نے گاؤٹر میں سے ایک گاڑی میں ملے ہوئے دو بائیں شیز برگ کے پتھر۔ خاصا سلی پر جس کی طرح لگ رہا تھا لیکن وہ کوئی

پتھر نہیں تھا۔ اس نے اسے اٹھا لیا۔ اس نے گاؤٹر میں سے ایک گاڑی میں ملے ہوئے دو بائیں شیز برگ کے پتھر۔ خاصا سلی پر جس کی طرح لگ رہا تھا لیکن وہ کوئی

پتھر نہیں تھا۔ اس نے اسے اٹھا لیا۔ اس نے گاؤٹر میں سے ایک گاڑی میں ملے ہوئے دو بائیں شیز برگ کے پتھر۔ خاصا سلی پر جس کی طرح لگ رہا تھا لیکن وہ کوئی

پتھر نہیں تھا۔ اس نے اسے اٹھا لیا۔ اس نے گاؤٹر میں سے ایک گاڑی میں ملے ہوئے دو بائیں شیز برگ کے پتھر۔ خاصا سلی پر جس کی طرح لگ رہا تھا لیکن وہ کوئی

پتھر نہیں تھا۔ اس نے اسے اٹھا لیا۔ اس نے گاؤٹر میں سے ایک گاڑی میں ملے ہوئے دو بائیں شیز برگ کے پتھر۔ خاصا سلی پر جس کی طرح لگ رہا تھا لیکن وہ کوئی

کر رہی تھی۔ وہ شخص قدرے شینا سا مکیا بھر سکتا ہوئے گاؤٹر میں۔

پتھر نہیں تھا۔ اس نے اسے اٹھا لیا۔ اس نے گاؤٹر میں سے ایک گاڑی میں ملے ہوئے دو بائیں شیز برگ کے پتھر۔ خاصا سلی پر جس کی طرح لگ رہا تھا لیکن وہ کوئی

پتھر نہیں تھا۔ اس نے اسے اٹھا لیا۔ اس نے گاؤٹر میں سے ایک گاڑی میں ملے ہوئے دو بائیں شیز برگ کے پتھر۔ خاصا سلی پر جس کی طرح لگ رہا تھا لیکن وہ کوئی

پتھر نہیں تھا۔ اس نے اسے اٹھا لیا۔ اس نے گاؤٹر میں سے ایک گاڑی میں ملے ہوئے دو بائیں شیز برگ کے پتھر۔ خاصا سلی پر جس کی طرح لگ رہا تھا لیکن وہ کوئی

پتھر نہیں تھا۔ اس نے اسے اٹھا لیا۔ اس نے گاؤٹر میں سے ایک گاڑی میں ملے ہوئے دو بائیں شیز برگ کے پتھر۔ خاصا سلی پر جس کی طرح لگ رہا تھا لیکن وہ کوئی

پتھر نہیں تھا۔ اس نے اسے اٹھا لیا۔ اس نے گاؤٹر میں سے ایک گاڑی میں ملے ہوئے دو بائیں شیز برگ کے پتھر۔ خاصا سلی پر جس کی طرح لگ رہا تھا لیکن وہ کوئی

پتھر نہیں تھا۔ اس نے اسے اٹھا لیا۔ اس نے گاؤٹر میں سے ایک گاڑی میں ملے ہوئے دو بائیں شیز برگ کے پتھر۔ خاصا سلی پر جس کی طرح لگ رہا تھا لیکن وہ کوئی

رہے تھے۔ ریٹورٹ کے باہر کھڑا ہوا وہ شخص مارٹی تھا۔ اس نے جیب میں سے ایک سگریٹ نکال کر اپنے ہونٹوں میں دبا لی اور پھر پھانسی ہو گئے۔ اس نے سگریٹ سے ایک ٹکڑی نکال لی۔ اس نے سگریٹ سے ایک ٹکڑی نکال لی۔ اس نے سگریٹ سے ایک ٹکڑی نکال لی۔

پتھر نہیں تھا۔ اس نے اسے اٹھا لیا۔ اس نے گاؤٹر میں سے ایک گاڑی میں ملے ہوئے دو بائیں شیز برگ کے پتھر۔ خاصا سلی پر جس کی طرح لگ رہا تھا لیکن وہ کوئی

پتھر نہیں تھا۔ اس نے اسے اٹھا لیا۔ اس نے گاؤٹر میں سے ایک گاڑی میں ملے ہوئے دو بائیں شیز برگ کے پتھر۔ خاصا سلی پر جس کی طرح لگ رہا تھا لیکن وہ کوئی

پتھر نہیں تھا۔ اس نے اسے اٹھا لیا۔ اس نے گاؤٹر میں سے ایک گاڑی میں ملے ہوئے دو بائیں شیز برگ کے پتھر۔ خاصا سلی پر جس کی طرح لگ رہا تھا لیکن وہ کوئی

پتھر نہیں تھا۔ اس نے اسے اٹھا لیا۔ اس نے گاؤٹر میں سے ایک گاڑی میں ملے ہوئے دو بائیں شیز برگ کے پتھر۔ خاصا سلی پر جس کی طرح لگ رہا تھا لیکن وہ کوئی

پتھر نہیں تھا۔ اس نے اسے اٹھا لیا۔ اس نے گاؤٹر میں سے ایک گاڑی میں ملے ہوئے دو بائیں شیز برگ کے پتھر۔ خاصا سلی پر جس کی طرح لگ رہا تھا لیکن وہ کوئی

جاسوسی ڈائجسٹ - 72 - نومبر 2014ء



المجلس الأعلى للدراسات والبحوث

جامعہ سید اشاعت - [75] - نومبر 2014ء

جاسد سے ڈالاجیت - 74 - نومبر 2014ء





کرنے کے مشن میں اس کی مدد کیا کرے۔

اس نئی آنیہ بی کی کامیابی نے گھیرت سسز کو بہت متاثر کیا جب اس سے پہلے کا پیورسل کی قوتوں میں اندراج سسز بہت کامیاب تھی۔ سسز کو یہ خیال تھا کہ گھیرت سسز بھی مستقبل میں اس پائے کی اسٹارڈ ثابت ہو سکتی تھی۔ اس لیے وہ ان بیٹیوں کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتا تھا۔ کوکر میں کوکر کے اس خیال سے متعلق نہیں تھا لیکن کسی نے بھی سمجھا تھا کہ اس

”تمہارے پاس کوئی اختیار تو نہیں؟“ اس نے خلوک کیجے میں پوچھا۔  
”یہاں آنے کے لیے مجھے کسی ہتھیار کی ضرورت نہیں ہوتی۔“ میں نے ناگوار سی سے کہا۔ ”مجھے اس کے باغیچے میں سے جھینا بہت دور ہی تھی کیونکہ میری آنکھوں کے ساتھ وہ چمک لہرا تھا جو پتہ نہیں بعد مجھے ملنے والا تھا۔“

”خٹک ہے جاؤ۔“ اس نے یکدم شرمندہ ہوتے ہوئے کہا۔ ”اپنا خیالی رکھنا۔“

میں نے اپنی کارنی اس عمارت کے اہر کھڑکی کی جس میں کوکر کا دفتر تھا۔ وہاں پہلے سے دو سیاہ رنگ کی ہینک کار میں سوچو رہیں۔ ان میں سے ایک کوکر اور دوسری اس کی بیک بٹری کی گئی تھی جس کا مطلب تھا کہ اسے معمولی خزاہ تھی ہوگی۔

سیکرٹری کو پہلی نظر میں دیکھتے ہی اس کی مالی حیثیت کا اندازہ ہو جاتا تھا۔ وہ چھٹ فٹ قامت کی سنہرے بالوں والی چمکش عورت تھی اس نے اس وقت سیاہ رنگ کا جالی دار لباس پہن رکھا تھا۔ جیسے ہی میں کمرے میں داخل ہوا اس نے مجھے چمک بکرا دیا اور مسکراتے ہوئے بولی۔  
”سسز کوکر نے کہا ہے کہ تمیں فوراً اندر بھیج دیا جائے۔“

میں نے یکدم کے بغیر وہ چمک کوثر کی اندرونی جب میں دیکھا اور پہلی دروازہ کھول کر داخل ہو گیا۔ کوکر مجھے دیکھتے ہی بولا۔ ”کیاں رو گئے تھے، میں کب سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔“

”تم اپنے گاؤ سے پھر مجھے آتے جانتے لوگوں

معاذت میں دے لینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اس کی زیر محفل علم کو رکھنا آف دی ویس بیکر بھی پوچھتی اور مارکیٹ میں یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ ایک سال سے اندر رنگ کا کتبہ وہاں رہ رہتے ہوئے والی ہے۔ کوکر نے اس پر اپنی کھالی کے حقوق خرید لیے تھے اور اس کا بیوی لیا تھا کہ اس بیوی پر بھی ایک کم بہت کی فلم بنائے تو اس پر دولت کی بارش ہو سکتی ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ فلم میں اور رات اور بڑی ہو سکتی ہے باصلاحیت اداکاروں کو کاسٹ نہ لیا جائے کیونکہ وہ وہاں کا محاصرہ طلب کرتے اور بی بی وہ اس شخص کی ضرورت محسوس کر رہا تھا جس نے رہنمائی میں سے کوکر نے کمال خریدی تھی۔ کوکر کا نظریہ تھا کہ کوکر اور سسز کام کیا جائے۔

کوکر اسٹوڈیو کے گھیرت پر مخالف نے مجھے روک لیا۔ وہاں کوکر مجھے جانتا تھا لیکن شاید اسے باتیں کرنے کے لیے کسی شخص کی تلاش تھی کیونکہ بڑے فلم اسٹارز کوکر کے بغیر ہی جی گاؤں اندر لے جاتے تھے لہذا اس نے مجھ پر ہی ان کی کارنی سمجھا۔ اس کا نام بی بی قادیور میں نے اپنے ہاتھ میں ہائی روز لکھنے کا ایک شمارہ پکڑا ہوا تھا۔ ناخداور اشتہار اس نے لیے اسے اس اس طرح کی کوئی نہ کوئی چیز رکھ کر تھا۔ اس نے لاکھ بکھری میں سر ڈالتے ہوئے کہا۔

”خیر یہ تو ہے تمہارا ہی آہستہ لگ رہا ہے کہ کبھی کوکر کوکر ہو جائے۔“ میں نے منہ نہ دے دئے۔  
”اگلی میری کوکر سے بات نہیں ہوئی ہے۔“

کرنے والے اداکاروں کو ہر طرح کی مشکلات اور میڈیا کے سلسلوں سے بچاؤ۔ جب تک مجھے امانت سوا منڈل رہا ہے اس کے کام میں خوشی کرتا رہوں گا۔ میں نے سوزی گھیرت کو ہائی ووڈ لے دارا کے مقب میں ایک ہوٹل سے کھانسی کیا اور اس سے پہلے کا اخبار میری ریزرو اور پاراڈی فوٹو گرافرز اس تک پہنچے تھے اسے اٹھائیں مگر لے آیا۔ اس کی بیٹیوں نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ اسے بھانجے کا مورخ نہیں دیں گی کم از کم جب تک کہ اس کی اگلی فلم ریلیز نہ ہو جائے اور وہ اسٹوڈیو کے لیے پچھو پیے گا سسز، اس طرح یہ مشن کامیابی سے مکمل ہوا۔ مجھے تو پتہ ہی تھا کہ کوکر مجھے اس خدمت کا معمولی سا مزدور دے گا لیکن وہ بیٹیوں پر لگن رکھنے پر تیار تھا لہذا اس کا فون سننے کے بعد موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔

”جب تک مجھے پینہ کام کا سوا منڈل نہیں دے گے وہیں نہیں آؤں گا۔“  
”مجھ سے یہ سب متعلق تو ہوا ہی ہے۔“ وہ غراتے ہوئے بولا۔

”وہ حیرت میرے لیے سوچ چکی تھی۔“ داندے کے برابر اب اور یہ شخص مجھے گھبراہٹے کام کے لیے تیار رہنے کے عوض ادائیگی جاتی ہے۔ ”جس میں اس کام کا رنگ سے سوا منڈل دیا جائے۔ جانتے ہو کہ اس طرح کی کوکر انہیں لے کر آتا تو تمہارا انکھوں دار کا نقصان ہو جاتا اور تمہیں نئے سرے سے فلم کی تلاش کرنا پڑتی۔“  
”میری دیکھ بکھ کر ثابت ہوئی وہ نرم پڑے ہوئے پولا۔“ تم یہاں آؤ گے تو رقم مل جائے گی۔ میں اگلی سیکرٹری سے کہہ کر تمہارا چیک ڈیٹا ہوں۔“  
”اگلی بات ہے تو میں ایک لمحہ شائع کیے بغیر تمہارے پاس آ رہا ہوں۔“

سسز کوکر باصلاحیت پر نہیں تھیں وہاں تھا۔ اس کے خیال میں کوکر کوکر اور وہاں کوکر کی بکترین ضروری ہے۔ اس کی کامیاب ترین فلموں میں سے ایک ایلو نوو میری گئی جس میں ایک نوجوان پتہ نوران زمین دار ذوق جارج کوکر نے رات کو کبھی بدل کر مظلوم کسانوں اور گھیرت کے حدودوں کا مخالف بن کر رات کو کھانا کھا۔ وہ اپنے آپ کو اندھیرے کا حصہ بنانے کے لیے ہمیشہ سیاہ لباس پہنتا تھا اور اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کا جاکب ہوتا تو اس کی گوار چاندی کی گئی لیکن اس کا سب سے سیاہ رنگ کا تھا۔ اس کے پاس فیروز نام کا کتاب جو مظلوم طبقہ کو انصاف فراہم

کوکر اسٹوڈیو کا مالک۔ وہ مگر گھٹک کا آٹا دیکھ لکے چکے تھے۔ یہاں سے کوکر کا تھا لیکن اس وقت اس کے لیے میں کھری سبیر کی جگہ رہی تھی۔  
”خیر یہ تو ہے سسز کوکر آج صبح میری یاد کیسے آئی؟“

”ایک بہت بڑا مسئلہ روکنا ہے اسی لیے جسٹس فون کیا ہے۔“ وہ مجھ پر لکھے میں بولا۔

”کوئی شخص کوکر کا آف وی جیس بیکر کے سین پر تحریر کیا اور وہی کر رہا ہے۔“  
”میں جانتا تھا کہ یہ کوکر اسٹوڈیو کی بہت بڑی فلم ہے اور اس سے مالکوں کو کافی امیدیں وابستہ ہیں مگر میں نے جانتی تھی کہ کوکر انہیں داندے کے لیے کہا۔“ کیا تم اس قسم میں کوکر کا کاردار کوکر رہے ہو؟“

”یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔“ وہ جھپٹاتے ہوئے بولا۔ ”میں بہت پریشان ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم اپنے طور پر اس معاملے کی جانچ کر دو۔“  
”مجھے ابھی تک گھیرت والے معاملے کی بھی ادائیگی نہیں ہوئی ہے۔“

گھیرت سسز: اسٹوڈیو کی لڑائی کے ساتھ ساتھ کوکر کی بھی کیا کرتی تھی اور بڑی بڑی شہرت کی جانب بڑھ رہی تھی کہ اچانک ہی ان میں سے ایک نے کسی طمان کے ساتھ لہرا ہونے کا منصوبہ بنا لیا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اسے صرف طمان کے بجائے جہاز پر موجود تمام شہ کی دلی بھی گاؤں کا رہتا ہوگا جو شہر سے اپنی بیکر ہاؤس کی کی محسوس کر رہے تھے۔ گھیرت سسز کی گھیرت نے ایک ٹھیکہ چار اور تمام اخباری نامہ سے وہ کوکر افروز اس کی کھول میں لگ گئے۔ کیا وہ کوکر جب کوکر نے مجھے اسے تلاش کرنے کی دیتے ادائی ہو گئے۔

میرے کان میں خام طور پر بھیجی ہوئی مھر لے عورتیں اور آواز وہ حراج مرد ہوتے تھے۔ جو مجھے اپنا بیوی یا شوہر کی جاسوسی کرنے اور ان کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کا قول سوا منڈل دے کرتے ہیں لیکن کوکر میرا مستقبل کا بھید ہے۔ کوئی کام ہو یا نہیں وہ مجھے براہ ایک محسوس ہی وہم بھور دیکھ دیتا ہے گو ایک طرف سے میں اس کا غلام ہوں۔ اس لیے وقت چلانے پر سارے کام چھوڑ کر اس کی خدمت میں لگ جاتا ہوں اور میرے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ اس کی قسم میں کام





سازش



ڈرائنگ اور اسی کواں اور ہے، ہوا مشورے سے تو اس سے قاتلہ  
میں اٹھنا چاہیے

اس کی جگہ میں ہوا تو اور یہی قسمی کرتا تھا۔ رات کے  
تھکتے ہوئے۔  
یہ کہہ کر اس نے بازو پھیلا دیے جس سے اس کی قسمی  
پھٹائی گئی اور وہی اور بولا۔ "میری طرف دیکھو، کیا نہیں  
سمجھ کر کوئی نشان بکھرا رہا ہے۔"

"نہیں۔"

"اس کے بارے میں نے رات کے لیے اس سینٹر پر  
خاموشی کا انتظام کیا۔" وہ چہرہ بیکند غامض رہنے کے بعد  
بولا۔ "میں اپنے پرانے راستے کے لیے سیکھ کر بھاگ رہا تھا۔"

"حالانکہ وہ مجھ سے مدد کرتا ہے۔"

"اس کے ساتھ اپنا مسلک کرنا جو نہیں چک کرے  
ہیں۔" فن نے کہا۔ "یہ بائبل میں لکھا ہوا ہے، تم خود کیج  
تھکتے ہو۔"

"میں اس کے لیے تمہارے پڑ بات یاد رکھوں  
گا۔" میں نے اس سے کہا۔ "تمہارے کچن وقت کا شکر یہ  
میں تمہارے راستہ دکھانے سے بچ رہا ہوں۔"

"تم سے مل کر خوش ہوئی۔" فن نے کہا۔ "بظاہر  
اسے اپنے پرانے راستے سے فائدہ حاصل کرنے کی خواہش  
نہیں تھی۔" اس نے کہا۔ "کیا تم ٹھنک دیکھو گے؟"

جس پر اس طرح کی باتوں کی تباہی رہتی تھی جس کی  
روشنی تو تھی اسے کی شکای کر رہی تھیں۔ فلم میں یہ سب  
پتہ چلنے لگا تھا۔ اس نے مجھے معلوم تھا کہ یہ سینٹر بہت بڑا ہوگا  
اور اس کے اندر بے چین تھیں کہ بہت زیادہ تو چل سکی تھی۔ اس  
سے اور دیکھتے تھیں تھا کہ وہ اس میں نہیں ہوگا۔

"اسی جہاز میں اور بھی گوریلے ہوں گے؟"

"نہیں، وہ شکاری یہ نہیں دیکھ سکیں گے کہ جہاز میں  
کون ہے۔ انہیں صرف میں ہی نظر آؤں گا۔" جیکسن لڑائی  
میں تھکے تھکے لیکن بھرپور چلنے کی وہ اپنے طور پر جہاز کو  
چلنے کے لیے میں کا سباب ہو جاتا ہے۔

"کیا آئی؟ اور ایسا کسی طرح کرے گا؟"

"جیسے اس کی مدد ہے۔" فن نے کہا۔ "اسے ایک  
نیا نیا کتہ بنانے کی۔"

"تجربہ دو جیکسن میں ہوگا جس کے ساتھ تم  
آؤ گے۔"

"نہیں، اس کی جگہ اسٹیشن میں کرل راجز آجائے  
میں وہیں بھی اندازہ تھا کہ جیکسن بھی اس طرح کا  
اور وہاں جیکسن نے گوریلے زینتیں سی اس کے ہاتھ میں  
— چار ہتھیاروں کے ساتھ۔ ایک جیکسن کی ہتھیاروں پر  
وہی ہے جیکسن کے ہاتھ میں اور وہی میں جیکسن کے ہاتھ میں  
اس کی ہتھیاروں کے لیے ایک تھکائی ہوئی کواں کوڑا ہے  
یہ جہاز۔ کیا تم خود میں جیکسن کے ہاتھ میں کوڑا ہے  
— اب جیکسن کے اور قسم کے ہتھیاروں کے دوران اس میں  
میں نے ساتھ جوڑ دیا ہے۔"

جیکسن میں یہ سب باتیں سوچ رہا تھا تو مجھے کافی اور  
بہت کمزور کی طرف محسوس ہوئی۔ میں نے اسے اور کچھ دیکھا تو  
مجھے ایک چیز کے چپے میں نے جیکسن کا پیشہ کارے دیکھیں  
تو کہیں۔ اس نے غائب ہونے والا اپنے ہاتھ میں رکھا تھا۔

"یہ جیکسن گولہ ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"اس کا نام راکٹ گولہ ہے اور یہ مجھ سے تفریق کرتا  
ہے۔"

"مجھے اس کے بارے میں بتاؤ۔"

"میں راکٹ گولہ سے جانتا ہوں۔ ہم اسے  
... دے دیتے ہیں۔ وہ ہمیشہ کی طرح تھا کہ ایک ایک دانہ  
... میں گولی کھال میں کر کے فلم میں کام کرے گا لیکن  
میں نے اسے لگاتار دے دی۔ اسی لیے وہ مجھ سے تفریق  
کرتا ہے۔ اس کے لیے میں اسے الزام نہیں دوں گا کہ

جاسوسی ڈائجسٹ 81 نومبر 2014ء

بڑا بزنس کر سکتی تھی۔ لیکن ہے کہ میں وہ فلم ہو جس کی جیکسن  
انسان کا مانی کا خواب کر رہا اور اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا کہ  
کون اس کا مخالف ہو سکتا ہے۔ جیکسن نے تو جیکسن  
میں جاسوس اور ہی ملے گا کوئی فرد اس میں شامل ہو سکتا ہے  
تو جیکسن کسی کے پاس رہنے کے لیے جیکسن نہ ہو۔

"کافی کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

جیکسن نے کندھے سے اچکا کر لائی کا اٹھارہ گنا اور وہی  
اسے اس کی پروا تھی۔ وہ صرف اپنے ہم پلہ لوگوں سے  
بات کرنا پسند کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اس سے بھی  
ایک دفعہ نہیں کہا جو کہ یہ لگائی چپے ہوئے اس سے چار  
فٹ کے فاصلے پر کھڑا اور تھا۔

"میں چار ہوں۔" جیکسن نے کہا۔ "میں اپنے کو  
وہی دست ہاتھ نہیں۔ یہ فلم مجھے ایک بار پھر لوگوں کی توجہ  
میں کرنا چاہتی ہے۔"

وہ جیکسن چارہ کر پڑ گیا اور اس میں سے اس میں  
بارے میں باتیں کرنے لگا جس کی وہ تیاری کر رہے تھے۔  
اس کا چہرہ جوتی سے چمکانے لگا۔

"یہ اس فلم کا سب سے بڑا سین ہے۔ یہ مکمل جگہ  
عظیم کا منظر ہے جب مشرقی یورپ کے لوگوں نے اپنے  
چاندلے جانے کے لیے گولہ لائی تھی۔ پڑھ کر مکمل جگہ  
تھی۔ جیکسن ایک جاسوس سے اور اس کی فیسٹوری ہے  
کہ جہاز کو نقصان پہنچانے والے۔ اس نے اسے زور دینے کی  
کوشش کرتا ہوں لیکن جہاز فضا میں بلند ہونے لگی والی تھی  
اور میں جیکسن رہ جاتا ہوں۔ پتہ چلے گا اس میں اسے ہوا  
کے لیے دوڑ لگا تاہوں اور جیسے ہی جہاز زمین سے اٹھا  
شروع ہوتا ہے دوسرے گولے میرے لیے سی کی میری  
لگا دیتے ہیں۔ میں اس پر چار منا شروع کرتا ہوں اور  
جیکسن میرے چپے آتا ہے۔ ہم دونوں کے درمیان فضا  
میں زبردست لڑائی ہوتی ہے۔"

فن جوتی میں آکر فضا کے انداز میں چل رہا تھا۔ وہ  
اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "یہ ایک زبردست سین  
ہوگا۔ میں سی کی میری کے ذریعے جہاز پر تپوں گا اور  
وہ مجھے روکے گی کوشش کرے گا۔ اس کے پاس واحد  
تھیار ایک چھوٹا سا (دب) ہے۔ ہمارے لڑائی کے  
دوران جہاز آسان کی طرف اٹھارتے گا۔"

میں نے جہاز کی طرف دیکھا۔ اسٹوری کی سب سے  
ایک تپال سے اٹھ کر دیکھا تھا اور میں یہ ایسا رنگ کیا تھا  
کہ وہ آسان نظر آئے۔ جہاز کے ساتھ ہی ایک بڑا مساحہ

جاسوسی ڈائجسٹ 80 نومبر 2014ء

ہے؟"

فن نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ایسا کوئی  
سرخ نہیں ملا۔ سب لوگ اچھے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اسی  
دوران وہاں جیکسن جہاز ہوا میں مگر نہ دبانے وہاں  
آگیا۔ مجھے اس کے ہاتھ میں ہتھکڑی لگائی نظر نہیں آئی۔

"میرا خیال ہے کہ تم یہاں جاسوسی کرنے آئے ہو  
فیمل۔" اس نے اداکاروں کے مخصوص سبک میں بات  
کرتے ہوئے کہا۔ "کیا تم جیکسن کے ہاتھوں سے بچنا چاہتے  
ہو؟"

"میں سرخ دستان ہوں کوئی سٹاک نہیں۔" میں نے  
خرا کہا۔ "اب تم نے بات سمجھ لی ہے تو یہ بتانا ضروری  
ہے کہ میں نے جو مخصوص لوگوں کو گولہ کی دکان میں گولے  
سے ضرور بچا رہا ہے۔ دیکھو تمہارے اور کول راجز کے  
تعلق اب کیسے ہیں؟"

اس کا چہرہ مجھ سے سرخ ہو گیا اور بولا۔ "تم بہت  
کچھ انسان ہو۔"

"میں یہاں صرف اپنا کام کرنے آیا ہوں۔ سنا ہے  
کہ سینٹر پر چار بڑا چل رہی ہے۔"

اس نے سکرین کا ایک زوردار منظر دکھایا اور اپنے  
مجھ پر بکراہتے ہوئے بولا۔ "تم نے جیکسن ہی سنا ہے۔  
کوئی ہے جو جیکسن کام کرنے سے روکنا چاہتا ہے۔"

"مجھ کو اندازہ ہے کہ وہ ایسا کیسے کر رہا ہے؟"

"نہیں، کوئی ہے جو کہ یہی فلم گولہ گرا دانا چاہتا ہے۔  
لیکن ہے کہ کوئی چمک نہ کر رہا ہو، لیکن ہے کہ یہ ہماری بد قسمتی  
ہے۔"

"کافی میں جواب آور دو اٹھا بد قسمتی ہے۔" میں  
نے بولا۔

جیکسن کا چہرہ محسوس کیا اور بولا۔ "نہیں، واقعی وہ  
بہت خوف ناک منظر تھا۔"

"مجھے اس کا نہیں ہے۔ کیا نہیں اندازہ ہے کہ  
میں کی حرکت ہو سکتی ہے؟"

"نہیں اور بہتر ہوگا کہ تم مجھے کسی معاملے میں شامل  
نہ کرو۔ یہ میرے کیریئر کی ایک بڑی قسم اور میں  
نہیں چاہتا کہ مجھ کو ملے۔"

اس کا کیریئر نظر پانچ برسوں پر محیط تھا لیکن اسے  
بیشہ بہ امید ہی کہ کوئی بھی بڑی کامیابی فلم اس کے لیے  
جانب کیریئر کو دوبارہ زندہ نہ کر سکتی ہے۔ مگر یہی فلمیں آمدنی  
کے لحاظ سے کامیاب رہتی ہیں اور ان میں سے کوئی بھی فلم

جاسوسی ڈائجسٹ 80 نومبر 2014ء

"کے نہیں، میں ایسا موقع ضائع نہیں کر سکتا۔"

بیب میں نے کون سے اپنا خلاف گردانا خود  
 ہانک بھی ستھریں، وہ اور بولا۔ "میں نے تم جیسے لوگوں  
 کے بارے میں بہت پڑھا ہے۔ تم بھی یہاں تک جھانک  
 کرنے آئے ہو۔"

میں نے اس کے چہرہ کو نظر انداز کر دیا اور بولا۔ "تم  
 یہاں کافی جانتے ہو۔"

وہ کافی انداز اختیار کرتے ہوئے بولا۔ "بھیر ہو  
 کہ تم مجھے کوئی انعام دیو۔ میں نے کافی میں جھانکنا  
 بلکہ خود بھی وہ کافی ہی تھی اور دوسرے لوگوں کی طرح مجھے  
 بھی پتہ روم کے چکر لگتا ہے۔ تم کبھی سے بھی یہ بات  
 پوچھتے ہو۔"

"میں نے سنا ہے کہ تم قریب کوڑا پتھر نہیں کرتے۔"

"وہ ہر ایک سے کیا کہتا ہے کہ میں اس حقیقت کو بھی  
 وجہ سے اس سے حسد کرتا ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ مجھ  
 سے حسد کرتا ہے۔"

میں نے اس کے اپنے آپ کی طرف دیکھا جس پر وہ  
 پڑے ہوئے تھے۔ میرا اس کے سینے ہاتھوں والے سر پر انگر  
 ڈالی اور بولا۔ "کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے بال بہت  
 خوب صورت ہیں۔"

"یہ بھی ایک وجہ ہو سکتی ہے لیکن اس کی پریشانی کا  
 اصل سبب یہ ہے کہ میں اس کے مقابلے میں زیادہ مشہور  
 ہونے والا ہوں۔ شاید یہی سبب معلوم نہیں کہ میں ایک مصنف  
 ہوں۔"

"کیا بانی اور ڈیزائنر تم نے کسی ہے؟" میں نے پھر  
 کہا۔

"نہیں، میں نے ابھی اپنی کتاب شائع نہیں کر دلی  
 لیکن بہت جلد ایسا کرنے والا ہوں۔ میں گوریلوں سے  
 متعلق ایک کتاب پر کام کر رہا ہوں۔ جس میں ان تمام  
 گوریلوں کا ذکر ہوگا جو گوریلوں، کتاہوں اور چرتھ میں  
 ہیں۔ اس کتاب کے شائع ہوجانے کے بعد میں دانتوں  
 رات شبیر ہو جاؤں گا۔"

میں نے سوچا کہ بھیر روم کے بندوں کے بارے  
 میں کون اس کتاب کو پڑھتا ہے کہ وہ اس کے لیے  
 پوچھے بغیر نہ رہے گا۔ "کیا تمہاری کسی ناشر سے بات ہوئی  
 ہے۔"

اس نے بھی سر ہلایا تو میں نے پوچھا۔ "تمہارا  
 کوئی ایجنٹ ہے؟"

"فی الحال نہیں لیکن بہت جلد میں ایک ایجنٹ تلاش  
 کروں گا۔ میں اور ساری دنیا دیکھنے کی رہی ہے تو اسے  
 آپ کو گوریلوں کی کمال میں چھپا رکھا ہے لیکن میری تصویر  
 کتاب کے جیک، ہیکل پر شائع ہوئی اور ساری دنیا میرے  
 نام سے واقف ہو جائے گی۔"

میں نے تصویر میں دیکھا کہ اگر اس نے کوئی تصویر  
 شائع کر دلی تو وہ کیسی ہوگی۔ اس نے ٹوئین کی جیکٹ پہننا  
 دیکھی ہوگی جس کی پہننا میں پہننے لگا ہوں گے اور وہ میں  
 پتہ ہوگا۔ اگر ایسی کوئی کتاب بھی شائع ہوئی جس کے  
 بارے میں مجھے خبر تھا شاید وہ بھی جانتا تھا کہ اس کی لاوت  
 کی جس آئے گی اور میں نے تصویر کیا کہ وہ اس لیے نہیں  
 اور اس کی گوریل کمال سے حسد کرتا تھا۔

"کافی کے بارے میں کیا خیال ہے؟" میں نے  
 کہا۔ "اس کے بعد تم کو زیادہ مستحق سے اپنا کام کرنا  
 ہے۔"

میں نے اسے بتایا کہ فی الحال میرا کافی پتہ کا سوڑ  
 نہیں ہے۔ میں نے ہاتھ نہیں سوچ رہا کہ اس میں کوئی گوریل  
 ہو سکتی ہے۔ میں نے لاؤس کی کوئی ایک کیمرا میں سے باتیں  
 کرتے دیکھا ہے اور میں اس سے اس کے بارے  
 میں تفصیلات جانتا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر میں اس کی جانب  
 ہل دیا۔

"ہیلو اولڈ بوائے۔" اس نے مجھے دیکر خوش دلی  
 سے کہا۔ "کیا تم ہمارے مسائل حل کرنے کے لیے یہاں  
 آئے ہو؟"

"میں اپنی طرف سے ہر وہ کوشش کروں گا۔" میں  
 نے کہا۔ "میں کچھ اندازہ ہے کہ کون سے مسئلہ پیدا  
 ہے؟"

"بالکل پیس۔"

"میں کا تعلق فورٹ ووجہ تھلا سے تھا لیکن  
 جاتے اس کے دانت میں یہ بات کیسے جانی کہ وہ اپنی دوت  
 میں اکثر کام کر سکتا ہے۔ مجھے احساس تھا کہ کافی والے  
 دانتوں سے وہ سترہیں (17) ہو گیا ہوگا۔ وہ ہمیشہ جانتے  
 تھا۔ میں اس کے پاس منتظر تھا تاوقتیکہ وہ اس کی انکی  
 بات کے بارے میں جانتا تھا جس کی وجہ سے وہ گوریل کو تھلا  
 کر سکتا ہے۔"

"میں کی شونگ کیسی جا رہی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس سے تھلا ٹھکر کر سکتا ہے کافی والے دانتوں کی وجہ سے  
 پریشانی کا سامنا ہے۔"

مناظر

رہا۔ کبھی لے پروڈکشن کی ریزرو کم کرنے کی کوشش کی تھی۔  
 شاید وہ چاہتا ہو کہ کوئی فرد فلم چھوڑ کر جانا سکے لیکن اس کی  
 یہ سرگرمیاں فلم کی شونگ پر روکنے کے لیے کافی نہیں تھیں۔ فلم  
 میں کام کرنے والے ہر شخص پر واضح تھا کہ اس کی کامیابی  
 کے روغن اس کا نام تھا۔ وہ کون کون سا ہے تو ان حقائق  
 کے ذریعے فلم گوریل چھپا جاتا۔

کون ایک ایسا شخص تھا جو فلم کو کام دیکھنا چاہتا تھا  
 کہ ایک ایسی صورت میں اس کا کوئی نقصان نہ ہو۔ وہ ان  
 دلوں کی بھی نہیں چاہتے کہ یہ فلم کام ہو جائے کیونکہ اس  
 کی کامیابی سے اس کے گوریل پر پورا اثر پڑے گا۔ تو کہ  
 اس فلم میں اس کا زیادہ کام نہیں تھا لیکن اس کے کامیاب  
 ہونے کی صورت میں وہ کوئی اچھا رول حاصل کر سکتی تھی۔

اب وہ کیا گیلی، وہ فلم کر کے ان تھلا کر چاہے گا جس کے  
 بارے میں اسے یقین تھا کہ وہ اس فلم پر اپنی روزگار سب  
 سے بڑا اندازہ حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن بھی شینی طور پر  
 چاہے گا کہ یہ فلم کامیاب ہو جائے تو اس کے دل میں  
 یقین کے لیے بہت زیادہ تھلا جاتا ہے۔

میں نے مشیر افراد کی ایک فہرست تیار کر لی تھی جن  
 میں اندازہ کارانہ سب سے بہتر تھا لیکن فوری طور پر ان میں سے  
 کسی ایک کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کرنا پڑا تھا۔ لیکن جے  
 کر مشلی پیدا کرنے والا کوئی ایسا شخص ہو جس کے بارے  
 میں میں نے ابھی تک نہیں سوچا تھا۔ حالات اس سبکی کے  
 حق میں سازگار نظر نہیں آ رہے تھے اور اگر کوئی بڑی  
 مصیبت پیش آجاتی تو گوریل بھی حائل نہ کرتا۔

میں نے خاموش رہنے کا اعلان کیا تو غلط اس جگہ  
 سے لوگوں کو ہاتھ میں مصروف ہو گیا۔ میں نے انکیشن کا  
 ٹھونکا اور میں نے اس شخص کی طرف بھاگنا شروع  
 کر دیا۔ وہ ایک طرف سے میں دوت پر تھا لیکن گوریل کی  
 کمال جان کر کوئی شخص دیکھ نہیں جیت سکتا۔ اس نے رک  
 کر پیچھے کی جانب دیکھا اور پھر جہاز کی طرف دوڑنا شروع  
 کر دیا جو کہ اس کی جانب اٹھنا شروع ہو گیا تھا۔ وہ یہاں  
 تاروں کے ذریعے انعام دیا جا رہا تھا جو کہ فاصل پرنت  
 میں نظر نہیں آتے۔

جہاز تھلا یا بار دوت اور پھر پکا تھا جب میں اس کے  
 قریب پہنچا اور اس نے سوار ہونے کے لیے چلا گیا  
 گا۔ میں سمجھا ہوں کہ کوئی اصل ہڈر اس سے ابھی  
 چلا گیا کہ سکتا تھا۔ وہ جہاز تک نہیں پہنچ سکتا تھا اس نے  
 ایک زوردار چٹخائی۔ چند سیکنڈ بعد جہاز کی کھڑکی سے وہی





## نکتہ گر

محبت اور تار

سوچوں کی گہرائی ناہن کے لیے سوچ کے سمندر میں اندھا پڑنا ہے۔۔۔ وہ سوچوں کا بادشاہ تھا۔۔۔ سوچنا اور پہن سوچنے ہی رہ جاتا۔۔۔ اس کا کمال فن تھا۔ کہانی کیا ہوتی ہے۔۔۔ اس کی نکتہ کاری اور فنکاری کے جملہ لوازمات سے مہرور ایک شاعر کا فن چارہ۔۔۔ کہانی نویسی کے فن میں پاکستانی کا دعویٰ کرنے والے مہیا خلائاروں کے لیے ایک نادر نسخہ۔۔۔

پاکستان کے سب سے بڑے ادبی ایوارڈ "پاکستان ایوارڈ" جیتنے والے شاعر



کمرے میں مگریت کا دھواں بھرا تھا اور مہیا سوچ رہا تھا کہ اگلے ماہ تو کرایہ الا کر نے کی صورت کیا بن سکتی ہے۔ وہی دوران وہ کمرے میں داخل ہوئی۔ میں نے سگریٹ آتش دے میں دیکھی اور اس پر گہری نظر ڈالی۔ میں اس کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ ویسے بھی اس وقت کسی کے آنے کی کوئی امید نہ تھی نہ دفتر کا وقت ختم ہونے والا تھا۔ اس کے بعد ویک انڈسٹریز ہو جائے۔

میں نے نو بھر میں ہمارا پ لیا کہ اسے ٹیبلٹ لے کر

باتنے والے لڑکے کے ساتھ اس طرح کی باتیں کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اگر کوئی کوئی شخص کے بارے میں معلوم ہو گیا تھا تو وہ راجہ زکریا کو بھی یہ بات بتا سکتا تھا۔ اس کے بعد اسے راجہ زکریا کہانے کے لیے زیادہ محنت نہیں کرنے پڑتی۔ میں اس نے سوچ کی مہاسیت سے چند لفظ استعمال کیے ہوں گے۔ راجہ زکریا پہلے ہی بہت پریشان تھا اور لوگوں کی زبانی اپنی جاتی کی بات دہانی کا تذکرہ کرنے کے بعد وہ سمجھتا تھا کہ میں کوئی نکتہ گر ہوں گا۔

کوئی دو بار تو گور کی طرف متوجہ ہوا اور دونوں ہر جہز کو باہر کرنے گئے۔ لیکن یہ کیوں نہ تھا کہ اسے بارے میں بات کر رہے ہوں۔ میں گور کو باہر کی طرف جاتا تھا اور میرے انداز سے اس کے مطابق اس نے اسے مڑا دیا تھا اور راجہ زکریا کہانے کے بعد میں نے اسے درست محبت بڑا کر دیا تھا۔ میرے خیال میں اس بات کی اہمیت نہیں تھی کہ ساڑش کا ۱۹۳۳ راجہ زکریا کوں میں سے کس نے تیار کیا تھا۔ میرا حال میرے انداز سے اس کے مطابق کوں جی اس کا باہر مانگتا تھا۔ ساڑش کی ابتدا اسی کے لیے تھی کہ وہ کوں کا ساپ ہوتے تھے۔ دیکھنا پتا تھا۔ جب اس کا کافی والا ہر سہ کام ہو گیا تو اس نے راجہ زکریا کہانے کی تیسری کاپی تیار کر کے کرتے کا اس سے اپنا موقع لیٹا اس کا اس کا اس کے اعلیٰ نہ کرنا تو راجہ زکریا اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا۔ وہ کچھ دالے بھی گھسے کہ کوں کا تجربہ کوں کے سبب بلندی سے گھر کر اپنی بڑی چوٹی ترادیتھا اور یہ فلم دھارک جاتی تھی۔ طرح کی تیسری سمیت بہت سے لوگوں کے خواب پختہ ہو جاتے۔

فلمیں میری مخالفت کے باعث یہ ساڑش نا کام ہوئی۔ راجہ زکریا کوں میں ہو گیا اور فلم دوبارہ جتا شروع ہوئی۔ اب میرا وہاں دکان ہے کار تھا اب اس اپنے دفتر کی طرف چلے ہیں۔ گور کی بیکٹری کے پاس سے گزرتے ہوئے میں نے سوچا کہ اس سے میری بیوی کو گولیاں مارتی ہوں تو کچھ شدید زخمی ہوتی اور میرے کچھ والی پوتہ ہے سبب میں بری طرح تھک رہا تھا لیکن اس کا کوئی تڑپ نہ ہو چرہ دیکھ کر میری بہت تھک ہوئی۔ اب مجھے اس دم کے چیک کا اظہار ہے جو گور نے اس خدمت کے لئے دے دیے تھے۔ وہ دیکھا تھا۔ شاید اس کے لیے مجھے اس وقت تک انتظار کرنا پڑے جب گور کو مجھ سے کوئی دسر اکام لینے کی ضرورت نہ ہو جائے۔

"اس کے لیے میں ملے دے ہوں گے۔"

اس کا سارا جوش جھانک کی طرح بند کیا پھر وہ کچھ سوچتے ہوئے وہاں کاسٹ سے میرا مطالعہ منظر ہے۔

"کیوں نہ ہم ایک کب کافی پی لیں۔" میں نے کہا۔

جب میرے کوں کے سامنے اپنا منصوبہ رکھا تو وہ باجی سے سر ہلاتے ہوئے بولا۔ "نہی مجھے اپنی کمال نہیں پہنچنے دے گا۔ وہ مجھ سے نفرت کرتا ہے۔"

"اس نے بھی نہیں پہنچا۔ وہ خدمت دلائی تھی۔" میں نے کہا۔ "لیکن ہے کہ اسے تمہاری حالت پر افسوس ہوتا ہو۔"

"اپنی کتاب لکھنے کے بعد میں اس سے زیادہ مشغول ہو جاؤں گا۔"

"تم اب بھی یہ کتاب لکھ سکتے ہو یہ سوچ کر کچھ منور اسکرین پر گور کی کمال میں تم سے۔"

"اب اس میں میرے لیے کیا باتیں بچا ہے۔ زیادہ تر سنی تو لکھنے کے لئے کر رہا ہے۔"

"تم انہیں کیسے کوں۔" میرے گور نے کہا۔ "تم اس فلم کو مکمل کر دو گے اور میں ان کی اجازت دے دے گا۔ اتنی ہی بات تمہاری کچھ میں نہیں آتی۔"

"ابھی۔۔۔ اگر تم کہتے ہو۔"

تھوڑی سی حیرت منظر کے بعد وہ دونوں نئے وہیں پھوڑ کر بیٹھے تھے۔ انہیں فن سے بات کرنا بھی اور اسے اس پر راضی کرنا تھا۔ وہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح فلم کو بچا پتا تھا۔ اس طرح وہ بھی بیروان جاتا اور اخبارات کے تبصروں میں اس کا ذکر نمایاں انداز میں کیا جاتا اور یہ دتے داری گور کے اشتہار کی ایک نئی کپی کو اس موقع سے کس طرح فائدہ اٹھاتے ہیں۔

گور نے کوں کے کٹھنوں کے گرد پھانپا ہوا کھانا ہوا تھا۔ کوں نے پیچھے ہٹ کر دیکھا اور غصے سے انداز میں مسکراتے رہے۔ جب مجھے شک ہونے لگا کہ اس فلم واقعے کے پیچھے اس کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔ شروع میں ہونے والے ابتدائی واقعات یہ آسانی اس کے کھانے میں ڈالے جاسکتے تھے۔

اس نے قابل ہوشیاری سے کافی میں دست آور دو دھالائی اور چائے کی مٹھی دگرتے ہوئے سب کے سامنے اسے پی کیا۔

گوئی بھی لکھیں سوچ سکتا کہ وہ بھی یہ کافی پی سکتا ہے۔

اس کے باوجود فلم کی شوٹنگ جاری رہی تو اس نے دوسری کوششیں کرنا شروع کر دیں۔ شاید کئی ہفتوں نے اس کے سامنے چلی گھاڑتے ہوئے راجہ زکریا کی بی بی کے ساتھ اپنے گفتگو کا ذکر کیا ہوگا۔ اس کا خیال تھا کہ کافی



برعزافہ کچھ عجیب سی تصور دہائی کہانیاں تخلیق کرتے رہے تھے لیکن اس سیکہ باوجود انہوں نے اپنی تخلیقات سے لہا مال کا پایا۔ اس دور کے کچھ نئے واسلے تو اسے درست مند ہونے کے بعد آج بھی ان کا ذہن ایکوں میں مسافرت کرتا ہے۔ وہ چار ہے۔ صرف تفکروں کی کارگر مری اور سوداگری کے ذریعے انہوں نے اپنے آسائش زندگی بسر کی تھی۔

دینے میں بھی زور نہیں دیا۔ دھاتی موصلیات کا ایک ڈال صرف ایک سینے میں لکھ سکتا ہوں۔ ایک ڈال انگریز لٹائی کے لیے دو ڈال ہوتا ہے، اس کے بعد بھی ایک ڈال کم قیمت ڈال چورنگین کے انحصار میں۔ حق کیوں تو اس طرح کے مایوسانہ ڈال، حواف کیجیے یہ غلطی کی آراء ہے لکھتے کہ کمر میں کئی برسوں سے بڑے سکون سے خوش حال زندگی بسر کر رہا ہوں۔ ویسے میری مانی خوش حالی کا راز یہ ہے کہ میرے ہاتھ بہت سارے ڈال دوسروں کے کام سے چسپ کر آئیں۔ ڈال نگاروں کی نظار میں کھڑا کر چکے ہیں۔ یہ وہ دولت مند ہیں جو ایک چار گراں کو فخر چھوڑ دے، اذیت سے ایک فخریہ جس تک لکھ سکتے کمر میں سے ڈالوں نے انہیں دوسروں کے انداز میں زندگی کے دوسرے درجے کے ادبی حلقوں میں حصار کر دیا اور اب وہ اس خریدی کی شہرت سے، خواہشیں پورا ہونے کے منتظر ہیں۔ حکومت کی جگہ کر، مجھے دلی محنت دولت اور بدلے میں لکھی شہرت سے لطف اندوز ہونے کے لیے، ادبی دانشورین مجازت ہیں۔

خبر سے نرودہ پہنچیں اور فافہ مست جو جانی نے مجھے  
دولت کی اہمیت بہت پہلے ہی دیکھ لی تھی۔ میں اس  
دولت کے راجہ اور اول کا اول نگار بننے کا جنون تھا۔ میں اس  
دولت کی بنیاد پر عالمی ادب میں مقام حاصل کرنے کا  
خواہش تھا لیکن جو کہ بڑی ہلاکت ہے۔ میں نے اپنی اولی  
نظم کی کا سورا روٹی سے کیا۔ ادب کی تاریخ میں زندہ  
رہنے سے زیادہ حالی کی دنیا میں انسانوں کے بچنے کا  
منازاعہ ہوا ہے۔ میرے اس فیصلے سے مالی آسودگی تو  
بہت حاصل ہوئی لیکن اندر کے ادیب کی عقل پر اثر آگیا۔  
مثلاً اس کی وجہ یہ ہو کہ اسے جو کہ نہیں تھا۔ اگر ایسا ہوتا  
تو وہ بھی ہر انسان ہوتا۔

تھے! بات کو رہا تھا دونوں کی منظر کشی کی۔ میری کہانیوں میں پرچھٹن کا حوالہ بننا ہے۔ میں الفاظ سے ایسا منظر کشی کرتا ہوں کہ کہتے چاتھ پر چہرہ کوڑھ والا آجرونی بھی خود کو دے سکتے ہیں گے درمیان محسوس کرتا ہے۔ شاید یہ

آؤ آؤ کا تھا جس کی کہانی چالیس کی دہائی کے ہیں۔ عمر میں تھی۔ دو چالیس میرے ذہن میں کھٹ رہی تھی: اس عورت کی سکر اپت کس طرح کی بیان کروں اور کہاں کسٹ رہا ہو کہ لمبائی ٹیک کھسکی تھی یا اسے پنجم کمرے کی بات پر مزید روکنا دلی جائے۔

میں نے اور چاہرے درست کیے، تو حسیاتی کاٹ  
چھانٹ کر اس کا ایک طرف دکھا۔ اور کنگرہ کہ کھانے  
پینے کے دور میں کھانا شروع کیا اور چھانٹ کاٹ چھانٹ کر  
اوپر اٹھنا شروع کر دیا۔ لیکن کھانا ہوتا تو شاید میرے لیے  
کافور یا دھواں کھانا کھانے کے لیے ہوتا لیکن اس کی بات ہی کچھ اور ہے۔  
میرے بارے میں یہ مشورہ کی رائے ہے کہ زوروں میں ہوں  
اور پیپروں نے میرے کھانے کی مقدار کو حد بنے جا دیا ہے۔  
اے اے یہ غلط فہمی کھینچ۔ اس سے اشاعت میں جتنی ترقی آئی  
ہے۔ اسی سے کہہ دو کہ میرے لیے تو کھانے کے راستے زیادہ  
آسان ہوئے ہیں۔ اسی لیے میں کھانے کے لیے پیپروں کی فراہم  
کر دوں گی۔ یہ سہولیات سے بھرپور استفادہ کرتا ہوں اور کھانے  
کے بعد چائے کی کٹ چھانٹ کر رہا ہوں۔ شاید اسی  
لیے میں کھانے کی ضروریات پر بھرپور توجہ دیتا ہوں۔ میری  
کتابوں میں تجربات نگاری اور کھانے کی سہولیات بہت  
مشروط ہوتی ہیں۔ ویسے بھی میں کھانے سے پہلے تحقیق اور  
کتابیات کو گھومنے کے لیے مشاہدے پر کافی وقت خرچ  
کر رہا ہوں۔ ضروری نہیں کہ اگر ایک بار کنگرہ یا زوروں  
یا کسی اور ہے۔ نظر میں آئے ہوں بعض اوقات بہت کچھ  
نہیں یاد آتا ہے۔

[illegible]

میرے پرستار چاہے ان سے متعلق نہ ہوں لیکن  
 ان کا خیال ہے کہ میں سویرے صبح کی چوٹی اور پانچویں  
 بجے کے نصفِ واسطے جذبات سے غارتی اور حقیقت کے

”شاید...“ میں نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔

"ہوئے غم و یک اندر پر کیا کرتے ہو؟"  
 "وہی چیزیں کرتا ہوں۔ جو کل روزِ افس پارِی، شانِ  
 دار و زور و دستوں سے طاعن تھیں اور کبھی کو کین بھی..."  
 "کو کین والی بات بڑی ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس  
 منہ بخشنا ایک کھول کر مگر بت ہولہر ڈالا، جو دم و دیش، ایک  
 قہر کا تھوڑا ہوا۔ اس کے سر سے پر مگر بیت، بجایا۔ اسے شاید  
 ابازت طلب کرنے کی عادت تھی یا کمرت میں مگر بیت  
 کے پچھلے دھو بھی کھوس کر کے اس نے ابازت کی ضرورت  
 نہ سمجھی۔ جس نے ہاتھ بڑھا کر اس کا شہرے میں دھکا مگر بیت  
 اٹھا لیا اور کمر دیش لے کر دھو بھی ڈال دیا۔ دار و زور و دستوں  
 وار کر دیا۔ اس نے مگر بیت ہولہر دیکھ لیا۔ لگاتار ہوتے  
 بیٹھے دیکھا۔ میں نے ازراہ تہذیب آگے بڑھ کر اس کی  
 مگر بیت سٹائی۔ اس کے گھر سے کچھ کے بعد گھر سے گئے  
 جو بھی میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ ویسے جس ادا سے اس  
 نے مگر بیت ہولہر میں لگا دیا بھی کچھ گدا و جانی ہے کہ میں  
 ہی آگے بڑھ کر اسے سٹا کر۔ یہ عجب کی قویٰ صورتوں کا  
 اندازِ ناس تھا۔ ویسے دیکھتے پہرے طبع سے تہ جزیں لگ  
 تھی کی۔

کمرے میں کچھ دیر خاموشی رہی۔ وہ جتنے کا دل  
 تھا۔ میں اس بار بار تختہ انداز سے ایک اینڈ سٹا پاپا ہوتا  
 تھا۔ گزشتہ تینوں سے درپیش مالی مشکلات اور بے کاری  
 نے مجھے خود کو اُدھوا دیا تھا۔ ننگا تھا وہ اب بھی کام نہ لانے  
 کے باعث سو پینے بجھنے کی تمام صلاحیتیں ایک طرف رکھ  
 کر آرام کرنے کا پانچا۔ میں نے ایک نظر اس پر ڈالی۔ وہ  
 چار انٹن نظروں سے دیکھ کر کاجازہ کھینچا۔ جس لیے جاری  
 تھی۔ میرا سوچ رہا تھا کہ بے انت آمد کا مطلب ہے بے  
 وقت کچی پریشانی لیکن اس کی خاموشی خود مجھے پریشان کے  
 جاری کیا۔ کچھ نہیں آ رہا تھا کہ سلیپ پرانی ریٹ سرائے  
 دسواں سر دسواں کے دفتر میں اس کی آمد کا مفقہ کیا  
 ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی ارادہ نہ ہوتا تو میں اس پر ہرگز نہ سوچتا  
 لیکن یہ جتنے کا آخری دن تھا۔ ابھی مجھے یہ فیملی بھی کر رہا  
 کہ شہر سے کس مٹاؤ آتا ہے میں، کہیں پر سکون ایک اینڈ  
 گزارا ہو سکتا تھا۔

یہاں تک کہ نئے کے بعد میں لگا۔ کافی دیر تک کی لڑائی پر ہمارے اہلکاروں نے ہارنے سے باز نہیں آئے۔ آخر میں ہمیں ہارنے کا سامنا کرنا پڑا۔

ہرگز نہیں کہا جاسکتا البتہ اس کا علیہ وعلینہ، کچھ کچھ مٹھک  
خیر اور شاید اسی بنا پر قابلِ توجہ ضرور تھا۔ بیٹے اور بیٹے بال  
غلامین دھرت کے تھے جو اس کے دونوں شانوں پر  
بحرے تھے۔ میرا خیال تھا کہ اہل ہوں کے ہو سکتا  
ہے کہ ایسا نہ ہو۔ اس نے سر پر ہینٹ اوڑھا ہوا تھا، جس  
پر مرغ زریں کا ایک بچھو بھگایا تھا۔ ہینٹ کے ساتھ  
چالی دانیشی قلاب چہرے کو چھپاتے ہوئے تھا حالانکہ  
اس کا پورا چہرہ صاف صاف دکھائی دے رہا تھا۔ گے  
میں بڑے بڑے مختلف رنگوں کے مسوئیوں کی کئی بالائیں  
نیک ربی جسکی شانوں پر تھوٹی سی بھوئی سیاہ شال تھی۔  
وہ دل کشائی ہوئی کمرے میں باطل ہوئی۔ تو میرے راک کر  
جیسے دیکھا، سامنے رکھی کرسی چھٹی اور لمبائی ہوئی، اور اسے  
تازے رنگ پر ناک کر رکھ کر بیٹھ گیا۔ دینے تو اس کا یوں  
دنا کچھ بیٹھ جانے آداب کے خلاف تھا لیکن اس وقت بیٹھے  
کر لے لے کر آنے کے سوا کسی اور بات کی چنداں فکر نہ تھی  
لیکن اس کی آمد کے ساتھ ساتھ لکھنوی کا حق ہو سکی کہ  
ویک وینڈ شروع ہونے میں چند گھنٹے باقی تھے اور ایسے  
میں کوئی خاص کام تھا میں لینے کا۔ طلب اسے بھی راک پر  
نہایت توجہ سے ہرگز منکروں آتا۔

”خاتم ہو مسٹر سلیمان؟“ کرسی پر بیٹھنے کے بعد اس نے لہجہ بھر بھر سے چہرے کو تھوند دیکھا اور پھر بڑی آواز سے کہنے لگا: ”دارالافتاء میں چھپا۔ اس کا لہجہ اور حقارت، اٹھتا تھا گڑبڑ شب کی چوٹی اور اگر کا داد اب تک اس کے سر پر اثر تھیں۔“

”بالکل بھرا فرما۔“ میں نے گروں اس کی طرف دھمکانے کو اپنے کہا۔ ”پیر ایڈیٹ فرما مرزا... ملاقات کا وقت صبح سے بعد، صبح کو یہ شام پانچ بجے۔“ انا کہہ کر مٹھری پر تلخ فریاد لی اور پھر اس کی طرف دیکھا۔ ”آپ نے بالکل درست پہچان لیا، میں علی سلیمان ہوں، فرمائیے دیکھتے وقت کرسکتا ہوں آپ کی۔“

”وہج ہوئی تو تکی ہوں اور ظاہر ہے یہاں دیکھ  
ایندہ پر آنے والے کسی ایمر مٹکی میں ہوں گے۔“  
”بالکل ٹھیک۔۔۔ میں خود دیکھ لیندہ گاؤں دگر ام ہندو  
تھا۔“

”.....! اس نے ہونٹ میکر کر کہا۔  
 ”میں تو صرف پروردگار پر ہرجا تھا لیکن آپ کو کیج کر گستا  
 بے کر اس کے لیے تیار ہی کیا کرتے ہیں۔“  
 یہ سن کر وہ بڑے دکھ و غم سے سسکیا اور پھر معنی  
 خیز انداز میں کہنے لگی۔ ”تو تمہیں ایسا لگتا ہے۔“

سب کچھ کہنے کا انسانی میٹو یہ بھی ہو کہ اس طرح میں اپنے اندر کی محنت اور غربت زور قائم دست جھانکی کی اُن محرومیوں کو باہر نکالنے کی کوشش کرتا ہوں، جن کا ادواب ٹاپر نہیں نکلتا۔

بائے جوئی ہو، ماضی کے برعکس اب میری زندگی مالی لحاظ سے خوش حال ہے، جیسا میری طرح میرے کردار بھی خوش حال زندگی بسر کرتے ہیں اور میری طرح ان کا حلقہ احباب بھی بہترین اور مہذب لوگوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اب میرے اسی ناول کو لے لیں۔

سلیڈ کا سبب سب بہت اعلیٰ تھا، وہ عظیم و عظیم ملک ماروا کا غلتے حال پر پڑتا ہے لیکن فوجی مشین اس کے خون میں رچتی رہی ہے۔ اسے گھر کا گریو دیتا ہے لیکن اس کے باوجود شے کو کھٹکنا سخت دیکھ کر وہ سوچتا ہے کہ کونسی ہے عزت اس کا ایک ایسا غارت نہ کر دے۔ اسے اپنی خالی جیب سے زیادہ ایک ایڈووکیٹ و تفریح ساز گزراوے کی روایت زیادہ یاد آتی ہے۔

میرے کردار وہی ہیں، جن سے میرا ناول زندگی میں واقعہ پڑا۔ کرداروں کو سوچتے سوچتے کچھ کچھ تو میں حقیقی زندگی میں بھی دیکھا تو ان کی نظر سے دیکھنے کا ہوں۔ میری زندگی نے بہت سے طوفان دیکھے، بڑے بڑے تشعب و فساد میری راہ میں آئے اور تمام ترک و زاریاں... نے دراصل انکی واقعات سے جنم لیا ہے۔ میرے کہ غلب ماروا میری زندگی پر اس حد تک غلبہ آچکا کہ اب اس سے بچنے کا رستہ نہیں نکلتا۔ جب بھی لکھتے لکھتے کہیں ایک جات ہوں یا حقیقی زندگی میں کوئی مشکل پیش آجائے تو سوچتا ہوں کہ اگر غلب ماروا کو کسی صورت حال درپیش آتی تو وہ کیا کرتا۔ اگرچہ یہ نیز تخلیق کردہ کردار ہے لیکن حقیقی زندگی میں یہ میرا ایک ہمدرد بڑا دوست تھا۔ لیکن زمانے کے سرد و گرم نے اسے سڑک پر پہنچا دیا تھا۔ میری بھی اس سے ایک سڑک کنارے ہی ملاقات ہوئی تھی۔ اس کی باتوں نے ہمیشہ مجھے سوچنے لگنے کی طاقت بخشی۔ وہ دوست تو دنیا سے چلا گیا لیکن اس کی شخصیت کبھی نے غلب ماروا کے کردار میں داخل دیا۔ جب کبھی کسی مشکل کا سامنا ہوتا ہے، میں اپنے کردار کے سامنے سبک پان کرتا ہوں اور پھر اس کے انداز میں سوچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ کچھ کچھ تو ان کی طرح سوچنے سے مجھے اپنی پریشانی کا حل مل جاتا ہے۔

غلب تو ایک طرف، اس سے فراموشی ہی نہیں نکلتی میرے دوسرے کردار، خواہ ان کے ہاں یا رہے، کسی طرح انکی کم اہمیت کے حامل نہیں۔ جب سے میں نے ناول نگاری اور کہانیوں کو اپنی روزی روٹی کا بنیادی ذریعہ بنایا ہے، تب سے میرے کردار میرے حواس پر آہستہ آہستہ اس قدر سوار ہو چکے ہیں کہ اب تو کبھی کبھار ایسا لگتا ہے کہ وہ سب میرے اندر سنبھلی ہوئے ہیں۔ جب کوئی کردار چاہتا ہے، وہ چل کر لگتا ہے اور میرے وجود پر قابض ہو کر اپنا حکم چلانے لگتا ہے اور پھر میں نہیں رہتا اور وہ چلا جاتا ہوں۔

میں نے نئے نئے ناول اور ناولوں کی صورت کا پورا مضمون لکھا تھا لیکن اس پر غور کرتے کرتے میں میں ہلکا سا دھبہ ہونے لگا۔ میں نے کاندھ ایک طرف، کاندھ اور کمر کی طاقت سے لاکر آٹھیں سوچیں لیکن انداز پر دستور پل رہا تھا۔ میں نے لاکر اپنی طاقت پر غور کر لیا تھا۔ سنے ہوں تو کھٹک تو شروع کر دیتا تھا لیکن کچھ سے کچھ سے لکھنے پر اندر سے خوشی تھی۔ اب تک میں اپنے اس کردار کا نام تک منتخب نہیں کر سکا ہے اس میں کھٹک کا کردار ادا کرتا تھا۔ ایک اور مسئلہ تھا۔ مجھے جیٹ اس طرح کے مسائل درپیش رہتے ہیں۔ میں اب تک لکھنے کے بعض خدو سے بھی مطمئن نہ تھا۔ ان کا انداز تو لکھنے پر سوچ بجا کر رہا تھا۔ مجھے سنبھلنے والوں میں کی کمی دیکھ کر کبھی کا کومس اب تک سنبھل کر لکھتا تھا۔ چنانچہ چلوں کہ بریڈول لکھتے وقت میری کوشش تھی کہ میں اپنی جگہ ایسا ایسا نام نہ پیدا کروں جس سے قاری کے ذہن میں الجھنیں جنم لیں۔ میرا خیال ہے کہ خاندان کے وقت قاری کو پانی کے بہاؤ کی طرح ہانسی رکاوٹ، اپنی رفتار سے آگے بڑھتے دھبے کا ارتقا حاصل ہے اور یہ حق اسے دیتا ہے ناول نگاروں کے لئے وقت۔

میری کوشش رائی جی کی سکران کا لے اور پھر میں اس طرح بیان ہوں کہ قاری کشش سے آگے بڑھے۔ مجھے اس طرح کے اوتاروں سے جہ جہ جو صورت حال کو اس طرح دیکھ دیتا ہے کہ قاری دن بھر میں ہلچل ایک صفحہ پڑھ پڑا ہے اور پھر میرے پردوں میں اٹکتا ہے جیسے کاتوں سے داکن چمڑا آتا ہو آگے بڑھ رہا ہو۔ یہ اور بات کہ میرا خیال ہے میں ایک تعلیم ادیب ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں کوئی مشہور ادیب نہیں اور نہ ہی شاہکار ادیب پارے لکھتا ہوں مگر پھر بھی لکھتے ہوئے کئی بار خود سے یہ پوچھتا رہتا ہوں کہ کہانی میں کبھی کوئی الجھاؤ تو نہیں

آہ پوچھ کی طرح جیسے لے رہی لیکن میرے لئے ناول کے کردار سنبھل کے ساتھ ایسا نہ تھا۔ اس کا تو کام ہی ضرورت سے اٹھانا اور لکھنا تھا۔ دینے کی وہ سہاگن پائیس رائس تھا۔ اس کردار کی میں ایک ہی بڑی عادت تھی۔ وہ جیسے د آواز دلا دلا اور پیچے رہنے کا شوقین تھا چاہے وہ سگریٹ پرانے ہو۔

لیکن اس وقت میری توجہ اس پر نہیں بلکہ ہول کی فوج جیسے اور بہروں کی فوج پر تھی۔ مجھے انکی کے نام سے آگے لے کر چلنا تھا۔ یہ کردار بھی حقیقی زندگی سے حلقہ فوجی کا کردار میں نے اپنے جاسوس سے اخذ کیا تھا۔ اور میرے لیکن اور لاکھری دوست، مسٹر ہینش کی پراپرٹی میں بھی تھی۔ وہ ایک بار اس کے پاس آئے ہول کا مسودہ لے کر آیا۔ پھر اس کی غارت مت اختیار کر چکی تھی۔ وہ اس کے بچے بننے سے ابھی طرح واقف تھی۔ انکی میری ایک اور دوست تھی جی اور ایک انکی انسان تھی۔ انکس نے کبھی اپنی کے حلقہ سوچا تو پھر جس سے کروں گا، وہ انکی ہی ہوتا۔ مجھے سوچنا نہیں ہے کہ وہ خود بھی کیا جانتی تھی لیکن اسے ہینش سے ڈرتی ہے۔ دراصل وہ نہیں چاہتا کہ انکی کبھی کی طرف آنکھ بھی اٹھا کر دیکھے، اس طرح پر میری طرف۔ اگرچہ وہ خود اس سے تالاں تھی مگر یہ روزگاری کے خوف سے اس کے جرم پر پناہ مان کر اس کے مل کر رہی رہتی ہے۔

پھر اس وقت وہ میرے مسٹر جی ناول کی ایک دیکھ تو میں نے جسے لکھی کی بات ہے۔ اس کا حلقہ والدہ خاندان سے ہے۔ مگر واسے اسے دیست کرتے کے بجائے مرکز میں داخل کرانے ہیں تاکہ لکھی کی بات پھر دانی جاسکے۔ جیسا انکی بہت ہلکا مسٹر ڈنیل بیکر کے نزدیک ہو جاتی ہے جو اس میں اس مرکز کا مالک ہے۔ انکی اس پر یہ ثابت کر رہی ہے کہ اس کی حالت سبیل چکن اور اب وہ انسانی خدمت سے ان پر یہاں داخل ہو گوں کی دیکھ بھال کہہ چاہتی ہے۔ اس کے ساتھ وہ بجائے مرکز کی جگہ پر جس سے خوش رہنا جاتی ہے اور انکی بات سے کمت کمت کرتی دن بھر ادھر سے ادھر بھرتی ہوتی ہے۔ اس دوران وہ ڈنیل کے ایسے ماز میں جاں لیتی ہے اس سے اس پر لگائی جوت سے کمر کر کے آؤ میں اس کو مل جاتا ہے۔ انکی لکھی کی کمت کمت، ناول میں ان کی پوچھ رہی ہے جہاں بھی۔

میں نے ناول کے تھوڑی سی صفحات کے جڑوں میں تیار کئے تھے، انکی ہنٹ کر دیکھنا شروع کرنا۔ فقرہ نکالوں کے

لکھنے سے

سامنے تھا۔ سامنے میں نے تھا۔ اسے ایک ٹوکری دیکھی ہے اگرچہ گرتے تو۔ میں نے فقرے کو دو تین بار پڑھا۔ میرا خیال تھا کہ سامنے کا کردار زیادہ بڑا کر دیتا ہوں، اس کی کھٹک تو کسی بھی طرح چل سکتی ہے۔ قاری کے نزدیک اس کے مکالموں کی اہمیت دینے کی زیادہ نہیں ہوگی لیکن فوراً خیال آیا کہ لیکن میں غلط سوچ رہا ہوں۔ سامنے کا کردار میں نے ادا کر دیا تھا میں اپنی سب روزگار زندگی سے اخذ کیا ہے۔

اُف... آخری فقرہ غماصا ہے کچھ۔ میں بڑے رعبند کو اس پر پورا ہاں لانا نہیں چاہتا تھا۔ میرے ذہن میں اس کے کس کی منسوبی بندی تھی۔ بہر حال، لیکن سے میری توجہ کا مرکز بن کر دوسرے سطر کی طرف ہو گیا۔

وہ شہر سے دور ہے کی نامیاد طوروں میں دکھائے گئے منظر جیسا تھا... بھل، ناخوش، میں نے فکری، بلز بازی، اس میں کچھ تو جیسے کئی مٹیا سے کچھ کا منظر ہو۔ اس کے ساتھ ہی امیر لوگوں کے کھب کا اسٹائل بھی ذہن میں تیار کر لیا۔ محو رہا تھا۔ بے تحاشا دولت سے میرے بڑے بڑے برائے ہیں، انکی شراب، خوشیوں کے ٹھیکے، کھٹک کے لئے دھوئیں کی خوشبو، ایک، جوا اور داک پر لگی بھاری دھنیں، جہاں موجود تھا ڈنیل دیکر، ویسٹ کینٹ کا بجائی مرکز اور اس سے خشک زمیں، ہوم کا حریف مالک۔

ڈنیل کا کردار دراصل میرے ہینش کی شخصیت تھی۔ وہ بہت عجیب انسان تھا۔ میرے ناولوں کو کچھ ہی سے اسے پورے دما میں پر خیر کردوسروں کے نام سے شائع کرنے کے لیے بڑی بڑی رقمیں وصول کرتا۔ میرے ناولوں کے ساتھ ساتھ کچھ دراصل وہ دولت مند تھے جنہیں منیت بھوک کرنے کے بعد بطور ادیب معاشرے میں مقام بنانے کا شوق چاہتا تھا۔

میں ڈنیل کے کردار میں اپنی ہینش کی مری شخصیت میں کرنا چاہتا تھا۔ بجائے مرکز میں آنے والے سر نہیں بھاری بیویوں کے مالک تھے جنہیں بلانے کے لیے اس نے خود ہندوستان کرنا تھا مگر وہ بہت کچھ تھا۔ اس نے بہت تھوڑی کٹھا پر ملازم بھرتی کیے تھے۔ وہ نہیں مانتا تھا کہ جو دولت اس تک پہنچے وہ کسی صورت وہاں سے نکل سکے مگر وہ میں کی کٹھا بھرتی کی اور وہ بڑے کڑوا محنت بہت مشکل سے ہرجا تھا مگر کم اجرت کے ذریعے وہ بھر گئی دم بھانے کی ہر لیکن کوشش کرتا۔ ملازمین کی بجلی کے پتے کاٹنے ہوئے اسے بہت خوش تھی۔



2014 ھجری ۱۴۳۵

پاینامہ

## مفتول آزادی

ملایمی مخالفین کے صدر میں سے ایک  
مقتول صدر کی دلچسپ روداد زندگی

کم یاسن جتھو

سفری مالک نے حق بجانبوں کو یہ الزام دیا کہ  
میں دستمال گرہنے کی شروعات کی تھی

تعداد کن

ہے۔ سے ذرا کہہ کر وہ ایک ہلکا سا  
لاکھوں لوگوں کی جاننا لے سکتا ہے

تلاش

ایک انوکھے خزانہ جانی واپس سترگی مرد واد

## اصحاب

طوائف کو لوگ برداشت کرنے پر تیار نہیں، مصلحتی اور شریفانہ زندگی گزارتے



محركت اٿورا، اڄو گرم ڪرڻين، ٻي ٻولي ۾ سرڪاشت  
سرب، فلم، لورادب ۽ ڊائيت ۽ گھڻي ان کي وڌائيندا  
”فڪس فلف لاءِ“ ۽ ”ڪلچر سٽوڊيو“ ۽ ”لوراءِ“ ۽ اڄو  
جتي بيمت ۽ ڪلچر ۽ ٻيا ٻيا، سڄي قس، سڄي  
آموز و تعلقات جيس ۽ آپ ضرور پڙهتا ۽ ڇاپيس گه

عقربند کی یہ اشغال بہرحقیقتیں

میں نے کہا: "اے خداوند! اس شخص کو بھی سزا دے۔" وہ فرمایا: "اے خداوند! اس شخص کو بھی سزا دے۔" وہ فرمایا: "اے خداوند! اس شخص کو بھی سزا دے۔"

پہلے سے پاس ایک برفیہ ٹیکس تھا جس میں میرے  
ساتھ ایک تیز و تیز ترین ڈال "آدھی رات کا ٹیکس" کے  
صور میں لکھا ہوا تھا۔ میرے پاس اعتراض یہ تھا کہ  
میں تو ایک ہسپتال میں تھا۔ جو کہ میں نے سوچا پاس پر  
وہاں تک پہنچنے پر وہ تو چیزیں کارآمد ہیں۔ میں نے اس  
کاٹھن کو لیا۔ یہ وہ تو چیزیں ہیں جو خانے میں رکھی  
تھیں۔ میں اٹھا اور کمرے سے باہر آگیا۔ میرا منصوبہ مکمل  
ہو گیا تھا۔ اس پاس پر عمل درآمد کرنا پڑا تھا۔

☆ ☆ ☆  
مجھے متاثر ہے کہ کمرہ سے نکلنے وقت خود اس  
میں فرار ہوا لیکن اس کے باوجود اسے ایڈیٹر پر حمل  
کے لیے ایک موقع ملنے کے بعد بڑی حد تک پرسکون  
ہو گیا تھا۔ اس وقت میں خود مکمل طور پر تھک چکا تھا  
ملاقات میں بار بار تھا۔ اپنے بچے کا دل کے اہم کردار  
بارگاہی تاریخ میں بھی اس وقت نہیں لیا اس میں ایسی  
تھا۔ ذہنی کمزوری سے پریشان کیے ہوئے تھے۔ جو کہ  
سے پ۔ اور چم کر رہے تھے۔ دیکھنے میں اس وقت  
وطن سے ہی بارے میں سوچ رہا تھا۔ مجھے سمجھ تھا کہ  
سب سے پہلے ہے۔ دیکھتا ہوں کہ میں نے گزشتہ پر نظر اٹھا لی۔  
اولیٰ وقت ہو رہا تھا۔

اولیٰ نے جیسے بتایا تھا کہ فضیلت کی یہ پاداشی اس سے  
 سب سے پہلے منسوب کی ابتدا ہے۔ میرے کی ہوس اب اسے  
 طاقت دے رہے ہیں براگسار میں بھی۔ وہ کافر میں کی روایت کے  
 لیے آئیں گے کہ کیا ان کو آزاد کر چکا تھا۔ اس کے متعلق وہ  
 نہیں جانتے تھے کہ اس کے لیے بھی لکھی گئی تھی کہ کسی طرف  
 براگسار میں بھی جاتی تھیں۔ ایک دوہری ہی دوسرے دو  
 شخصوں نے ان کو آزاد کر دیا وہ صاحب اور بھڑوہ پر  
 کرکھتے تھے۔ ان کے لیے دو تھیں کہ وہ اب اپنا روٹنے اس کے  
 بلاتے تھے۔ ان کو اس سے اس کا وزن بڑھ سکتا ہے۔  
 یہ وہی اس کے لیے کہ اس نے کے بعد واقعی انسان  
 کا وزن بڑھ جاتا ہے اور اب اس کا وزن بڑھ جاتا ہے  
 ہمارے

[illegible][illegible]

میں اب اپنے اس ستر پیشرو کو اعلیٰ ہی کہوں گا۔  
 جو ہے اگر اگر ادب کو کہاں تو وہ یہ کام کر دے گا۔  
 شاید دوستی کیلئے نہ ہو کہ جس بھی کم نہ ہو لیکن مجھے یہ خیال  
 بہتر نہ کہ اس سے رابطہ بھی کیا جائے بہتر ہے۔ جب اعلیٰ کو  
 ادب سے ہٹانے کا کوئی اور راستہ نکھر نہ آئے۔ اس اور ان  
 مجھے شدید دشمن سمجھو ہوئے گی۔ کہنا چاہیے کہ حوصلہ میں  
 ٹھنڈا ہو نہ لگا ہو۔ وہ تو میں ان میں اپنے سے گریز کرتا  
 ہوں مگر وہ ان خاصہ پر۔ کہنا چاہیے وہ اس سے اور باطن میں  
 سب کچھ چھوڑ چھاؤں کہ ان کو کس جہاز سے یہ وہ ہر سے  
 تھکے کا تیسرا گام ہے۔ میرے لیے یہ خلاصہ مسئول ہے۔  
 میں۔

اسی دور میں ایک صاحب نے مجھ کا ہوا۔ آج شام  
مجھے ایک پارٹی میں شرکت کرنی تھی۔ میں نے ہاتھ دھو کر  
بیکر چڑھا دھوٹ نہ اٹھایا۔ یہ پارٹی وہیں کے شہر  
معتز میں کے افراد میں دی گئی۔ دراصل اب وہ کھڑکی  
کے انگوٹھی میں جسد لینے کا سوجا رہا تھا اور یہ پارٹی مجھ کی  
سلطنت کی ابتدا تھی۔ اس نے مجھے قریب ہی کی تھا تو رے والی  
کا سودو میں ساتھ لانے کی ہدایت کی تھی۔ کہہ رہا تھا کہ بیکر  
مجھ کو ہے دانیس وہاں لی جائے گی۔ دو گھر پارٹی میں جا  
کر آ رہا ہے۔ بہت بڑا آدمی ہے اور مجھ کی بی بی لے لے لے  
مجھے دیکھ کر اب وقت آجاکر وہیں کا کام تمام کر دیا  
جائے۔ یہ مشقت تھی اس کی زندگی کا اب آخر کر لے لے لے

ہاں میں اس کردار کو ایسی کے حوالے سے بیان کرتا ہوں۔ وہ کہتی ہے کہ وحی کی آسانی سے پریشان ہو جانے والا شخص نہیں۔ وہ ہر شے کی قیمت ہل میں شامل کر دیتا تھا لیکن کوشش ہوتی تھی کہ سہولت دینے کے نام پر اس سے کچھ ناکا نہ جائے۔ ایک دو بار جب ایجنے نے عالمی مرکز میں آنے والے سرایسوں کو دی جانے والی سہولتوں کے بارے میں کیا کہنا چاہا تو پہلے ہی سے کسی ایسی شے کو دی لیکن جب ایجنے کا اصرار بڑھتا گیا تو ایک دن ایجنے میں کہا کہ اسے لکھا جانے والی تقرروں سے صبر راز اور مجھ سے جواب دیے آگے بڑھ گیا۔ اس کے لیے شاید معمولی کی شکایت ہوگی۔ اسے یقین تھا کہ اسی رویے کو کوئی کچھ کر دیا آئندہ ہاتھ نہ سہے مگر یہ کرے گی۔ کیا وہ حق تھا، انہیں اسے ایجنے میں کیا مخالف ہوگی۔

اصل بات یہ ہے کہ جنگی زندگی میں ایک دو ہزار ایک  
..... نے اپنے پیٹرنر باسی سے کہا تھا کہ وہ غیر محروک  
مصنوعی سے مال خرید کر دوسروں کو فروخت کر کے کامیاب  
ترک کرے، نے کیلئے، والوں کی حوصلہ افزائی کرنے کی  
کوشش کرے۔ ان کے مال انہی کے نام سے شائع  
کرے اور مناسب رہائی بھی اور کرے۔ یہ مشورہ اسے  
پہنچا جس نے اس بات اسی میں ہمارا مرکز کی آڑ لے  
کر بیان کرنے کا ہاتھ اٹھا۔

آگے کے کرداروں میں رہنمائی دے گا۔ ایک بہادر نہیں  
 افسر جو انتہائی درجے کا جہنم بھی تھا۔ آگے چل کر اسے بھی  
 کہا جی میں شامل ہونا تھا۔ یہ کردار بھی حقیقی زندگی سے متعلق  
 تھا اور انسانی سے میرا بڑا کچھ بھی۔ اسی وجہ سے اس کی  
 شخصیت کو گھر والی سے بچنے کا موقع ملا۔ ایک اور کردار  
 کرانے کا تو اس بار کہ تھا۔ میں اسے بھی جانتا تھا۔ اگر کبھی  
 کسی سے انتقام لینے کا موقع آیا تو شاید میں اس کی خدمات  
 حاصل کرتا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ کام بہت محنت سے کرے  
 گا۔ لیکن میں ایک بار چھوٹی کے ازم میں ایک سالہ بچہ  
 بچا تھا، وہیں اس نے میری بچی کا موت ہوئی تھی۔ وہاں  
 کے بچوں کی ہم آہنگی دوستوں کی طرح رابطے میں رہے۔  
 اب بھی کبھی کبھار ایک دوسرے سے ملنے رہتے ہیں۔ ایک  
 اور بات اس سے اور ان کی کے دو سال ایک مقام سے  
 پانچ تھی۔ ہم دونوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ لوگوں کو موزوں رہنا  
 ہے۔ اس کے ساتھ اس نے جو یاد تیاں بلور پلٹ کر  
 تھیں، ان کی سزا ضرور دینا تھی۔

ہفت روزہ پبلشر اسی نے فریاد تھیں کہ حدیث پانچویں کی کمی

PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY



"تو میری گرفتار ہوئے دلا ہوں۔"  
 "آج نہیں تو کل۔۔۔"  
 "اوکے۔۔۔" یہ کہہ کر میں نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ ہم  
 دونوں کو آن لائن ہونے ایک گھنٹے سے زیادہ ہو چکا تھا۔  
 "میرے خیال میں اب میں آف لائن ہو جاؤں گا۔"  
 "تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" ایلی نے گلے گلے کہے میں  
 جواب دیا۔

"بھرتے، میری کس۔۔۔"  
 "کہاں۔۔۔ گینڈا شیر؟" ایلی کا لہجہ سوالیہ تھا۔  
 "میں، شاید سان فرانسسکو کی ٹیلی میں۔" یہ کہہ  
 کر میں نے پیچھے ہٹ کر کھانا کھا کر لوٹ آیا۔  
 ایلی سے شک کے دوسرے روز شام کے سوامات  
 تک رہے تھے۔ بائیرف باری ہورہی تھی۔ میں نے کافی  
 باتیں اور لڑائی میں آگیا۔ ایلی پہلا گھونٹ ہی بھر تھا کہ  
 دروازے پر دستک ہوئی، میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔  
 سامنے تین چار پولیس والے اچھ میں پھنسلے گھڑے  
 تھے، شاید میری کہانی کو انجام تک پہنچانے کے لیے۔۔۔ میں  
 نے گری مسکس لی اور ایک لڑکے کے دونوں ہاتھ اور  
 اٹھائے۔ ایلی سے بات کرنے کے بعد مجھے تین تھاکر  
 اٹھنے کے ذریعے، پولیس بہت جلد لوکیشن کا پتا چلا کر مجھ  
 تک پہنچی جانے کی اور اچھی لگی۔

کلیفورنیا پولیس ڈپارٹمنٹ کی سرورق کوشش کے  
 باوجود مجھ پر مل کا ازم تو بہت تھوڑا ہی رہا۔ میری حرکتوں  
 اور باتوں کی وجہ سے سن کیور سے ذہنی توازن پر شک ضرور  
 ہوا۔ آخر مجھے نفسیاتی معاونین کے درپردہ پیش کیا گیا اور پھر  
 سب کی مشورے سے مجھے ایک سال کے لیے پاگل خانے  
 بھیجا گیا تاکہ میری طرح پر مبالغہ نہ کر سکے۔

تیس دن مجھے پاگل خانے بھیجا گیا، اسی دن میرا  
 منصوبہ کامیابی سے ہنگامہ ہو گیا۔ میں اپنا نیا ڈول ڈھکی  
 سریشوں پر لٹکا پٹا تھا، بڑی بات کاری اور ستر کی چھری  
 کھڑکی سے اور اس کے لیے مشاہدے کی ضرورت تھی۔  
 مجھے تین تھاکر ایک سال میں تین چار ماہ میں ہی اپنا کام  
 مکمل کر کے اب پاگل خانے سے نکل جاؤں گا اور بہت جلد  
 میرا نیا ڈول ڈھکی کے اقدار میں دوگا۔ اس بار میرا دل  
 نہیں اور کے تم سے نہیں بلکہ خود میرے دم سے ہی شائع  
 ہو گا۔

میں اپنی تھی۔

جب میں نے اسے یہ بتایا کہ وہ بریف کس میں  
 نے ڈالا ہے تو وہ حیران رہ گئی اور جب اسے یہ بتایا  
 کہ وہ تین دنوں میں یہ دم مجھے ہی دینا چاہی ایک ماہ کے  
 بدلے اسے اور بھی حیران ہوئی۔ آخر میں نے اسے  
 سب کچھ صاف صاف بتا دیا، ماسوائے اس کے کہ اسے  
 میں نے ہی قتل کیا تھا۔

میں نے ایلی سے کہا کہ وہ تین دنوں میں ہی مجھے بریف کس  
 کی تین تھاکر اور کیا تھا کہ جانتے وقت سو دو ماہ چھوڑ  
 جاؤں گا۔ وہم والا بریف کس نے جا اس کو وہ مطمئن ہونے  
 لگے، ہاتھ اور پریشان ہوئی۔ اسے دم کی بہت فکر ہو رہی  
 تھی۔ وہ سوچتی تھی کہ میں اس دم کو کون سا کرنے کے جانے  
 اور پھر کون کون تو ہم دونوں ایک ہی زندگی کا بھڑا آغاز  
 کر رہے تھے۔ وہ تین تھاکر موت کے بعد شاید وہ بھی خود کو آزاد  
 پسند کر رہی ہوگی تھی اسے شادی شدہ زندگی کا آغاز  
 کرنے کی ضرورت نہیں تھی، مشہور ادیب بننا تھا۔ مجھے دم سے  
 زیادہ اپنی کامیابی کی فکر تھی جس کے لیے میرے منصوبے کا  
 کو مناسب ہونا تھا۔

اسے کس نے قتل کیا، کس پر شبہ ہے پولیس کو؟ میں  
 نے پوچھا۔  
 "میرا حال۔۔۔" ایلی نے ایک ٹولے دھنے کے بعد کہا  
 "شون کی۔" جواب تک میں نہیں کیا جاسکتا کہ قاتل کون ہے  
 تین تھاکر میں سے پتہ ڈالنا بہت مشکل تھا۔  
 "اس کی گولیاں تو کبھی خریدی ہی نہیں تھیں۔" ایلی نے  
 اصرار کیا۔ "کوئی بھی وہ ہسپتال میں استعمال ہی نہیں ہوا  
 تھا۔"  
 "تین ہسپتال کا خالی ہونا بھی جہاز سے حق میں نہیں  
 جانتا۔"

"تو کتنا ہے۔" ایلی ہنسنے لگا۔  
 "اے میں نے تو کس کو بتایا ہے کہ تم ایک صحف ہو  
 اور آج اپنے سوالات جیسٹرو کو دکھانے کے لیے ساتھ  
 لے رہے ہو۔ شاید اس روز بھی ایسا ہی ہو اور کوئی کیا ہاں  
 تم کو اس کا حال معلوم ہو جائے، اس پر جھوٹک میں تم  
 شاید پتہ چکے کس نے جانا بیوی لگے ہو گے۔" ایلی کو  
 نہیں پتہ تھی تھا۔  
 "پتہ کیا کہتی ہے؟" میرا لہجہ سوالیہ تھا۔  
 "تم جھوٹک ہو اور اس میں کس کی تین تھاکر الے پولیس  
 افسر نے تین تھاکر ڈھکی رہا ہے۔"

لے مجھے ابھی ایک اور سڑک پر تھا۔

ایلی میری بہت اچھی دوست تھی اور اس میں شریک  
 وچانک رہتا تھا۔ میری کشمکش کے لیے یہ بتانی کہ  
 باعث ہوگی کہ میں بھی جانتا تھا کہ تین تھاکر کے لیے  
 وہ خود پریشان اور متزلزل رہا، وہاں ہوگی۔ اسی لیے  
 چار دن تک اس سے کنارہ رہا۔ آخر چار دن میں وہ متزلزل  
 لاہور کی کے کپڑے لگے دے دیے اس سے آن لائن رہا۔  
 چار دنوں میں اس کی استعمال کر سکا نہیں مجھے اس پر زیادہ  
 بھروسہ تھا۔ میرے لیے آج آن لائن رہا زیادہ مناسب اور  
 شاید محفوظ بھی تھا۔

ایلی نے جو کچھ بتایا وہ میری توقع کے میں مطابق  
 تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ پولیس اب تک قاتل کا قتل کوئی  
 سراغ نہیں مل سکی تین تھاکر میں مہاتوں کے اور کوشش  
 اور پتہ وغیرہ دیکھنے واسطے کمرے سے انجمن تھاکر  
 بریف کس ملا ہے، جس میں ایک افسر یہ تین تھاکر  
 ہسپتال اور ایک سو دو تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ پولیس  
 حیرت تھی کہ میرا سو دو اور ہسپتال وہاں کیسے پہنچا۔ البتہ  
 ایک بات سے وہ بہت خوش تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ ہسپتال  
 خالی تھا اور فرنگ ٹیسٹ کے مطابق وہ تین تھاکر کی سوت کا  
 سبب بننے والی کوئی کچی تھاکر ساخت کے ہسپتال سے  
 چائی گئی تھی۔ ویسے وہ بہت پریشان تھی۔ اس کا کہنا تھا  
 کہ پولیس نے سو دو پر میرا نام دیا، وہ کچھ مجھے مشی  
 مزمان میں شامل کر لیا ہے اور میری کشمکش کے باعث  
 ان کا شبہ اور بھی بڑھ چکا۔ پولیس مجھے ہر جگہ پاکستان کی  
 طرح تلاش کرتی پھر رہی ہے۔

ایلی کی باتوں میں کچھ ایسا نہیں محسوس ہوا۔ سب کچھ  
 میرے منصوبے کے مطابق ہوتا تھا۔ تین تھاکر اب  
 قسمت کی دھڑکی مجھ پر میرا نام ہونے جاری ہے۔ اب میں  
 زیادہ کمرے تک دوسرے روتے کا کام ادیب نہیں ہوں  
 گا بلکہ جلد مشہور ڈائجسٹ ادیب بننے والا ہوں۔

ایلی کا کہنا تھا کہ میں شام قتل ہوا، اس پر ہر ڈھکی  
 نے ہنگامہ سے ہماری دم لگوائی تھی، وقت اس نے ایک  
 بریف کس میں رکھ کر اس کمرے میں رکھوا دیا تھا ج  
 مہاتوں کی ذاتی اشاریہ کے لیے مخصوص تھا کہ وہاں  
 کے بعد وہ بریف کس وہاں سے غائب تھا۔ ایلی کا کہنا تھا  
 کہ اس بریف کس کے بارے میں اسے خود تین تھاکر جانتا تھا  
 ہے۔ پولیس کے سوالوں کی درپسری سے بچنے کے لیے اس  
 نے دونوں اسے بریف کس کی کشمکش کی بات پولیس کو کہی

سوت کس نکال کر اس میں ضرورت کے کچھ کپڑے، چھ  
 سسوت اور چند اور چیزیں رکھ کر کے جوتوں کی پٹائی بٹل اس  
 میں رکھا اور گھر کو لانا کر سڑک پر آیا، جیسے روکی اور  
 ایک ہوسٹ کی طرف چل دیا۔ میری منزل شمال میں گینڈا  
 تھی۔

مجھے گینڈا ہمیشہ سے ہی بہت پسند رہا ہے۔ اس کی  
 فضا میں سکون تھا اور اس کی سکون مجھے روکھا نہیں پیش  
 ملی حالت آئے آتی رہی تھی لیکن اب کی بار ایسا تھا۔  
 مجھے تین تھاکر کا رپورٹ پر کوئی مشاہدہ نہیں آئے کی۔  
 میرے سامان میں ایسا کچھ نہ تھا جس کی وجہ سے لاہور میں  
 قتلہ تک کوئی سوال وجہ اب کر سکتے۔

"اب کس لیے گینڈا اہل ہے؟"  
 "اگرچہ پتہ خوشی چل سکتا ہے تب بہت سوال کیا تو  
 میں نے جو کچھ کے لیے تین تھاکر اہل کر دیا وہ تین تھاکر وہاں  
 کوئی اور تھا۔ میں نے اس خاتون کی پہل بھی گھری تھی  
 آنکھوں میں مچھلایا۔" میں ایک مصعب ہوں اور اپنے لئے  
 ہول کے لیے کچھ تین تھاکر اچھا جانتا ہوں۔"

یہ سن کر اس کے چہرے پر ملکی ہی خوشی کے آثار نمودار  
 ہوئے۔ "واہ۔۔۔ مرکزی خیال کیا ہے؟"  
 "یہ سن کر مجھے محسوس ہوا کہ شاید وہ فکشن لکھتی ہے۔ پرستی  
 ہوگی، میں نے تو بھر وقت کیا۔" مفہوم بتاتا لیکن ابھی  
 بات بدستور تھانے کی ذہن میں ہے۔"

"بہت خوب۔" یہ کہتے ہوئے اس نے مجھے جانے کا  
 اشارہ کیا۔ اس وقت چانک میرے دماغ میں ایلی کا خیال  
 آتا لیکن فی الوقت میں اس سے رابطہ نہیں کرتا جانتا تھا۔  
 وہ تین تھاکر اب تک میری سوچ کے محقرے میں تھا۔ میں  
 جسم تصور سے یہ دیکھ رہا تھا کہ اس کی لاش کھودے گانے شکل  
 کی جانتی ہے، پولیس تین تھاکر میں مصروف ہے۔ ایلی اب  
 تک پولیس کے سوالوں کے جوابات دے رہی ہے، آخر  
 آخری نمے میں وہی اس کے ساتھ تھی۔ اس کا راجہ خاص  
 تک پہنچنے میں پولیس کی بہت مدد کر سکتا تھا۔

بہر بہت پر سکون تھا۔ دو دن ہو گئی میں گزارنے کے  
 بعد، ماسٹر پال کے کو اسی لیے میں کرائے کے کچھ میں تھیں  
 ہو گیا۔ مجھے یہاں کافی دن تھک رہا تھا۔ کب تک اب اس پر  
 منحصر تھا کہ پولیس یا پھر پولیس افسر رینڈ تھی اہل کا  
 ثبوت دیتا ہے۔ جب تک پولیس مجھ تک پہنچے تب تک میں  
 پوری کیس کی کے ساتھ اپنے آس جوت کی جزئیات اور منظر  
 نگاری پر غور کرتا جاتا تھا، جس کی تین تھاکر اور مشاہدے کے



قسط: 7

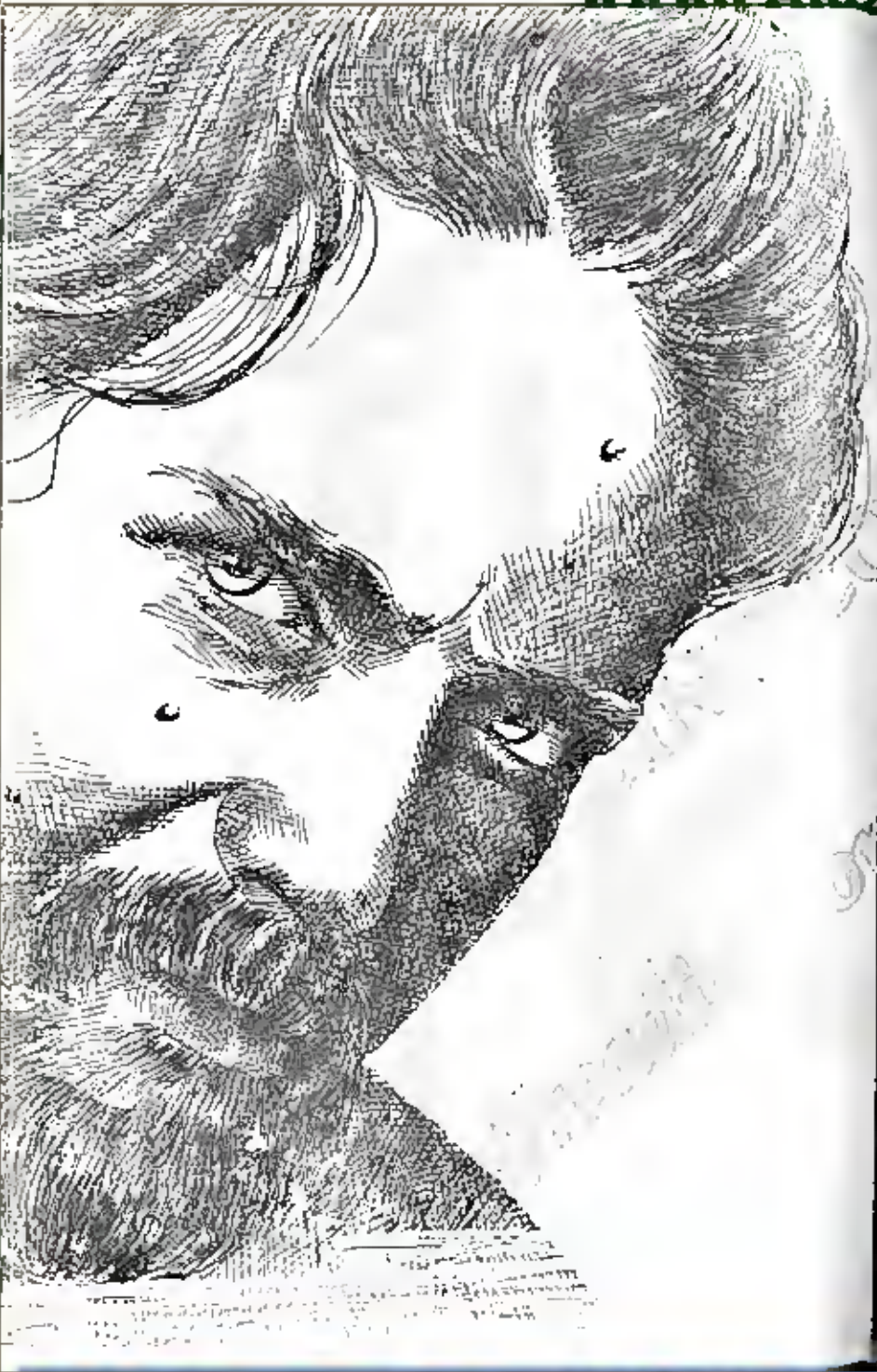
# آوارہ گرد

پاکستان کی سب سے بڑی

مندر، کلیسا، سینما گھر، دھرم شالہ اور  
انسانہ آشرم... سبھی میں اپنے اپنے مقصد کے  
مقام بہت نیک دہش سے بنائے جاتے ہیں لیکن  
جب مانیوں کے بعد تکلیفیں نہیں والوں کے  
ہاتھ آتی ہیں تو سب کچھ بدل جاتا ہے...  
پروپ پال نے کلہمائی نام نہاد راہروں کو چھوڑ  
کھڑا تو ان الزامات میں مبتلا ہے، ان کا ذکر بھی  
شور مٹانے کے لیے ہو رہا ہے... استحصالی  
حوریت کوئی بھی ہو قابل نفرت ہے... اسے  
بھی وقت اور حالات کے دائرے میں ایک فلاحی  
ادارے کی بناء میں پہنچا دیا جائے... سکھ رہا مگر  
کچھ دن، پھر وہ پورے لگا جو نہیں پرنا چاہتا  
تھا... وہ بھی منی کا پتلا نہیں تھا جو ان کے  
شکار ہو جاتا... وہ اپنی چٹائی چلتی رہتی  
اس کی کھات لٹا کر ان کو بچا دینا تھا... یہ کچھ  
اسی وقت تک رہا جب اس کے رازوں کو ان کے  
اور پھر اس نے سب کچھ ہی الٹ کر رکھ دیا... راہروں  
راہ میں آنے والوں کو خاک چٹا کر اس نے دکھائے  
تہ طائف کی کھنڈ میں راج کا خواب دیکھتے  
والوں سے بڑھ... بہت بڑی قوت وہ ہے جو  
اسے انشائیہ والوں کو غور کے معنی کا چھوڑ  
میتھ ہے... ہل ہل ونگ مدلی، منہ رنگ کر  
مستمنی خیز اور رنگارنگ داستان جس میں  
سفر سطر دچسپی ہے...

تفسیر... سستی اور ناگہانی مسی

ایک سطر تازہ و ستارے کی سب سے...





PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY





آوارہ بکرت

نظر آ رہا تھا۔ اس میں ایک بوڑھا نوجوان بیٹھ کر بیٹھ کر تھا۔ وہ کالج کا ایک دوسری دور گزار تھا جس کا ہر سارا کچھ اور تیز تھا۔ میری دیکھ کر اس نے کوشش میں اولیٰ خیر کی انکھیاں لہجہ بان بولی تھیں۔

ننگی خان خیران آلودہ کالج کے کمرے کو دیکھتا رہا مگر ایک ذہن نشین نظر چھو پر اور اولیٰ خیر پر ڈالی۔ اپنے قریب کمرے کے ایک سادگی کوٹھی کی گلی دی اور کمرے کے ساتھ دیا۔ پھر ایک زوردار لالت دیکھیں ہاں پر اسے اولیٰ خیر کے چہرے پر رسید کر دی۔ ایک تیز کر ہوا ہاں میں کوٹھی تھی۔ ننگی خان کی اس حرکت پر میرا دل چلنے لگا۔

"بڑی خان... بندہ ہوتے آؤں پر ہاتھ اٹھاتا ہے۔ نرکا بچے تھیں کہ دیاں گول کر مقلے پر آؤ۔ مگر میں جانتا ہوں تیرے جیسے دھوکے کے میں کی بات نہیں۔"

میرے حقارت آمیز لٹکانے پر اس نے دھیانہ انھوں سے میری طرف دیکھا۔ سمجھنے والے اس کا نام بچہ ڈھکا۔

"بہت سمجھتے ہیں تم لوگوں کو... میں حقوڑا سا اعتبار اور کرو... مگر دیکھتا ہوں یہ تمہاری جیسی ہونے والی ہیں۔"

"ہمارا صرف ایک ہی قیامت ہے انہیں ہے بڑی خان! جو اس خالق کا نکالتے... دیکھیں یہ میں ہیں بڑا اور سزا کا حساب ہوگا۔ جہاد سے جیسے شیطان باہم میں دھکیلے جائیں گے۔" اولیٰ خیر نے بھی میری تھک کر کہتے ہوئے اسے بڑی خان کے قریب سے ٹوڑا۔

ننگی خان کی آنکھوں میں قہر ناک ٹیش کی سرخی ابھری۔ رات میں اس نے اولیٰ خیر کی گردن پر ہاتھ جوتا دیکھا اور اس پر ہاتھ ڈالتے ہوئے بولا۔ "تم اگر صرف میرا دیکھتے ہو تو مجھے بڑے بڑے لوگوں کا وہ مشرک کہہ کر تمام بگڑنے کا مطلب تمہاری کچھ میں آجاتا۔"

"استاد! میں رات میں خالق کرنے کے ہمارے اپنا کام ختم کیا ہے۔" اس کے دیکھ کر اس نے اسے ٹوکا۔

"ننگی خان! پلٹ گیا مگر اپنے سادگی سے تھکنا ہوا۔"

"ساتھ کا کر اتار کر دو۔" بانی سامان کوھر ہے۔" "ابھی اس نے اتنی ہی کہا تھا کہ حریہ دو گنا شے اندر داخل ہوئے۔ ایک کے پاس وہی چٹہ بیک تھا جو آسیر کی ملکیت تھی جس کے اندر وہی سیرا لپ ٹاپ اور آئینہ تھے۔ وہی ان سے متعلق سامان کا ہوا تھا۔ جبکہ دوسرے کے ہاتھ میں بڑا سا لٹکانے کا رنگ آلودہ جس کو جھومو یا مہر یا مہر کا

نہ ہاں بیٹے کے بعد نصے سے پھینکا تھا۔ میرے بازو میں زور دہانے کے باعث میں زیادہ تیزی کا مظاہرہ کرتے سے پڑھا تھا۔ میں نے اولیٰ خیر کو بات بتائی، اس نے ایک کر بھی نہ کیے بغیر کہ میں نے اپنے کالج کے کلوں کی طرف سرسبز باغ کر دیا۔

"نرکا کرنا چاہا ہے؟" شوخی نے اس کی طرف متوجہ ہونے کہا۔ میں نے اسے خاموشی دینے کی ہدایت کی۔ وہ ہلکے سے ہنسا دیا کہ وہ کیا کرنا چاہتا تھا۔

ساتھ امیدی کی نگاہ کی کرن اس کے چہرے پر چلی گئی۔ "اب ہم ٹیڈی کے اکیلے اکیلے بیٹے پر کچھ آسانی سے عمل کر سکتے ہیں۔"

بندہ ہونے کے باوجود غیر معمولی پھرانی کا مظاہرہ کیا تھا اور اس کی ہر حرکت اپشت کے رخ پر اپنی انکھوں میں دیا کر

اور اس کے قریب تھک آیا۔ اور پہلے میری دیاں کوٹھی کا زوردار لالت تو میں نے اسے پہلے ٹیک لیا اور آسیر کی دسی کوٹھی کا لبتا۔ میری دیاں کوٹھی کوٹھی کی پہلے اور ٹیک لبتا کہ اس سے زوردار لالت دیا جاتا۔ مگر اولیٰ خیر نے اس کی بھی شوخی کے زوردار لالت سے اختلاف کیا۔

میں چپ ہو کر ہاں لال خیر نے اپنی پشت میری پشت سے ڈالی اور خیر نے اسے اس طرح اس نے وہ کالج کا کھڑا اپنی دیاں میں ہنسا کر اس کی تیز دھار میرے انھوں کی دسی پر زوردار لالت کر دی۔ اسے زوردار لالت حاصل کرنے کی ایک ایسی ہیئتیں مست و ضرورت کی گرائی کا نتیجہ دے سکتا...

ننگی خان کا ہر ٹیک کوٹھی لیاں میں داخل تھا اور اس کے ہاتھ کوٹھی جادی تھی۔ سب اولیٰ خیر کی اس کوشش کے قریب ہونے کی دل ہی دل میں دعا کرتے تھے۔

ننگی خان کی زوردار لالت کی کہ ہادی امیدیوں پر اس نے بڑی خان کی شہنشاہی خانی خانی اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ داخل ہوا۔ اس میں دیکھو صوبہ آؤں کوٹھی نے چہرے دیکھا۔ اندر آتے ہی اس کی حالت نے انھیں ان کے سب سے پہلے میری طرف ہی دیکھا۔ اولیٰ خیر کو مجھ سے الگ ہونے کا

ننگی خان کا تھا۔ یہ کچھ کچھ خانی خانی اپنے چہرے سے الگ ہونے کا نتیجہ تھا۔ وہ بھی شہنشاہ کی طرح ہادی طرف لبتا تھا۔ اولیٰ خیر کی ہنسی ہونے کا کوٹھی کوٹھی کر لبتا تھا۔ ہادی سے ایک طرف تھک لبتا... مگر اس کی کچھ بات پر پڑی۔ میری دھار کی ٹیک اس کی ہنسی ہونے کی باتوں و طلمات کا جائزہ دے رہی تھی۔ مگر میں نے اسے ٹھنک دیا۔ اب اس کے ہاتھ میں خون آلودہ کالج کا کھڑا

تم...؟" اس نے آخر میں جتنی کوٹھی تو اس نے کوٹھی لبتا تھا۔ ہادی میں سر ہلا دیا۔ اس کے بعد یہ سب لوگ دیکھ کر کے ستار خان کے کچھ ہاں کرے سے نکلے۔

ہاں کرے میں یکدم سنا ہادی ہو گیا۔ ہم میں کئی بیٹے کے غی اور کوٹھی پشت کے ش فرشی پر تھا۔ میں نے اولیٰ خیر کی طرف دیکھا اور چوتھ پڑا۔ ننگی خان میں اس کا چہرہ اجڑا اور اس میں ہاتھوں سے گھسی کہا۔ یہ اس کے انچہ درجے کی شہنشاہی میں جھٹکا ہونے کی دیکھ گئی۔ مجھے اپنی جانب دیکھا پا کر بولا۔ "کاکے... یہ بچہ بہت گندی تھار کھائے جیسا ہے... پتا نہیں اب یہ تیرے ساتھ کیا کرے گا۔"

اسے میری غرہ سے لگتی تھی جیکہ مجھے خود سے بچنے کے لیے ساتھیوں یا ساتھیوں آسیر اور ٹیک لبتا کی طرف سے متوجہ تھیں۔ "اسی اٹھ گئی۔ میں نے کہا۔" اولیٰ خیر زوردار لالت اور اس کے ہاتھوں کے ساتھ تھا۔ اس جیسے ہاتھوں کے سے

"میں لبتا ہاں اسے قوی طور پر فرار ہونے کے بارے میں سوچنا ہوگا۔ یہ تم پر بہت بری طرح اور ہمارے کھانے جیسا ہے... اور سب نے پہلے اس کے قریب ناک اٹھ کر ہم ہی نکلتے ہیں گے کوٹھی نے کہا۔ اس کی آواز میں خوف کا ارتعاش تھا۔ اسے تیزی زیادہ کر لبتا تھا۔ ننگی خان کی آواز تھی۔

"ان بدستوں نے میں اپنے پہلے تک سے قہر کر دیکھا ہے۔ ہم کسی طرح یہاں سے فرار کی کوشش کر سکتے ہیں؟" آسیر نے سب کشانی کی۔

ٹیک لبتا نے کسی خوف یا فکر کا اعتراف نہیں کیا۔ ایک تیز دھار دیتے ہوئے کہا۔ "ہمارے ہاتھ پشت کی طرف بندھے ہوئے ہیں۔ اگر ہم حقوڑا ہی کوشش کر کے زوردار لالت کی پشت ایک دوسرے کے ساتھ لاکر انکھوں کی مدد سے ایک دوسرے کی دیاں کوٹھی کی کوشش کر سکتے ہیں۔"

"یہ ممکن نہیں... اولیٰ خیر اس کی بات کاٹ کر بولا۔ "میں انکھوں کی مدد سے اس قدر تیزی سے ہادی ہادی دیکھ کر کوٹھی ہنسا ہوا۔"

ہادی میری لبتا ہاں کے کوٹھی میں ایک چٹکن ہوئی تھی۔ پر پڑی۔ انگشت میرا دل خوش آکھتھو سے دھڑکا۔ وہ کالج کا کھڑا تھا۔

یہ تھیں اس نے ہونے کا اس کا کھڑا تھا جو ستار خان کی

راتی شہنشاہی میں تو جھٹکا کر دیا تھا مگر اب نہیں مانا کہ یہ پاگل۔ ہوتی تھیں۔ ماہرہ کوٹھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ شاید مجھے بھی اپنے دیکھ کر دیکھ کر اسے قریب دیکھ کر یہ باتے ٹیش میں بڑیاں بکتے پر بکھر رہا۔

ستار خان نے ایک ہی سانس میں پانی پیا اور گلاس کسی کوٹھی کی زحمت گوارا کیے بغیر ایک طرف اچھال دیا۔ ہاں میں کالج کوٹھی اور بکھرنے کی آواز ابھری تھی۔ وہ بڑی طرح اپنے لبتا۔ اس کی زہر بھری ٹیکریں خود مجھ پر بھی ہوئی تھیں۔ اس وقت وہ لبتا اور ارتعاش کے باعث مجھے اپنے بازو کا زخم میں کھتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ اس سے اٹھنے والی رو کی ٹیکوں میں ارتعاش ہوا تھا۔

"اب میں اس کوٹھی میں چھوڑ دوں گا... اس نے میرے دھن کوٹھی کا کھیر سے متعلق کھڑا کیا۔ ہم نے اب تک اس کی تھیں اس کے مال پر چھوڑے دیکھا تھا مگر یہ ہادی ٹیک تھی... میں اس دن ہی اس مردود کرتے... تھیں شاہ سمیت اسے لبتا۔"

اس کا غضب ناک جتنوں ابھی کم نہیں ہوا تھا۔ چھانے وہ کسی بات اپنے من سے لگائے دیا تھا کہ ٹیک خانی نے اچانک ٹیک کر اس کے کان میں کچھ کہا اور ستار خان بولتے ہوئے ایک خاموشی ہو گیا۔

وہ شاید اپنی بہن... میری تھیں صاحب سے متعلق کچھ بول رہا تھا اور تھیں شاہ کوٹھی نے بھی تھیں صاحب سے اسے سے کھل اٹھا تھا۔ ایک اداں لبتا تھا۔ جانے اس سے ماضی میں کون سا متعلق تھا ان کو... ہم ستار خان اب اپنی بہن کا بھی جانی دھن ہونے لگا تھا... یقیناً اس کی وہ جھیں ہی تھا۔

وہ سوچے سے اسے کھڑا ہوا۔ پھر ننگی خان سے کچھ بولا تھا جس پر اس نے ہونے سے سوچا نہ انداز میں جھٹکے ہوئے جواب میں چھانے کیا ستار خان سے کہا تھا۔ ایک بار پھر بیکر اٹھا۔ اور ایک بار پھر میری طرف ٹیش میری نظر دلی سے گھورتے ہوئے بولا۔

"نہیں... ابھی اسی وقت یہ سب کرنا ہوگا... ننگی... اس کے چہرے کا لہجہ بان... میرا خون کھول دیا ہے... میں اسے جلد از جلد ہڑا کی جلی میں بھسے ہوتے دیکھنا چاہتا ہوں۔ کاش! اسے زمین پر دیکھنے والا کیزانہ بھٹتا... تو آتے ہیں اسے بڑے تھکاتے سے دو چار نہ ہوگا۔ اب یہ حقیر کیزا ہادی ناک میں کسی کہ بہت اہمیت اختیار کر گیا ہے... کچھ تھیں تھیں... ابھی اور اسی وقت... صاحب دیا ہوگا اس نے... تھیں تھیں تھیں... کچھ

اوارہ کرد

"بہت خوش تھی جیسے جیسے جہاں سے زندہ ہی نکلے گی...؟" اور انت میں کہ فرماں ہوئی آواز میں ہلا۔

"زندگی اور موت صرف اس قادر المٰلک کے ہاتھ میں ہے ممتاز خان!" میں نے ہوش سے لرزتی آواز میں کہا۔ "اوتے جاتے ہیں موت کے منہ سے نکال کر زندگی کی شاہراہ پر گھوم کر دے اور جیسے چاہے کسی پر آرام سے بیٹھے انسان کو موت کے اندھیروں میں اٹھیل دے۔"

"تو کی جانتا ہے، میں تجھے چھوڑ دوں گا؟ جانتا ہے تو فرخ کو تو؟ میرا کھانا پینا تھا... اپنے بے کے ذکر پر اس کی آنکھوں میں خون کی لالی اترنے لگی۔ "میرے ساتھی یہ کھانا جلد مت بڑھانا کہ وہ بیمار ہے انھوں نے نہیں ہوا تھا، اگر تم میری لکھی میں سب تک لگے تو یہ سب نہ ہوتا۔"

"تم نے مایہ کو اپنے نکول کے ذریعے انہما کرانے کا قاتی طائی جرم کیا تھا اس کے جواب میں، میں میرے بیٹے کو بخش انہما کرانے کے تجھے بھی اس اذیت میں مبتلا کرنا چاہتا تھا اس کے علاوہ کہ اور متا صدمہ بھی ہے میرے، مگر میں کسی لپٹے اور مجبور انسان کو جان سے ماننے کا قصور بھی نہیں کر سکتا۔"

"اس کا انتقام تم میرے ایک آدمی... کو بیرہوی سے لگی کر کے لے چکے تھے۔"

"میرا شمار... یہ مراد تھی خان تھا۔ اس کی سرکردگی میں مایہ کو انہما کرانے کے اڑے روٹی چاؤ پہنچا دیا تھا۔"

"اس اٹا میں بجلی خان آسے کو دریغ کر رہا تھا ان کے سامنے لے آیا۔ دوبری طرح سراپا ہو رہی تھی۔ ممتاز خان کے چہرے پر بڑی زبردستی سکر امت بھی بیکر تھی خان کی آنکھوں میں شیطانی تھکر سے لے رہی تھی۔

"میں لڑتی رہ رہ رہ... ذرا تصور کرو جب تھادی ایک شرمناک اور بیکہ انتہیت کی سوشل ویب سائٹ پر بیٹے کی... دکاؤں پر پہنچے گی۔ اسکی دشمنی کاپ کی بڑی ہاتھ ہوئی ہے۔" ممتاز خان کے ان شیطانی خطوط نے میرا دماغ جھک سے اڑا دیا۔ آسے بے چاری کی حالت بھی خیر ہونے لگی۔ میں ملش کے لٹی لٹی کر بیلا۔

"ممتاز خان... ایک شریف اور معصوم لڑکی کے ساتھ ایسا کر کے تو اللہ کے غضب کو آواز دے دی ہے۔ باپ بھر... مگر میں دنیا کو تیرے لیے بہت کاٹھون بنا دوں گا۔ ایسا مت کرنا۔"

قصی، انہیں سب معلوم ہوگا کہ ممتاز خان کے خفیہ کرائے کہاں کہاں ہو سکتے تھے مگر... سوال یہ تھا کہ ان کی حرکتیں مزہ کی امید کب تک بار آور ثابت ہو سکتی تھیں؟ جبکہ ان ملازمت میں ممتاز خان نے بھی اپنی بہن یعنی نکم صاحبہ کو سستی تھکانے کا چہرہ کر دکھا تھا۔ بھلا اس کے کان میں یہ بات کیسے نہیں آسکتی تھی کہ اناری مدد کے لیے اس کی بہن کا فوراً وکٹ میں آگئی ہو رہا تھا۔

اب تو سب بکھڑے بری خضر تھا کہ مشیت ابزدی سے نہی تھیر میں آتا ہے کیا اور نہ یہ ہوتا ہے؟

دن و شب کی ہاں کر کے کہ کھڑیاں بند کر دی گئی تھیں اور بکھڑے فائس آن کر دی گئی تھیں۔ وقت کو اب اڑے دل کی دھڑکنوں کے سداوی دھڑکا محسوس ہو رہا تھا۔

بابر کبڑی رکتے کی آواز ابھری... دروازے کھلے اور وہ ہوئے۔ اس کے چند ثانیوں بعد ہاں کر کے کھلے ہوئے دروازے پر بھاری قدموں کی متعدد آوازیں ابھریں۔ بھر بھر ممتاز خان اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر غصہ کی آگ کے بجائے بلا مشیت دوزخ کی تھی۔ جیسی خان بھی ان کے امرا تھا۔ پالی چار پانچ سٹاک کار پر اڑا... ایک نے بڑی تیز و تھلائی کے پیچھے لے کے قریب سرکا دیا۔ وہ ان پر زور لگانا ہو گیا۔ جب سے سگریٹ کا ٹکٹ نکلا اور سگریٹ سگانے تک اس کی برائی ہوئی نظریں مجھ پر پڑت رہیں۔ مجھے ان نظروں میں خوفزدہی اور آتے دانت کر کے دقت کی وحشت کی محسوس ہوئی تھی ایک گھبراہٹ سے کہ اس نے آسے کی طرف دیکھا اور کھڑکی الٹی ہوئی۔

وقت و آواز میں ہوا۔ "میں لڑتی رہ رہ رہ... انھیں بڑا شوق تھا میرے خلاف آن ایگر انہما کرانے کا... تمہارا یہ شوق اور یہ است میں ضرور پوری کر دوں گا۔" رکتے ہوئے اس نے انش و آواز دیکھا۔ وہ جیسے ختم ہو کر تھا۔ جانی بھر سے کھولنے کی حرکت کر رہا تھا کہ میں آواز آسے کے قریب پہنچ کر اس کے منہ میں ہونے کے جھکڑے کھولے۔ میں اپنے اپنے سر اٹھا ممتاز خان سے قریب ہوا تو خود مجھے اپنی آواز اچھپت کا شہ و بے محسوس ہوئی۔ "ممتاز خان! تیرے ساتھ میری کون کون سی باتیں تھیں کہ اسے تو اللہ کے غضب کو آواز دے دی ہے۔ باپ بھر... مگر میں دنیا کو تیرے لیے بہت کاٹھون بنا دوں گا۔ ایسا مت کرنا۔"

اور مگر... کا اٹانہ بنانے کے لیے ایسا یہاں کیا گیا ہے کہ حق و باطل کی جنگ کہاں کی؟ جس میں سب بیکر جان لی جاتی ہیں۔

ممتاز نے ان الفاظ نے آسے کے بہت نوسلوں کو بکھڑا کر دیا۔ وہ بکھڑا کھلے ہوئے پر لگی۔ "میں موت سے نہیں ڈرتی۔ وہ برحق ہے۔ لیکن میں اپنے موت ہونے سے ڈرتی ہوں۔ اس کی پالی... ایک صورت ذات کے لیے موت سے بھی بڑھ کر سزا ہے۔"

اس کے جواب پر ہم سب کو جیسے سانپ سوتھ گیا۔ ہمارے چہرے جھک سے ہو گئے۔ مگر کوئی نہیں بولا تھا۔ چار پالی پر بیٹے اور ان کے اٹانے ہادی طرف دیکھ کے کھولے انداز میں سکر رہے تھے۔ بھر میں نے ایک دوسرے سے دیکھی آواز میں کہتے بھی سنا۔

"لگتا ہے سانی کو دقت سے پہلے معلوم پر لگیا ہے۔" اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ ایک ہرانا ک خیال تھے مجھے بھی اپنا دل ڈوبتا ہو کر محسوس ہونے لگا۔

اسی طرح دن و شب لگا۔ بھوک کا احساس تو اتنا بڑا تھا کہ بھوک کی شدت سے مجھے اپنا من سکرنا محسوس ہوا۔ میں نے ان دونوں بیٹوں سے پالی لے کر لے کر وہ خواستہ کی۔ جو انہوں نے سنی ان کی برائی۔ آسے میرا دھیان دار در بیکم صاحبہ کی طرف جاتا تھا کہ انہیں اب تک ہمارے کسی معیت میں کرنا ہونے کا علم ہو چکا ہو گا۔ بھر اپنے وہ کیت عالم شاہ بھی تو تھیں۔ آسے کی بڑی محنت میں کی رہائش گاہ پر سب سے پہلے ہمارا لایچ پروگرام کر کے ارا و تھا مگر بھر بعد میں حالات ایسے ہوئے کہ ہم نے شوکت کے ہاں یہ پروگرام کرنے کا منصوبہ چھوڑا اور آسے کی اپنے خضر ساز و سامان کے ساتھ وہاں آن پہنچی تھی۔ قیاس اس کی بہن عالم شاہ نے سنی پر اڑا کر کے خیریت اور خیرہ و پائنت کر کے کی کوشش کی ہوئی اور میں کو بیکم صاحبہ نے بھی لگایا مگر ہمارے سکل سے جواب نہ پا کر وہ لوگ قیاسی طور پر اوتھے ہوں گے اور اپنے تئیں ہماری کوشش کی کوشش میں مصروف بھی ہوں گے۔ عالم شاہ کے مقابلے میں مجھے شک صاحب کی طرف سے جلد مدد کیجے کی بات آسے تو بھی کوشش ہمارے اپنا بیکہ غیاب سے ہم صاحب کے اذن میں خود کیا خدشہ تھا پیدا ہوگا کہ ہم قیاسی ممتاز خان کی قید میں جا چکے ہوں گے۔ مگر بیکم صاحبہ کہاں ممکن سے نہیں ہوں گی اور ایک طرف سے میرے اذن ممتاز خان کے مھر کی جھپٹی

ونیرہ کے پاس ہوتا ہے۔

میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ بہت میں کامیابی پڑنے لگی۔ اس سانچ کا مقصد قیاسی ہم پر کوئی غیر انسانی اور انسانی سوز جے آنا تھا تو ہمارے پاس اب سوائے اللہ سے مدد مانگنے کے اور کیا چارہ باقی رہ جاتا تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ قیاسی میری طرف دل خیر و خیر بھی ان چیزوں کو دیکھ کر خوش ہو رہا ہو گا۔ مجھ میں نے تو کسی کی ہل سکاری بھی تھی۔ یہ شاید آسے کے ملش سے خوف کے باعث برآمد ہوئی تھی۔ مگر اصل بیکہ جو مجھے اور شاید آسے کے دل کو بھی بے چین کر رہی تھی وہ اس کا چھٹی وینہ بیکہ تھا۔ یہ لوگ اس سے بھلا کیا کام لینا چاہتے تھے... کیا مجھ سے کوئی بیویا بن... یا بکھڑا اور...؟

دونوں گمانے ہادی نظروں کے سامنے سے وہ سامان بھلا تے ہوئے دوسرے کمرے میں داخل ہو گئے، بھر جیسی خان نے وہ سامان اڑا دیا کہ میں سو جا رہے کی تا کیہ کی بھر وہ اپنے دیگر بیکاروں کے ساتھ ہال کمرے سے نکلی گئی۔

پتا نہیں ہمارے ساتھ کیا ہونے والا تھا۔ ہم ایک خطرناک اور جونی دشمن کے قبضے میں تھے اور اسی کے دم و کرم پر تھی۔ یہ احساس ہی بڑا جاں مسل تھا کہ آتہ آئے والے کات داے لیے بھول ممتاز خان اور جیسی خان کے کسی قیاس سے گم نہ تھے۔

انہی بولناک ساتوں میں بکھڑا دقت اور سرک گیا۔ دونوں سٹاک تھاتے ایک چار پالی پر تھک گئے تھے۔ وہ ہم پر نظر رکھ رہے تھے۔ ان کی سوجھ بوجھ میں ہم انہیں میں فراہ سے منتقل یا اور کسی قسم کا تبادلہ خیال کر سنے سے بھی قاصر تھے۔

دقت کو کیا کسی بھادی سلی کی طرح سرک رہا تھا۔ اپنا آسے رو پڑی۔ اول خیرے اسے جھکا۔ "اسے ترکی! کیا تجھے اللہ پر بھرا سامان نہیں؟ جو کہ ہوتا ہوتا ہے صرف اور صرف اس کی سرک سے ہوتا ہے۔"

میں نے بھی آسے کو سلی پر بٹھوری سمجھا۔ "آسے! تم تو بہت جلدی والی تھیں مگر یہ آسے..."

خلیل اس کے مقابلے میں مضبوطی اعصاب کی مانگ تھی۔ اس کی وجہ شاید ہم اس کی فطرت تھی اور بکھڑا کر سے حالات سمجھنے سے وہ ماضی قریب میں گر رہی تھی۔ اس نے بھی آسے کو سلی دی۔ "آسے! میں اللہ پر بھرا ہوں۔ ہم نے کوئی جرم تو نہیں کیا ہے اگر کسی شیطان کے انتقام



# میڈی کیمر

بلیج کریم

خوبصورتی سب کے لئے



New Pack  
with Extra  
Qualities.

میڈی کیمر بلیج کریم

آپ کے چہرے پہ لائے ایسا نکھار کہ آپ کو خود سے ہو جائے پیارا۔

چٹائی روکے لیے پکارتی ہے میں آئیہ کو روک کر چھینے  
ہوئے دوسرے کرے میں لے گیا۔

مجھ پر ہونے کی ہی دشت طاری ہونے لگی۔ میں  
نے اپنے جسم و جان کی پوری قوت صرف کرتے ہوئے اپنے  
ہاتھوں کی رسیوں کو کھینچنے کی سرکوبی کرنا شروع کر  
دی۔ اس قدر کہ مجھے اپنے ہاتھوں کی کھینچاں پھٹتی ہوئی  
محسوس ہونے لگیں۔ اپنے میں زخمی باز دکھ رو رہی پوری  
شدت سے جاگ اٹھا۔ مگر میرے دل و دماغ اور جسمانی  
دشمنانہ دھوکے طاری تھا۔ ایک آتش نشاں قمارکھانہ اور اسکا  
ہوا زور چھٹنے اور ادا لگنے کو یہ جگہ تھی اور ہاتھ۔

”اولیٰ خیر... اس مردور شیطانی کو سمجھنا... اسے  
بتا دینا اندر کہتے۔ یہ اندر اپنے شیطانیوں کو اس بات  
کا کہ منہم صورت کے ساتھ ایسا ظلم کرنے سے روک  
وے۔“ میری حالت پاگلوں کی ہوتی تھی۔

مستاز خان سامنے موڑتے پر تھکے پر تھکے  
پہنچائے بیٹھا تھا۔ انداز میں مسکرا کر میری طرف  
دیکھ رہا تھا۔

”مستاز خان! تو جیتنا ایک باب کی اولاد نہیں ہو  
سکتا... ورنہ ایسی گری ہوئی غیر اخلاقی حرکت نہ کرتا جس  
سے انسانیت بھی لرز اٹھے۔ اب تو تو افسوس کو... مجھے سب  
تیری اپنی بھئی کوشاں کے ساتھ ہوتا... مگر تیری کیا حالت  
ہوتی؟ ہول مستاز خان...؟“ اولیٰ خیر کا لب و لہجہ عجیب ہو  
گیا۔ وہ کبھی بیٹھتا میری طرف ذہنی بیان میں جتنا تھا مجھے  
اس پر باگ نہیں کا دور دورہ۔

”مستاز خان! اندر فرما دیتی آئیہ نہیں... میری بھئی  
کوشاں ہے۔ قصور کر... وہ تیری بیٹیوں کی ہے۔ روک  
لے اسے خود کو ان کو... دشتیوں میں اس کی آواز  
چھپنے کے قریب ہوئی۔

میرا اچھا دماغ اٹھنے لگا تھا۔ میری بے چین چلتی سکتی  
اکارہ نظریں بار بار اس شیطانی کرے کے دو دائرے کی  
طرف اٹھ رہی تھیں۔ میرا جس میں مل رہا تھا کہ میں میری  
طرف سے خراج اور اندر جاؤں اور ان شیطانی بیٹوں کی  
لانی لانی رانوں سے مجھ پر ڈالوں۔

آئیہ نے چار کے تو سامان و گمان میں بھی نہ ہوگا  
کہ اسے نکالنا والی میں میری ایک ”نہاںم“ ڈیڑھ کلپ  
بنا کر نکالنا افسانہ بگھٹا کرے گا۔ اگرچہ بعد میں اسے  
احساس ہو گیا تھا کہ جو مسکراہے نے کلپ بند کیا ہے وہ نلدا  
تھا۔ تب سے اس نے اپنی اس کلپ کا ازالہ کرنے کا حرام کر۔

”بہت حوصلہ آ رہا ہے مجھے... شہزی! تیرا اس طرف  
میرے سامنے ہے مجھے دوا دیا کرنا...“ وہ دھکا اٹھاتے  
ہوئے انجان کی کیفیت سے مسکرا کر بولا۔

”یہ دوا فرما نہیں ہے... مستاز خان! اسے چھوڑ  
وے۔“ میں نے سستی نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔  
”اندر سامان لیا رہنے؟“ مستاز خان نے راستہ میری  
طرف سے دھیان ہٹاتے ہوئے تنگی خان سے پوچھا۔  
”کیا ہاں جابا! سب تیار ہے۔“ تنگی خان نے  
جواب دیا۔ مجھے اس غیبت کے کی آواز میں جیواں ملنے لگی۔

”اوسے... خیال رہے قہار سے پھرے نہیں لگنے  
چاہئیں سامنے... یہ ایک...“ تنگی رپٹ کر بولا۔  
”مگر اس لڑکی پرور کا چہرہ واضح ہوتا ہے... اور  
سب کہ فری اسکاں ہوتا ہے... کے کچھ لوگ؟“

مستاز خان نے اسے دانت دئی۔ تنگی خان کی چھٹی  
چھٹی آنکھوں میں میرے بھئی چمک چمک کر آئی تھیں۔ وہ دھکا  
کو چاڑھ کر کے لیے میرا ہوا جامہ۔ اس نے محض  
اٹھات میں اپنے سر کو جھنجھکیا۔ پھر مستاز خان نے میری  
طرف سے بھئی اچھا کر غار ڈالنے والے انداز میں مسکرا کر  
دیکھا اور پھر خصوص اشارہ کر دیا۔

تنگی خان نے آئیہ کو کرے کی طرف کھیلا۔ بار  
ساجھی اس کے پیچھے چلے۔ ان کا رخ اس کرے کی طرف تھا  
مگر یہ شیطانی کلپ نکلا جانے والا تھا۔ آئیہ جیتنے چلائے  
گی۔ مجھے پکارنے کی ”م... مجھے بچاؤ شہزی... مجھے  
بچاؤ۔“

شریہ خیلہ غضب سے میرا دماغ ہلنے لگا۔ آنکھوں  
سے خون ابلتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ دل چاہے بھئی سکتی کشتیاں  
پر دھڑکتے دھڑکتے خزانے چھت جائے گا۔

”مستاز خان...“ میری آواز چھت گئی۔

اولیٰ خیر نے لب لکھائی کی۔ ”مستاز خان...! اپنا  
مت کر... ایک شریف لڑکی کے ساتھ۔ مت بھول کر تو میری  
ایک جہان میں کا پ ہے۔ اوسے ظالم... جو خود بیٹیوں  
والے اوسے ہیں انکس تو برتر کی اپنی بھئی کی کے روپ میں  
نظر آتی ہے۔“

”ہا...!... مجھے بہت لطف آ رہا ہے تمہاری  
فریاد میں... قہار! نہیں سامنے اس کر... بولا اور بولا۔“  
مستاز خان کو دیکھتے ہی بولا۔  
”تنگی خان! اپنے پار شیطانی ہر کاروں کے ساتھ چلے





”کھتا... اپنی زبان بند رکھ... ورنہ تیرا بھی اس لٹری پر پڑے گا۔“

”کیل... کسے... شرم نہیں آتی تھی... ٹوکی ذات سے ایسا سلوک کرتا ہے۔ اپنا ناپاک پاؤں بتادے میری بھین کی گردن سے۔“

شوکی نے شہب میں آکر اسے نگاروں حواری کے چہرے پر پہلے خندے چمکے گئے اور پھر چرخش تاثرات ابھرے۔ وہ ٹھیک سے بہت کراہی کی طرف بڑھا۔ اور شوکی کے جرد پر لڑائی کی بارش کر دی۔ وہ کراہنے لگا۔ ٹھیکہ پینے لگی۔ میں کا پھاڑ کر دھاڑا۔

”الطیغی نسل کے انسان... بندھے ہوؤں پر لڑائی چار ہے۔ یاد رکھا ایک ایک سے حساب لڑی گا۔ تم سب کو صبر کا نمونہ بنادوں گا۔“

میں نے چار پائی پر بیٹھا ہوا اس کا دوسرا نکل بڑاڑا ساجھی بھی خوفناک انداز میں خیرات ہوا میری طرف پکا۔ راہ میں اولیٰ خیر پڑا تھا۔ اس نے بندھے ہونے کے باوجود جانے کسی طرح اپنا جسم سوزا تھا کہ قریب سے گزرتا ہوا حواری اس کی ہانگوں سے الجھتا ہوا میری طرف لڑکھڑکیا اور دھت تو اڑن برقرار نہ رکھا۔ تھنچا۔ وہ منہ کے منہ ہمارے درمیان آن کرنا۔ وہ نکل اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری۔ میں اور اولیٰ خیر ایک وقت بکڑ بند ہونے کے باوجود حرکت کرنے کی ایک بے بسی کوشش کرتے ہوئے اس پر جا پڑے۔ مگر وہ چھلکی کی طرح تڑپ کر یک دم اٹھ کھڑا ہوا اور سب سے پہلے گری ہوئی اپنی رانیں پر قبضہ بنایا۔ اس کا دوسرا ساجھی بھی ٹھیکہ کو چھوڑ کر ہماری طرف لپکا۔ ہماری بے سرو کوشش کا مقصد پورا ہو گیا تھا۔ ہم شیطان کے چیلے کی ٹھیکہ کی طرف سے خود بنانے میں خود کا حساب ہو گئے تھے مگر خود بے وقوف آگئے۔ ان دونوں نے مجھے اور اولیٰ خیر کو رانگوں کے کندھوں اور لاتوں سے بیٹھا شروع کر دیا۔ جب تھک گئے تو ایک طرف کھڑے ہو کر ہنسنے لگے۔

”اب تم لوگ اپنا منہ بند رکھو۔ یہ کہتے ہوئے دونوں چار پائی کی طرف بڑھ گئے۔ میرے اور اولیٰ خیر کے باگ اور منہ سے خون جاری ہو گیا تھا۔ شوکی سے ہماری یہ حالت نہ دیکھی گئی۔ وہ جاکر بولا۔ ”کالو! ان کا خون بہ رہا ہے۔“ یہ میرے تو اپنے باپ ممتاز خان کو کیا جواب دے گا؟ ان دونوں پر جوں تک نہ دیکھی۔ ہمارا خون بہہ رہا تھا۔ ایک قدرتی عمل کے تحت ہم کو خود ہی بہا دینا ہو گیا۔

اس دوران مجھے اولیٰ خیر کی ٹھیکہ سرخسائی دلی۔

”کالو... اگر یہ خون خشک نہیں کیا۔ میں بھاگنے میں تیرے قریب ہو گیا ہوں۔ میرے دونوں ہاتھ آزاد ہو گئے ہیں۔“ تو اسی طرح پڑا رہا میری طرف اپنی پیش قدمی کیے۔

اس کی بات سن کر میں سانسے میں آ گیا۔ پھر اولیٰ خیر کو ایک ذرا راہ کیا بھلی دی کہ میرے اندر کا سوجا۔ وہ نہ بیدار ہونے لگا۔ اولیٰ خیر جانے کب سے اپنے دونوں ہاتھوں کی دھبوں پر پرواز آ رہا تھا۔ ہاتھ سے وہ کیسے ہی کھول پاتا تھا۔ ایک ایک کوشش میں بھی اسی طرح کی کر رہا تھا اور سب سے ہاتھوں میں ان کی کھال ہینے کے کمر کر رہا تھا۔

”تو ایک کام کر... کھانسنے کے بجائے اپنی پشت کو حرکت دے کر میرے ذرا قریب کر لے اور میرے پانچوں کے پھیلاؤ اور بدلتی چوڑائی میں سے یہ دونوں ہر دو تھک میں پڑ جائیں گے۔“

مجھے جانے اس کی ہر بات پر عمل کیا اور وہ زور دے کھانسنے لگا۔ ساتھ ہی اپنی پشت اس کے مزید قریب کر لی۔ میں نے کھانسنے کی صورت میں ایک طرف گردن اٹھا کر خون بھی تھوک والا۔ تاکہ چار پائی پر بیٹھے ہوئے دونوں بھی ہمیں کر خون خلق میں جھکنے لگے کھانسنے پر مجبور کیا ہے۔

دونوں نے میری طرف دیکھا بھی تھا اور پھر دوبارہ اپنی طرف دھیان کر لیا تھا۔ ان کی چار پائی کا قافلہ ہم سے تقریباً آٹھ فوٹ کے فاصلے پر روکے کے ساتھ اور دروازے کے قریب تھا۔ میں نے اپنی پشت پر بندھے ہاتھ کی دھبوں پر اولیٰ خیر کے دھبے ہاتھوں کی حرکت ہمیں کی اور ایک لمحے کو لڑا تھا۔ اولیٰ خیر کے ہاتھوں کا کس بھی بے یوں ہوسا ہوا تھا۔ جیسے گوشت کے چیلے ہوئے لٹھرے ہوں۔ میرے خدا اس نے جانے کس اذیت کے ساتھ جان توڑ کوشش سے اپنے ہاتھوں کی گرفت سے آزاد کیے تھے۔ بہر حال وہ کوشش میں ناکام ہوئی اور بعد میں وہ ہاتھ آزاد تھے۔ میں نے جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ وہ ہماری ساری حالت اکابرہ جالی۔ ہاتھ آزاد ہونے کے باوجود ہم نے اپنے دونوں ہاتھوں کی پوزیشن دیکھی ہی نہ تھی۔

میں نے ایک بار پھر کھانسنے کا عمل کیا اور اپنے جسم کو اس طرح مٹی دیا جیسے پتلیوں میں درد دور ہوا۔ اسی طرح اپنے لیے میری پوزیشن بدلی۔ اب میری دونوں ٹانگیں آگلی

خیر کی پشت کی سمت ہو گئیں۔ وہ ان کی دلی کھولنے میں مشغول رہا تھا۔

یہ سب کچھ مہم چھپاتے اور نہایت راہزاداری سے انجام دیتے ہوئے تھا۔ اب بھی آزاد تھا۔ اولیٰ خیر کی کچھ ٹانگیں صورت حال میں کہ وہ اپنی دھبوں کی دلی نہیں کھول سکتا تھا۔ یہ خیر میں ہی انجام دے سکتا تھا۔ دونوں کا بے جا ہے۔ ہماری طرف بھی نظر ڈال لینے تھے۔ اگر ہم اپنے کھانسنے اپنی چوڑائی میں لے کر کوشش کرتے تو ان دونوں کو شہ ہو سکتا تھا۔ کڑاں ہاتھوں خیر کا ہاتھ اور اپنے جسم کو شہ دیا۔

اس وقت ان دونوں نے ہماری طرف دیکھا تو اولیٰ خیر اپنے کے انداز میں دانت جھنسی جھنسی آواز میں بولا۔

”ہم... ہم... ایک... ایک... گلاس پانی تو چلا دو...“

خون نے ملحق میں اتار دیا۔

”بے خون سے ہی پیاس بجھاؤ... باا... باا...“

ان میں سے ایک نے زہر خنجر سے کہا کہ ہمارا مقصد پورا ہو گیا تھا۔ اولیٰ خیر نے اپنی ٹانگیں ان دونوں انداز میں سوز کر پشت کی طرف موڑ لی تھیں اور میرے پشت کی طرف بظاہر لپکتے ہوئے ہاتھوں کی دھبوں کے پھلڑ بند کھولنے لگے۔ میں نے اپنا کام شروع کر دیا۔

اس دوران میں نے شوکی کی طرف دیکھا تھا۔ وہ بھی اپنی ٹانگوں سے ہماری طرف دیکھ رہا تھا۔ شاید ہماری کاروائی کا اسے ”خوش کن“ قرار دیا تھا۔ جس وقت میں اولیٰ خیر کی دلی کھول چکا تھا ایک اسی وقت باہر کی گھڑی کے گھٹنے کی آواز ابھر کی۔ ہم بری طرح ٹھک پڑے۔ وہ دونوں ٹھانٹے چوک کر اٹھے۔ اپنی ٹانگیں منہ میں اور دروازے کی طرف پڑے۔

”الو... میل کا کالہ کام لے آ کے بڑھ بھاگتے۔“ ان دونوں کے باہر نکلتے ہی اولیٰ خیر نے اپنے ہاتھوں میں مجھ سے کہا۔ اور پھر ہم دونوں ٹانگیں کی سی تھکی سے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ٹھیکہ تو تھوڑی سی حرکت ہے مگر اس کے ملحق سے بھی سی سکاری بھی بڑا۔ وہ بھی نہیں۔

اس کی طرف توجہ دے کر وقت تھا۔ وہ ٹانگیں بھی اٹھتے ہوئے تھکے تھے۔ ہم دونوں ایک ایک کھال کر کے کے انداز سے کی طرف بڑھ گئے۔ دروازہ کھلا پڑا تھا۔ اس دوران میں ہی خیر کی اولیٰ خیر کے ہاتھوں پر چڑھا۔ وہ میری طرف بڑھتے ہوئے تھے۔ میں نے بھی آواز میں کہا۔

”اب خیر! تیرے ہاتھ دیکھی جیسا۔“

آوارہ کھرد

”اؤتھ... کا کے... میرا تو پورا پورا دھبہ دھبہ ہو رہا ہے۔“ یہ دھم بھرے جوش اور طاقت کو ہوا دیتے تھے۔ وہ ہال۔ ”یہ میں خیر کی آٹھوں میں شیریں چمک اور پیتے جیسا جوش دیکھ رہا ہوں۔ خود کو سنبھالنا اور زیادہ جوش دینا یا کھل بکاڑو سے گا۔“

”تو خیر نہ کر۔“ میں نے کہا اور باہر بھاگا۔

مقرر سے برآمد ہونے کے باہر قمار کے اماں میں رات کی سانی اتاری ہوئی تھی۔ چھوٹی کی دھبوں پر کچھ بلب نصب تھے جن کی روشنی میں مجھے سب اظہار ہے تھے۔ مگر میری امیدوں پر اویں پڑ گئی۔ ان میں سے ممتاز خان تھا۔ اسی تھی۔ البتہ وہ چاروں مردود حواری ضرور تھے جو محل کے ساتھ آ کر اپنی بربریت کا نشانہ بنانے کے جرم کے مرتکب ہوئے تھے۔ وہ شاید بد نصیب آسیہ کی ایش لکانے لگے آئے تھے۔ ایک چپ کھولی تھی وہ چاروں اسی میں سے اترے تھے اور وہاں اماں میں کھڑے ہاتھوں میں مصروف تھے۔ میں نے ان خیر سے کہا۔

”ابھی ان کے اندر آنے میں کچھ دیر محسوس ہوتی ہے۔“ تم جلد ہی سے شوکی اور ٹھیکہ کو آزاد کر دو۔“

اولیٰ خیر نے ایک لمحے بھی سنا لی کیے پھر میری ہدایت پر عمل کیا۔ جب تک وہ اپنے کام سے قاصر نہ ہوا میرا دھبہ دیکھ کر یکبارگی زور سے دھڑکا کہ وہ سب ٹانگیں آواز میں تھپتھپاتے ہوئے اسی بال کر کے کی طرف آرہے تھے۔ ان کی تعداد اب چھوٹی دو سب نکلتے تھے۔ وہ بھی جانتے تھے کہ ہال کر کے میں ان کی تھپی موت کا سا تان کیا جاتا تھا۔ بندھے ہوئے نہ تھی شیر آزاد ہو چکے تھے اور کسی کو بھی خیر چار ڈالنے کو کھلے خیر سے میں دھکا دے تھے۔

”الو...“

ملک خون ریز مقابلے کے چیلے پھر ہم نے ٹھیکہ اور شوکی کو اندر کر کے میں جانے لگا تھا مگر شوکی اپنی بک کر کے میں چھوڑ کر دوبارہ دروازے ساتھ آن لگا تھا۔ میں نے اور اولیٰ خیر نے جیسے ٹھیکہ کے اس کی طرف دیکھا تو وہ ٹھیکہ کی سے نظر اٹھا ہوا۔

”اؤتھ... مجھے متاثر ہے کہ میدان میں خود سے اٹھ کر نے کا بھی صبر نہ کرنا وہ شوکی تم دونوں کی دلی کو گرا دوش کرنے میں ایک لمحے کی دیر نہیں دے گا۔“

شوکی کے لیے اور آواز میں گروے کرے وقت کا سوز بھی تھا اور آنے والے فیصلے کن گاڑ میں ڈٹ جانے کا جوش بھی۔ اس کی آواز میں اس کی چوڑی قرقرہ بہت گئی کہ

پھر مجھے یہ اداں خبر کہ اس سے کچھ کہنے کی صحت نہ ہوگی۔ ہم دونوں کی طرف سے ابھی اس اہم مسئلہ مفت زبانیوں کے ساتھ دو دو ہاتھ کرنے کے لیے بے ممکن ہو رہا تھا۔ اپنی بنا اور تحفظ کا جذبہ ہی کچھ ایسا ہوتا ہے کہ وہ ایک عام انسان کو بھی بہت چمکھاتا ہے۔

میں نے دیکھا۔ وہ منحصر سے براہ میں آنکر رکھ گئے تھے۔ اب ان کی باتوں کی آواز صاف سناؤں گے تھی۔

ذکر و جاری میں سے ایک نے دونوں پہرے سے دو ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

”بیڈی انچورمری صاحبہ کو ملی جا چکے ہیں۔ استاد جیسی خان بھی ان کے ساتھ ہے۔ ہم ایک ٹھکانہ پر فرائیڈوں پر ڈال لیں پھر ڈیرے کی راہ لیں گے۔ ویسے سب ٹھیک تو ہے اے... اندر؟“ بیڈی نے اپنی اس آواز نے انہیں سنا کر ہلکا کر کہا۔

”سب ٹھیک ہے تو... بگروہی ٹوڑ نہیں۔ بس ذرا وہ زبانی چڑباب کرنے کے لیے شور مچا رہی تھی، ویسے اس کا اب کچھ نایا ہے؟“

”اب ان لوگوں کا فیصلہ کل ہی ہو گا۔“

”ہو جائے فیصلہ تو اچھا ہے۔ اب ڈیوٹی سے جان چھوٹے۔“ دوسرے نے بوجھا۔ ”اے گرنے نایا ہے انا کا؟“ میرے کان کھڑے ہو گئے۔ پہلے شیطان نے سلا کی تھی۔

”چند چری صاحبہ نے اسٹیشنر روٹ کو نوٹ کر دیا ہے۔“ وہ دھم دھم کرے پولیس کی ہماری غری نے کہ یہاں پہنچے گا۔ شہزی اور اس کے ساتھیوں کو خیر کو خطا پولیس مقابلہ دکھا کر ختم کر دیا جائے گا جبکہ ان دونوں بھائی بیٹوں (شوکی اور شینڈ) کو ڈیرے پر لے گا تو کہی مار دی جائے گی۔“

ان کے عزائم میں کچھ کھل کر نہ گیا۔ ہم تینوں نے ایک دوسرے کے نظروں کی طرف دیکھا۔... کیا میں وقت ہمارے خون ریز مارا ہوں؟ والہذا۔۔۔ دونوں سٹاپ پر سے اور اڑھیلے ڈھالے اچھا مشین چلتے ہوئے۔۔۔ اندر داخل ہوئے۔۔۔ اور پھر بھگت چھانے پر میں اور اہل خیر ریاست میں کوٹ پڑے۔

خون کی ٹھکر ڈال دی اندر اوچکی تھی۔ وہ چاروں خونیں سٹیشن پر کار سے بھی اپنے دونوں پہرے اور مارے تھیں کے عقب میں اندر آ رہے تھے ابتدا سب کھلی کی سی پھرتی کرنے کا سبب تھی تھا۔ وہ لوگوں کو شش ان کے ہتھکڑوں پر فرائیڈوں کی آفت بنا تھا۔ بالکلنا جھمن کر آگیا وہاں



اجازت نہیں دیتا تھا۔  
معا ایک بار پھر ہمارے عقب میں ٹانگے  
ہوئی۔ اس بار دشمن کی چال کی ہوئی کہ گولیوں سے جیپ کی  
باؤلی میں جو مس ہوئے کی سنسنی خیز گزارشات ابھری تھی۔  
ٹانگے پرست ہونے کا عہدہ شدید ہو گیا تو میں نے جیپ کو  
قدر سے ڈگڑک دیا۔ انداز میں دوڑا اور شرمگاہ کر دیا۔ اسی  
وقت اول خیر پھر میں نے اچھل کر جیپ کے پیچھے ہٹنے کی  
طرف کود گیا۔ وہ جیتا جوانی ٹانگے کرنا چاہتا تھا اور اب  
میرے خیالی میں یہ اسی ضروری تھی ہو گیا تھا۔

پڑ پڑھن سنہائے عی اولیٰ خیر نے پیلا پرست ٹانگے  
تھا اور ساتھ ہی مجھے ایک راستہ بھی چھوڑا تھا کہ اس راستے  
پر ایک خشک ٹالے کی پٹیا پار کرے یہ راستہ تین حصوں  
میں تقسیم ہوتا تھا۔ مجھے اپنے اگلے ہاتھ والے راستے پر  
اسٹریٹنگ کا تھا۔ اس کے آگے راستہ نسبتاً ٹھیک اور سیدھا تھا  
جو میں راؤ سے لگے تھا۔ یہ گولی چار باجی گولیوں پر راست  
ہو سکتا تھا اور میں روز تک ٹانگے ٹاپ تھا۔ یہ شہر تھا کہ ہم  
شاہد متاثر خان کی آبائی جائیداد سے پڑے تھے۔  
"کاکے چلیا پر چڑھتے ہوئے خیال دکھاتا دو راست  
تھک ہو گا۔" عقب سے دوسرا پرست ٹانگے کرتے ہوئے اول  
خیر نے مجھے خبر دوا کیا۔

میری نظر میں سامنے کچے راستے پر مرکز تھیں۔ ہیڈ  
لائٹ کی روشنی میں مجھے جلد ہی اس پانی کی خشک منڈ پر ہی  
رکمانی دے گئیں، جس کی اول خیر نے نشان دہی کر دی تھی۔  
وہاں تک راستہ خاموش ہو گیا تھا۔ نسبتاً بلند تھا۔ اس  
وقت میں نے بیک و فور میں دیکھا۔ دشمن کی تعاقب میں  
آئی ہوئی گاڑی کی ہیڈ لائٹ کی روشنی خشک ہو کے میری  
آنکھوں کو خیر کر رہی تھیں۔ دھک سے روکا تھا۔ دشمن  
بندوق خیر پر ہورہے تھے۔ میں نے دانت پر دانت بنا  
کر اسلٹر پٹر پر یکدم پاؤں بڑھا دیے۔ چلیا قریب آگئی تھی۔  
اس وقت عقب سے یک ایک ایک سے زائد گولیاں گئیں۔  
اس بار گاڑی کا نشانہ لیا گیا تھا کیونکہ اگلے ہی لمحے اس  
خشیں دھماکا ہوا۔ تارلی جیپ یکدم یوں جھینٹ گئی جیسے اس  
کے ٹانگے پیچھے سے نکل گئے ہوں۔ تب تک میں چلیا پر  
جیپ چڑھا تھا۔ میں وقت پر جیپ دیکھ کر ایک طرف تو  
گھٹنے لگی۔ میں نے وینڈر پر یک الگ دھکے مارے۔ جیپ  
ٹوکر والی اور خشک ٹالے کی طرف پھسلتی ہوئی جا کر گئی۔ وہ  
خلف ٹھیک بندھ گئی۔

"مب باہر تھو جلدی۔ اور وہ دشمن جس بھون کر رہا

جیپ جھکے کھائی بڑا سا چلی چانک کر اس کر کے  
تاریک راستے پر آئی۔ جس بندوق و فائر بڑھا چلا گیا۔

\*\*\*

قلم ہاؤس سے ابھی بھٹل میں تھے چھری سوت  
ہوتے تھے کہ سامنے ایک گاڑی کی ہیڈ لائٹ دکھائی  
دی۔ ٹانگے میرا دل کشیدیں پر دھکے لگے۔ میں نے فوراً  
اپنی گاڑی کی ہیڈ لائٹ آن کر دی۔ قاتل خیر کی سرسراہٹ  
توڑا ابھری۔ "گولی فائو نہیں، لائٹس آن کر کے دیکھیں  
جانب بکاڑی سوز دو۔ کھڈ میں نہ پھنس جائے ہتھی  
گاڑی۔"

میں نے ایسا ہی کیا۔ ہیڈ لائٹ دوبارہ آن کر کے فوراً  
دشمن کے دو میں جانب کا اور دروازہ پھر بڑھا دی۔ جیپ  
زور سے جھکے کھانے لگی۔ اول خیر کی بات سن کر میں  
مجھے کھڈ میں نظر آئے تھے جیپ پر چڑھنے کے باعث  
میں نے کھڈ میں جھپٹ گئی تھی۔ خشک اسی وقت گولیوں کی  
دھن دھن تھوڑا بہت ابھری اور پھر کسی دھن سے تقریباً اس  
پھر جیپ تک چلی دی۔ اب یہ بات خشک دھن سے  
بانت ہوئی تھی کہ دشمن خان اپنے کچھ ساتھیوں سمیت سامنے  
والی جیپ میں دھار سے تعاقب میں تھا۔ مرتے مرتے ایسی  
چیل کے ہمارے لیے یہ مشکل کنٹرول کر دی تھی کہ  
انہیں نے ہم سے ہٹا دیا کرتے تھے دوران جنگی خان وغیرہ  
ہمارے متعلق آگاہ کر دیا تھا۔ گاڑی جیپ کے دو میں  
جانب سوزا کرتے ہی انہیں ہم پر تھیں کی حد تک جب ہو چکا تھا  
کہ میں جیپ میں جیتا خان کے ساتھی نہیں ہو سکتے تھے بلکہ  
ان کے خلاف تھے۔ پھر فوراً ہورہے تھے۔ یہاں تک کہ ہم پر  
آپنا سہائی گولوں کے دبانے لگول دیے گئے۔

میں سب جھٹ گئے تھے۔ ہمارا غیر اختیاری پھسل گیا  
تھوڑے ہی لمحے میں جیپ پر اپنے دونوں ہاتھ شیشوں سے  
غلام کر گئے۔ میرے زخمی بازو کا درد جانے کہاں جا سوتا  
تھا۔ اس لیے کہ ہر بعد کی گراب اس علاقے کا اور اک ہو  
چلا تھا۔ میں اس کی پادیت پر جیپ دوڑا رہا تھا۔ گھر سے  
چلا تھا۔ میں ہی آگئی تھی۔ اب پانچھ خیر دوسرے سوار راست  
دار۔ سامنے قاتل جس کے دو میں بائیں فکڑا دم تھا۔ اس  
جس کے دشمن کی گاڑی دھار سے تعاقب میں لگن لگی تھی۔  
شماروں میں مل کھاتے تھے اس کے راستے پر جیپ آگئی  
طرانوں کی طرح اسے مارا تھا۔ سر دھت ہم دشمنوں کی تھی  
کھپ سے مقابلہ کرنے کی پڑ پڑ میں نہیں تھے۔ ہمارا  
اکو تھی جس نے ہم سے مقابلہ کرنے کے بعد دوبارہ اس کی

راکٹس پھینک دی۔ اور تم دونوں اپنے ہاتھ بٹھو کر  
لو۔" میں نے ایسا ہی کیا۔ اس کی پھر فراہم سے مشابہت  
ابھری۔ "تمہارا ساتھی کدھر ہے۔ اب آخری گولی روکی  
ہے۔"

"وہ ہمیں نہیں معلوم کدھر ہے۔" میں نے جھپٹ  
پولا۔ لیکن مجھے کشش لگی ہوئی۔ میرا جھپٹ اسے چڑھ  
عقب میں جھکا کر رکھا تھا۔ خشک اسی وقت گولیوں کی  
ٹوٹاک تھوڑا بہت ابھری۔ اوپر سے ایک وجود گھبراہٹ  
ہوئے پیچھے آ رہا اور عقب سے ہمارے قریب قدموں میں  
گھرا۔ میں بری طرح دل گیا۔ گلیڈ کے ملنے سے نہ بولی تھی  
ابھری۔ دوسرے ہی لمحے جھپٹ بھ سے لپٹ گئی۔ میں نے  
پچھنی پچھنی آنکھوں سے لاش کو دیکھا تو جسم و جان تک میں  
سرشاری دور گئی۔ بالآخر میرے پیادہ جاس قاتل ساتھی اولیٰ  
خیر نے آخری آنکھیں چلنے کو بھی نکال دی تھیں۔

"وہ اوپر سے چلتا۔" کاکے... جیپ میں  
بھونکا۔ ہم پیچھے آ رہے تھے۔ جلدی۔  
گلیڈ ٹرپ کر مجھ سے الگ ہوئی۔ وہ اب پچھنی پچھنی  
آنکھوں سے اوپر دیکھ رہی تھی جاس خشک سمیت کدھر تھا  
اور ہاتھ ہلا کر اول خیر کے ساتھ دیکھ پاندہ رہا تھا۔ بھائی کر  
سامت یا کر دور دور پھول گئی تھی۔ اس کی طرف پلے پلے تھی  
نیکھا تھا کہ کبھی ہر قسم سے گھٹنے والا شہر نہ ہو کر اول  
خیر نے میں وقت پر اوپر پھینک کر گاڑی پلٹ دی تھی۔

میں نے پھرتی سے سر اٹھل اٹھائی، ہم جیپ کی پلٹ  
دور سے... گلیڈ پھل سیٹ کا دور دورہ کر گئی۔ گھٹنے  
میں نے اسٹریٹنگ سنائی لی۔ پٹلی انٹینس ہو کر شہر کی  
ہوئی تھی۔ میں نے فوراً چھوڑ دی۔ رات کے دم پہ خود سامنے  
میں جیپ کا آگن ملنے فراہم کے ساتھ پیادہ ہو گیا۔ جیپ  
لائٹس پٹلی انٹینس اس کی روشنی میں دشمن قاتل ہاؤس کے حضور  
برآمدے سے ہوئی ہوئی ہال کمرے کے کھلے دروازے  
سے اندر پڑ رہی تھی جہاں اب آنکھیں ستانے کا سوا کچھ بھڑ  
نہیں آ رہا تھا۔ آسٹ کو یاد کر کے ایک ایک میرا دل بھرا آ گیا۔  
میرا دل پناہ میں انہیں خام ہاؤس کو آگ لگا دوش۔ اندر  
ہمارے پاس اتنا وقت نہیں تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں اولیٰ خیر  
اور شہر کی دور سے ہونے آگے اور فوراً جیپ میں سوار  
گئے۔ اول خیر نے میرے برابر وائی سیٹ سنائی لی۔  
"نکل چل کر گھر۔۔۔ رات تم سے۔" وہ ہلا اور بھی  
نے جیپ کو گھیر لیا کہ ایک خشک سے آگے بڑھا ہر طرف  
لیا اور چانک کے رات پر جیپ کا رخ کرتے ہی اسلٹر پٹر

پر پہنچا اس وقت...  
یہ آواز سن کر میں ستانے میں آگیا۔ جیتا اس آخری  
ایلیس چیلنے سے شہر کی کوئٹ پر راست پر لے لیا تھا۔ ممکن ہے  
اول خیر نے بھی اس کی آواز سن لی ہو۔ اب یہ اس کی  
صوابہ یہ پھر تھا کہ وہ اس پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہے یا  
پھر... اس کا قسم کرتا ہے رنجور ہوتا ہے۔

"میں صرف پانچ تک گولیوں کا۔ اس کے بعد  
تمہارے ساتھی کی لاش اٹا لے میں گرتے گی۔" معا اس کی  
عقب میں اولیٰ ہوئی آزاد ابھری۔ "تم جیتوں گی کر نہیں  
جاسکتے۔ میرے ساتھی کی بھی وقت یہاں چیلنے والے ہیں۔  
میں کبھی شروع کر رہا ہوں۔"

"ایک...  
میں اس سرور و کلمات پر لرز اٹھا۔ میرا اندازہ  
دوست ثابت ہوا تھا۔ دو چھنی خان کو ملنے کر چکا تھا اور کوئی  
بید نہیں تھا کہ وہ خونی ہر کار فوراً حرکت میں آ چکا ہو گا اور کبھی  
میں وقت اپنے ساتھیوں کے ساتھ گولے سمیت چلاں دوا  
ہونے والا تھا جبکہ اصرار ہی سمیت گئے آن پڑی تھی۔  
"اب کیا ہو گا شہر...؟" گلیڈ نے مجھے خاموش  
پاکر متحش لکھ گیا تھا۔

میں نے کہا۔ "جھپٹ رکھو۔"  
"وہ" اس کی گھٹی چادر ہی تھی۔ میری جھپٹ میں نہیں  
آ رہا تھا کہ کیا کرے۔

"تینا...  
سوچنے کے لیے اب وقت بھی نہ رہا تھا۔ وہ بے درخ  
شہر کی کوئی مار سکتا تھا۔ وہ جیتا ال کمرے کی جھپٹ پر گئیں  
بھیا کھڑا تھا۔ اور میں دنا تک رہا تھا کہ اول خیر اس کی  
آواز کے تعاقب میں اس کے سر پر جا پہنچے۔ گلیڈ کی سسکی  
ابھری۔ صورت حال کی کشش کا اسے بھی اور اور اک تھا۔  
میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور تقریباً دوڑا ہوا اٹھا لے  
میں آگیا۔ یہاں فقط ایک ہی دوسروں کا بلب روشن تھا۔  
اس کا کشش شاہد ڈائریکٹ باہر عقب پرل سے کھینچا تھا  
ورنہ اندر ہی کرے کا شاہد لیڈا راز تھا تھا۔

میں نے جھپٹ کی طرف دیکھا اور ستانے میں آگیا۔  
مجھے کھلے روشن آسمان کی دم روشنی میں ہال کی نہت کی  
منہ پر پڑی تھی اپنے دونوں ہاتھ اوپر کے کھڑا نظر آ گیا۔ اس  
کے عقب میں آخری دشمن اپنی راکٹ کی ہال اس کی گولی  
سے لگے ہوئے تھا۔ دونوں کے بڑے ساف نظر آتے  
تھے۔ اس نے شاہد مجھے اور شہر کو دیکھا تھا۔ چاکر ہوا۔

اور اکرہ

کی اور جنگی کی دونوں باتوں کو بڑھ کر زور دیا دیکھتے تھے کہ کیا ہوا۔ وہ سب کے لیے وجہ سے کرنا اس کے ہاتھ میں ہونے لگا تھا، جو تاریکی میں کبھی گر کر غائب ہو گیا۔ اس کے سامنے بیٹھے نے حرکت کی، میں اب بڑھ رہا تھا، ایک زوردار گھونسا بیٹھے کی باگ پر رسید کر دیا۔ اس کے منہ سے اس کی آواز اٹھی وہ کئی قدم پیچھے کوڑھٹا گیا۔ ٹیک اس وقت میں نے کارڈ سے ایک پوسٹل گولہ پھینکا اس کے ساتھ اچھلتے دیکھنے اور بڑھتا ہوا۔ وہ گھونسا کر کے اس کے منہ سے بیٹھے پر بڑھتا ہوا، جس کی کان کی طرف متوجہ ہوا، وہ دھڑکی میں "کرونگ" کے انداز میں اپنا ہاتھ منہ کی جانب اشارے کی جانب اشارے کر رہا تھا۔ اس کے تصور میں یہی تھا کہ کارڈ کے اندر سے بجائے کوئی ہیلا گولہ لگ گیا تھا۔ میں نے اس کی کارڈ پر زوردار لاٹ رسید کر دی۔ اس لیے مجھے تاریکی میں گھٹا ہوا دیکھ کر اس کی دھڑکی۔ اول خیر سے شاید بیٹھے کی گردن پر پڑی تھی۔ اور جنگی میری لاٹ کا کرنا کے کی طرف اٹھ گیا۔ میں نے چار کر اٹھ کر لیا۔

"اول خیر اسی کا ایک سامی سلسلے سے ہے۔ بیٹھے نے کہا، اسے تیار کر۔" اول خیر، جس سے مقابلہ کرنے کے لیے میری دھڑکنا چاہتا تھا۔ میری ہدایت پر کارڈ وہ رائل سنہلے آگے بڑھا۔ اس واقعہ میں شو کی اور کھیل بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں جنگی پر غور کر رہا تھا کہ اس کی طرف بڑھا۔ اس نے بھی غور ہونے کی کوشش کی۔ بیٹھے نے پھر وہ وہمل کہا۔ میری حوصلہ کی اس کا گھونسا تھا اس کی کیفیت خبیث اور صفت انہیں اپنی خان سے تھوڑا سا ہونے کی آتش غضب میں بسیم ہوئی۔ اس مرد سے تھوڑا سا لے کے سامنے دوران بار آسید کا مصمم چہرہ میری نگاہوں کے سامنے گردش کر رہا تھا۔ اس کی کچلیں اس کی آواز اور اور اور اور میری سستی سامتوں میں گونجنے لگیں۔ گھول کھانے کے باوجود میں نے اپنے دائیں ہاتھ کے نشیے میں اس کی گردن دیکھ لی اور ساتھ ہی اپنی سیدھی ہاتھ کی زوردار ضرب اس کے پیٹ پر رسید کر دی مگر گردن پر بھی نہیں چھوئی، اس طرح ہاتھ کی ضرب اس کے لیے ضرب شدہ جاہت ہوئی۔ اس کے منہ سے خوفناک ہونے کی آواز برآمد ہوئی مگر دوسرے ہی لمحے وہ حیرت انگیز بھرتی سے سنبھلا اور میری ہاتھ کی کڑی کو بکڑا چا کر کچھ پتو جیسے اس وقت آتش جنوں سے اڑھا، اس نے اس کے چہرے پر قدر سے اچھل کر اپنے گردن پر رسید کر دی اور اس کی گردن دبا چلا گیا۔ وہ زور سے بڑھتا ہوا تھا۔ میرے ایک ہی ہاتھ کے نیچے

جاسوسی ڈائجسٹ - 119 - نومبر 2014

لہجہ خرا، دو چھانچوں نے ہمیں ڈھانچا دیا تھا اور ری سٹی سرورس کی غور جاننے کی پوری کر دی تھی۔ اول خیر کی اس چال کی سے دشمن ہلکے ہوئے تھے اور ہمارے اندر سے غائب کی رو میں کافی آگے جا چلتے۔

ہاتھ مجھے قریب ہی وجہ وجہ کرتے قدموں کی آواز میں سنا دی۔ دشمن دوڑتے ہوئے قریب آ رہے تھے۔ میرا دل بیٹھے میں بے غماض حوکر، اچھا اپنی رائل گولہ اپنے دایمیں چلو میں لگا دیکھا تھا۔ قدموں کی آواز میں قریب آ گئی۔ میں نے گویا سانس تھک روک لی۔ اب تو اس کی باتیں کرنے کے بھی آواز میں آ رہی تھیں۔ پھر میں نے بے ہنگام قریب آگے ہماری قدموں کی وجہ وجہ ہم گئی۔ میں میں اس کے رو کیا۔ کیا انہیں اپنے قدموں کے قریب کارڈ پر ہی قسم کا شہرہ تھا؟ میرے اندر دھڑکنے شروع ہو رہا تھا۔ میرا پیسے میں ایک کرید شاسا آواز ابھری۔ "میں اور تیرے اور میری دیکھ لیا۔" پیچھے کھد وجہ لارا جب ہم آگے جاؤ۔ یہ جنگی خان تھا۔

جاسوسی ڈائجسٹ - 119 - نومبر 2014

میں اترتے دیکھا۔

"وہ بیٹھے سے اتر کر ہمارے نقاب میں آ رہے ہیں۔" میں نے اول خیر کو خبردار کر دیا۔

"آگے بڑھتے ہو۔ میرے پیچھے۔" اول خیر کی آواز سن لی وہ اور گولہ پش کی گولہ چار گولی اور اوپر کچلے دشمن آسمان میں ہمارے صرف حرکت سے نظر آ رہے تھے۔ اول خیر آگے تھا اس کے بعد کھیل اور شوکی تھے۔ میں نے خود کو آتش پیچھے رکھا تھا۔ رائل میرے ہاتھ میں تھی۔ ایک بار تو میں اس کی کچلیں پھینک کر قریب میں آتے ہوئے دشمنوں پر گولیوں کی پھینکا کر دوں۔ مگر یہ نہیں میری جڑی سوچ تھی۔ اس کا طریقہ وہاں ہونے کے بجائے نقصان ہوتا تھا۔ دشمنوں کو ہمارے سب کا اندازہ ہو سکتا تھا۔ اب ہم آگے دو بیٹھے کے ذریعے ہمارا نقاب کرینے سے قاصر تھے مگر یہ میری خام خیالی ثابت ہوئی، کیونکہ کچھ دشمن پیدل ہمارے نقاب میں آتے کے بعد آگے بیٹھے میں ہوا وہ ہاتھ کی طرف پلٹ گئے تھے۔ وہ بیٹھے کی پار کر کے دوسرے کرناڑے پر آنا چاہتے تھے۔ دشمن تھا میں صرف ڈر کر اندر ہی ہوتا۔

اور جب تک ہم کرناڑے کی ریشل اور بھر بھر رہی تھی وہ لی دھواں سے لڑکھٹان کھاتے ہوئے غیب میں جا چکے اور یہاں سے ہم نے اٹھ کر سہ سہ وڈا شروع کر دیا۔ یہاں کچھ کھٹوں کے سلسلے تھے۔ ان کے اختتام پر پڑ پڑی کارڈ تھی۔ (دو یا تین کھٹوں کو پانی پھینکنا والا کھانا) اس پر بھی کئی غور و چھانچاں کی ہوئی تھی۔

مجھے نہیں لگ رہا تھا کہ ہم اس طرح بھاگتے ہوئے دشمنوں سے بچ سکیں گے مگر دوسرے ہی لمحے اول خیر کی آواز ابھری۔

"اس کارڈ کے اندر تھوڑے تھوڑے فاصلے سے چت لیٹ جاؤ۔" اس کی یہ تدبیر مجھے بکھر گئی۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔

ماحول ہاتھ کی غور ہوا ہو گیا تھا۔ ہم کارڈ کے اندر اس طرف پشت کے مل جا لیتے تھے جیسے یہ جاری ایسا ہی گلی قبر ہو۔ یہاں ڈیرے پر کچلیوں، مٹرات اور سانپوں کی نظر ہو گئی تھا مگر بہر حال یہ جان پانے کے لیے ماریخی غور پڑ سکی یہ بکھر رہی تھی۔

ہر طرف اب کچھ کا نام تھا۔ ہم جیسے چپ چاپ مگر دھڑکتے دلوں کے ساتھ گویا سانس تک روکے کارڈ کے اندر لیٹے ہوئے تھے۔ اس کے کناروں پر رکی ہوئی لہجی

جاسوسی ڈائجسٹ - 118 - نومبر 2014

درجہ لگے۔ "اول خیر چچا۔ ہم تیزی سے بیٹھے سے اترے۔ میں رائل انہیں گھس بھولا تھا۔ ہاتھ کے کرناڑے پر پتھر روٹی ہوئی۔ اس روشنی میں مجھے آٹھ دس سٹخ افراد دکھائی دیے۔ یہ کوئی آؤٹ ڈال لینڈ کر ڈر تھی۔ جس کی نسبت ازا کر اسے بھی غدار ہی بیٹھے میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ ہم پر گولہ لہجی کی پھینکا ہوئی۔ ہم سب تک لپٹا کے اندر کھس گئے۔ اول خیر آگے تھا۔

"میرے پیچھے آتے ہو۔" کہتا ہوا وہ اڑا۔ ہم اس کے پیچھے تھے۔ رکنا بیٹھے موت کو دعوت دیتا تھا۔ اس کا احساس میں تھا۔ ہم سے زیادہ اول خیر کو لگا تھا۔ اس کے اندر کچھ نہیں بکھر گیا تھا۔ غور و چھانچاں میں وہی وہی تھی۔ کچھ آواز آئے اور کچھ شور مچائے اور دھڑکنا شروع کیے۔ ان میں ایک وہ کچھ غور اور صندھی ثابت ہونے لگا۔ اول خیر نے اپنے رائل گولہ سے بکڑ کر کئی طرح بھرا کر ان پر ضرب لگائی تو وہ کون کون کے ایک ہاتھ کے کرناڑے کی طرف بھاگ اٹھے۔ رات سا آٹھ اور کچھ زور دیا۔ اس پر بھی کچھ گولہ کی کرابت انہیں بھاگنے میں مدد کی۔ اول خیر کی طرف سے میری تھیں۔ راتھ عقب سے گاڑی کے کچھ کی خرابی ہوئی آواز ابھری۔ ہاتھ کے دھڑکی کرناڑے پر دشمنوں کی بیٹھے ہمارے نقاب میں آ رہی تھی۔ اگر وہ ہمارے قریب آگے جاتے تو آسانی سے ہمیں اس ہاتھ کے اندر ہی مہر دکر کے گولیوں سے بھون دیتے۔

اول خیر ہم سے آگے تھا۔ وہ ایک جگہ رہا۔ اور ہاتھ کرناڑے کی دھواں پر اکی غور و چھانچاں کو بکڑ کر اس پر چڑھنے لگا۔ ہم نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔

اب مجھے اول خیر کی چال کی کا اندازہ ہوا۔ وہ اب دشمن کو چھینے میں ڈالے ہوئے تھا کہ آیا وہ پلٹا پار کر کے کرناڑے پر سے اڑا تھا نقاب کرتے رہتا یا دایمیں طرف سے۔ اب جبکہ ان کی گاڑی کی آواز ابھی کرناڑے سے ابھرتی ہوئی تھی تو اس نے اچھا ہاتھ کرناڑے کا رخ کیا تھا۔ ہم سب ایک دوسرے کی حد سے ہاتھ تھامے۔ دایمیں کرناڑے پر آگے۔

"خبردار۔۔۔ کچھ سے مت ہونا۔ لیٹ جاؤ۔۔۔ بیٹھے اور کچلیوں کے مل جتنی جلدی ہو سکے کرناڑے سے پیچھے اتر جاؤ۔" اول خیر نے ہدایت دی۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ ایسا کرتے ہوئے میں نے عقب میں دوسرے کرناڑے پر بھی لگا ڈالی۔ دشمن نے ہمیں دیکھ لیا تھا۔ یہی سب تھا کہ انہوں نے بیٹھے روک لی تھی اور میں نے کئی سب کرناڑوں کو ہاتھ



طے ہو اور اول خبر کے مطابق... جب ہم موٹو مکمل والے کے اس مذکورہ ہم پانے رہتے پر گھڑن تھے۔

میں بار بار کلب السوسل مل رہا تھا۔ آسے کے ساتھ شرمک اور انسانی سوز غم کرنے والے اللہ چاروں ایسی جیلوں کو جنہم داخل کرنے کے بار جو تھے جتنی خان کے سینا وقت پر اپنے قبضے سے نکل کر نکل جانے کا بے حد رنج تھا۔ آسے کی ایک لاش کے بدلے، ممتاز خان کو کئی لاشوں کا حق دیا تھا مگر میرے لیے یہ سب کافی تھا۔

میرے پاس رہا جیل کے لیے کوئی تل خون نہ تھا۔ وہ سب ہم سے چھین لیے گئے تھے۔ ذہن میں ابھرنے والے ایک خیال کے تحت میں نے خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے اول خبر سے پوچھا۔

”مگر... کارش کرنے سے پہلے میں تیک صاحب سے رابطہ کرنا چاہتا تھا۔۔۔ مگر۔۔۔“

”اس کی ضرورت نہیں۔۔۔“ وہ جواب دیا۔ ”اس وقت ہمیں فورس کا سارا زور نکلے پلڑے میں بنگالی آدمی پر لگا ہوا ہے۔۔۔ یہ ضروری ہے کہ وہاں پہلے والے سے ایک طویل فاصلہ طے کرنے کے بعد اسی جیب سے چھڑا کر پانا ضروری ہوگا۔“

میرا ارادہ ابھی اس جیب کو چھڑانے کا نہیں تھا۔ نذر میں چاہتا تھا کہ تیک دلا کارش کرنے سے قبل ہم شوکی اور کھیلنے کے گھر کا رخ کرتے۔۔۔ وہاں سے ان کا ضروری سامان کھینچنے میں ان کی مدد کرتا۔۔۔ اور پھر تیک دلا کھینچ کر ان دونوں کو ہماری جگہ لے جاتا تھا۔ ان سے لاپرواہانہ کر دیتے مگر چھڑی ممتاز خان کی برہوت اور ڈاک ٹپاک ٹراکم جاننے کے باعث میرا ارادہ تھا کہ شوکی اور کھیلنے پر سوچی چھڑا دیں۔۔۔ گراہتی ان کے لیے کھو عیش و عشرت اٹھاتا تھا۔

میں نے اپنے خیال کا اظہار اسی خبر کے علاوہ۔۔۔ شوکی اور کھیلنے سے بھی گریز کیا۔۔۔ شوکی کو تیک صاحب اپنی بکن کی تھڑا یاد بھی۔ مگر کھیلنے کے آگے بارہ اور ہی جاتے تھے۔

اس کی یہ سب کرنے کی روشنی نظر نہیں آتی تھی مگر چپ تھا۔

یہ سفر خاصا طویل ثابت ہوا۔۔۔ چارے والی کھیتوں کھیلنا توں کا سلسلہ تھا جو اب بندوقوں کے خبر چاڑھ میدان میں بدل گیا تھا اور کھیل بے گھر کی بے توجہ تیار ہی نظر آ رہی تھی جہاں سے روشنی چھوٹی دکھائی دیتی تھی۔ ہمیں وقت کا احساس نہ تھا مگر مشرقی سمت سے سج

کازپ کی شعلیں چھوٹی وچھڑا کرتے تھے کہ کھانا ہوتا تھا۔ ایک طویل ذہنی اور جسمانی مشقت کے بعد جب

میرے اس غریب معصوم پرانے سفاک درندوں نے حکم دیا تھا۔ تو چاہتا ہے ممتاز خان کی حریفی سمیت چڑھنے کے لیے اپنی لڑائی کی مکمل توجہ مرکوز کرنا تھا۔ اب میرے دل و دماغ کو کتنی غصہ ہوگا۔

”کاکا۔۔۔“ بادشاہ آسے کیسے جرات مند اور بہادر حرکت تھی۔ اسی کا مجھے بھی انتہائی دکھ ہے۔“ وہ بھی ستھوم

لے کھینچا۔ ”مگر یہ دھاتی لٹلی کا حملہ سے جلد ازاد کرنے کی روشنی میں تھی۔۔۔ مگر شاید میری طرح تو نے ایک اور کیفیت بھی نوٹ کی ہوگی کہ۔۔۔ وہ آخری حد تک صحت مند دل سے تیری مدد کرنے کے لیے کوشاں تھی، اور اس کی خاطر۔۔۔ اپنے سختیر بھائی کی دوری کو بھی برداشت کیے ہوئے تھی۔“ اول خبر کی اس آخری بات نے مجھے ایک بار پھر آہ بے سار کر دیا اور میں نے سر جھکا دیا۔ عقب سے شوکی نے میرے کان سے پرہیز کرنا دیا۔

”خوش کرو شہر کی اہم سب قہار سے مدد تھی۔ ہم سب کو ان دونوں دہلیزوں کا کون سے آسے بکن پر کیے گئے تھیں۔ کھیلنے میں بھی اس گرام کا اظہار کیا تو میں سواخ کے ہوا۔

”فحش اور بیخوش۔۔۔ ہم قیام دونوں کو اس آگ سے دور رکھنا چاہتا ہوں۔۔۔ یہ صرف میری جنگ ہے۔ یہاں سے کھینچنے کے بعد دونوں کو چھڑا کر پانا ہوگا۔“

جیب میں بکھرتے خاموشی چھٹی۔۔۔ اول خبر دستوں کا شاک تھا۔ اول خبر نے جو پہلے راستہ بتایا تھا اسی کے مطابق اب تک میں میں روڑ پر آجائے پائے تھا۔ میں نے پوچھا۔

”اول خبر! کیا تم نے ابھی کا راستہ تبدیل کر دیا ہے؟“ وہ میری بات میں کراہت میں سر ہلاتے ہوئے کہتا تھا۔

”ہاں، یہاں سے اس شوکی کا گھر“ سنے پڑے۔“ کی مدد جلد سے ہوئی ہے۔ ہم موٹو مکمل والے قبضے والے ہیں۔

ابان سے ہم پانے راستہ اختیار کریں گے، تیار اباب میں روڑ پر آجائے سب بند ہو گا۔ کوئی بھی نہیں کر اب تک اس مراد

ممتاز خان نے اپنے راجہ تھوڑے۔۔۔ ڈسپنسر روشن خان کو خبردار کر دیا تھا۔ اول خبر کی بات سمجھتی تھی۔ کچھ ممتاز خان کے ایک کھانے کی بات یاد آتی تھی، جس کے مطابق ممتاز خان

رستہ کی تھوڑے ڈسپنسر روشن کو پہلی مقام پر لے کر ہدایت کر دیتی تھی۔ اور اسی جا مگر سے پڑا اسے سے بلایا تھا۔

اول خبر کے مطابق اب بعض ایک آدمی کو میرے کا حملہ

دو گونہ تھا۔ جب ڈراور بعد یہ فاصلہ بھی بچہ دماغیت کے

پلے کی طرح حرکت میں آیا اور میرے قبضے میں آئے۔ سے قتل ہی تاریکی میں غائب ہو گیا۔ اس کے بچے جا رہے تھے۔ قہار شوکی کی طرف پکا۔ کھیلنے سے استقبال ہی تھی۔ اس دوران اول خبر نے کبھی پکارا۔

”آجاء۔۔۔ جلد ہی۔۔۔ جیب اب ہمارے قبضے میں ہے۔“

”شوکی! تم ایک تو ہوتا؟“ میں نے شوکی سے پوچھا۔ وہ بار بار اپنا سر ہلکے رہا تھا مگر میں نے ہونے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

میں تین جیب کی طرف ہلکا۔۔۔ وہاں پر سیت اول خبر نے سنبھلی ہوئی تھی۔ کھد کا بے سندھ و جڑ بکھے اپنے قدموں میں پناہ گزین آیا۔ اس کی کچلی سے غلام بیہوش تھا۔

”دور دور۔۔۔ کھل بھاگ۔“ میں نے اول خبر کے برابر والی سیت سنبھالنے ہونے دانت میں کراہ کر کہا۔ شوکی

کھیلنے میں پھنسے ہوئے تھے۔

”میں نے۔۔۔ کچھ لیا تھا اس لیے جس آواز کی تھی۔“ اول خبر نے غصہ ڈالنے ہوئے کہا۔ ”مجھے ڈھنگ کیسے تم اس کے عقب میں کھلے جاؤ۔“ اس نے جیب پر دھڑکی۔

جیب دوسری گھر کے اس نے شلیپ میں اتار دی۔ اگلے چند منٹوں بعد ہم پانی سے آگے جانے والے مطلوب راستہ پر گھڑن تھے۔

رات کی گھبراہٹ میں جیب اندھا دھند روشنی جاری تھی۔ اول خبر کی دھاتی کوشش تھی کہ سب جگہ سے ممتاز خان کی جاگیر سے کھل جائیں مگر میرے دل و دماغ پر

بے کھنی طاری تھی۔ میں ممتاز خان اور اس کے قریب خاطر بھر پر دانا۔۔۔ جتنی خان سے آسے کی اڑناک موت کا

بجائے انکسار لیا جاتا تھا۔ اول خبر نے شاید میرے خاموش چہرے کے عکسین تاثرات سے میرے اندر کچھ کھولے ہوئے ابال کا اندازہ لگا لیا تھا۔ ”کاکے۔۔۔ اٹھنا سوچ رہا ہے؟“

”بھئی۔۔۔“ میں نے کھو سے انداز لیا تھا۔

وہ میری نظریں ڈال کر میں سے پارینہ لٹس کی روشنی میں کچھ راستہ پر چلی ہوئی تھی۔ اول خبر نے جیب کی روڈ پر حادثی گرا دیا۔ ”کاکے۔۔۔ اہم آسے بکن کا بدلہ لینا کے۔۔۔ ابھی ہمارا انتقام ہو جائیگا۔“

اس کے جائزے کی دیر میں اور میرے ہونے پڑے۔

اب تک اپنی گردن نہیں پھرا پڑا تھا اور مجھے ہر رنگ رہا تھا جیسے میرے مارے و جڑ کی طاقت صحت کر میرے سیدھے ہاتھ کے چنے میں آگئی ہو۔ میری انگلیوں کے دھن میں کی گردن کی کھال میں اتر کر گوشت تک کو چھونے لگے تھے۔۔۔ اس نے ایک پراٹا داؤ کھیا اور وہ کئی قدم پیچھے ہٹا کر۔۔۔ میں اٹھا لیا اس پر جھک گیا، اس نے پکڑتی سے اچھل کر اپنی دونوں ہاتھیں میرے پیٹ اور سینے کے درمیان جمادیں۔ نتیجتاً میں کھال کر اس سے دو تین فٹ پر سے جا گرا۔ کھلے روشنی آگاہانے شوکی نے جب مجھے گرا دیکھا تو خود بھی اس پر ہل پڑا۔

اس وقت مجھے پتا چھوٹے کی آواز کی روشنی اور ساتھ ہی شوکی کی کراہی تھی۔ میں غصہ ہو گیا۔ جتنی خان جیسا

و جتنی ساڑھ اس کے پس کچ نہ تھا۔ اس نے اپنے اوپر پڑے ہوئے شوکی کی کھینچ کر اپنے دونوں ہاتھوں سے کھینچ کر

سے قہر ڈالا تھا۔ اس دھکی ساتھ ڈالنے کی کھالوں تک۔۔۔ غامضی کا نہ صرف دماغ میں بھر کر رہ جاتا ہے بلکہ ہاتھیں بھی بڑی طرح متاثر ہوتی ہیں۔ میرے دیکھنے ہی دیکھتے شوکی کا جوا اچھل کر پڑے جا پڑا۔ اس میں ڈراہکی پیش نہ

ہوئی۔ میں نے جتنی خان کے بدست ہونے کو دیکھا۔ وہ غصہ ناک خراہٹ کے ساتھ میری طرف لپکا۔ اسے کھانسی کا سہارا بھی پڑا تھا اور وہ بار بار کھانسی دہاتا تھا۔

شاید اس کا گھبراہٹ کی وجہ سے اس کا ہاتھ میرے گھر سے کھٹا ہو گئے۔ ایک ہی وقت میں انکس کی تھوڑی سی ہم پر پڑی۔ ہمارے ہونے کی یک دم واضح ہو گئی۔ شاید اس

غیبت کا ساگی کھدو جیب قریب لے آیا تھا۔ مجھے اس کی طرف سے اب گھر نہ تھی۔ اسے سنبھالتے۔۔۔ ہک دوپچے کے لیے اول خبر ابھی قریب ہی غیبت لگے گئے بیٹھا تھا۔

جیب کی اینڈ انکس میں مجھے جتنی خان کا چہرہ بری طرح بکرا ہوا نظر آیا۔ اس کی تپلی جھکی موٹی گردن پر

میرے ہاتھ کی انگلیوں نے سرخ خراہیں ڈال دی تھیں اور میرے ہونے والی میرے سر کی گھرنے اس کی موٹی ناک

کا کچھ خون آ کر گر رہی تھی۔ وہ میری طرف جتنی ساڑھ کی طرح جھک رہا تھا۔ بیڑا دانت روشن ہوتے ہی میں فٹک کر

دک گیا اور دوسرے ہی لمحے میں نے اس کے خون آلود چہرے کے تاثرات جھلکے دیکھے۔ میں اس کی وجہ جاننا تھا اس لیے ایک لمبی جھکی خان کیے بغیر اس کی طرف پکا۔۔۔

مگر غصہ جتنی خان پر صورت حال کی نزاکت واضح ہوئی تھی اور میرے ہی لمحے اسے میدان چھڑا پڑا۔ وہ کسی کھلی

PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY



وقت تک ہاتھ دھو کر کرتا رہتا تھا۔ جب تک کہ... اس کے بند دروازے کا کھلا ہوا دروازہ نہ دیکھ لیا جائے۔ بعد میں میرے اس قیاس کی تصدیق ارشد نے بھی کر دی تھی۔ یہ میرے لیے فکری بات تھی کہ ہوش سے پہلے میں قسم صاحب نے اسے کسی عام آدمی کے ہوتے نہیں دانا کوئی ڈاکر رکھا تھا۔ مجھ سے کیل واد کے فادر کھانے کی ایک وجہ یہ تھی۔ ارشد سے گفتگو ہوئی، سب سے پہلے تو میں نے اس سے قسم صاحب کے بارے میں دریافت کرنا چاہا تو وہ بولا۔

"پہلے تم بتاؤ، چاہا کہ کدھر رہا ہے ہو گئے تھے...؟"

قسم صاحب تو بھان بھوڑا تھا جس کی تھوڑی طرح سے اور یہ دونوں کون تھے... کچھ دیکھ کر جانتے تھے کہ یہ کون کونسی آ رہا تھا۔ اوکاڑہ والی قسم میں ارشد... کی نظیر سے ملاقات تھی اور غائبانہ تعارف بھی تھا۔ میں نے پہلے شرمیلی اور کھلبلیہ کا تعارف کر لیا تو ارشد کو یاد آ گیا۔

اس کے بعد میں نے اسے اب تک کی ساری تفصیل بتادی۔ وہ سب سن کر دنگ رہ گیا۔ آہستہ آہستہ کہتے گئے کہ تھا۔ پھر جب میں نے اس سے قسم صاحب کے تعلق پر چھا تو وہ جواب دینے کے بجائے اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر بولا۔ "پہلے میں ذرا اس خبردار کو ڈی کیل واد کو یہ تفصیل بتاؤں... اس کا بھی حکم تھا مگر وہ اس سے انکار نہیں کرتا ہوں۔"

میں چونکا بھر گیا۔ "خیریت تو ہے ناں... یہاں پر..."

"اگلی آکر بتاتا ہوں۔" وہ پھر میرے سوالیہ سے پہلے ہی کر گیا، میں دھن میں جتا ہو گیا۔ میرے سامنے والے صوفے پر شرمیلی اور کھلبلیہ اپنے چروں پر سواہ لٹان لیے بیٹھے میری جانب ہی کھدے تھے۔ ارشد جلد ہی لوٹ آیا۔ اس کے ہمراہ ایک بڑی فادر بھی تھی۔ جو ایک خرابی دیکھتی ہوئی اندر لے آئی۔ اس میں کچھ کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔ دو خاسوشی سے امارے درمیان خرابی کوڑی کر کے چلی گئی۔ ارشد نے میری طرف دیکھا وہ میری بے چینی بھانپ کر بولا۔

"اسے اپنا لائی جاتا تھا قسم صاحب کو لینے... اسی لیے مجھے تاکہ کی گئی کہ میں تم سے ٹھہرا احوال کے لئے استے بنا دوں۔"

میں چونکا۔ "اب حال...؟" کھل گیا ہوا تھم صاحب کو... وہ خیریت سے تو تھے... "میں خوشی میں جتا ہو گیا۔"

"خاید جیہیں نہیں معلوم۔" اس نے ایک اہم اطلاع

نمبر 20



# ایکینہ

ترک وفا کا تے دار  
نایاب جیلانی

نگہت سیمہ کے خوب صورت ذہن کا ایک اہم  
عاقبت جاوید کے ناول رنگ خلیش کا ایک نیا رنگ

زاہدہ پروین کا روایتی انداز میں پڑھنا ناول جنگل کا پھول

ناہیدہ سلطانیہ اظہار ایک انوکھی کہانی کے سہرا

ناہیدہ فاطمہ حسنین اور سیمہ یاسمین محبت کی پُر شکوہ تحریروں  
ساتھ ساتھ پڑھیں صبا بخاری، فرحین اظفر، فرح طاہر، شاہدہ ملک  
روشنائے عبدالقیوم، ویدیا راج، شبنم کی جیسی کہانیاں

شائستہ زریں ایک خصوصی مضمون کے ساتھ

ایم جی کے ناول شاہد پروفسر سیمہ اسراج

کے نئی نوری ورم کو ایک نئی روش

قیدی بننا تھا۔  
 مجھے اس کی ہرگز توقع نہ تھی کہ آخر یہ سب اچانک اور  
 اچنی تیزی کے ساتھ ہوا کیوں کر تھا؟ جیسے دلائی لاما کی جڑیاں بھی  
 پر نہیں مار سکتی تھیں۔ چہ جائیکہ... انیسٹر روٹن خان اپنی پالیسی  
 پارلیمنٹ میں دھڑلے کے ساتھ دہرائے گا اور صرف اندرونِ خان  
 ہوا ایک نہیں بھی گرتا کر لایا۔ ضرور اس سلسلے میں پہلے سے  
 اس کی رادہ بندی کی گئی ہوگی... اور رادہ بندوں کو کرنے والا ممتاز  
 خان کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔ میں نے عین اُردو حالات  
 کا پیریکہ بھی سے تجزیہ کیا تو کسی سرائوں کے جوابات مجھے بنا  
 نہیں ملتے تھے۔ پھر میری انہ خان کا کیا تھیکہ انتقال،  
 بیگم صاحبہ کا اسپتال باپ کی عمارت کو جانا، یقیناً ممتاز خان  
 بھی وہاں گیا ہوگا۔ اب تک کے حالات کا ممتاز خان کو کچھ سمجھنا  
 محض تھیکہ صاحبہ کو اس کا اندازہ تھا کہ نہیں۔ پھر ممتاز خان سے  
 دو دو ہاتھ کر کے... اور ان میرے سامنے اس کا اپنی بیٹی  
 (بیگم صاحبہ) کے خلاف غفرانگ پر اراکم کا اظہار کرنا۔ یہ بات  
 کرتے تھے کہ ممتاز خان نے باپ کی تو گئی... اسے منع کر بھی نہیں  
 بٹھا اور ال مرود نے بیگم صاحبہ کو تمناں پہنچانے کی کوشش  
 چاہی ہوگی، اپنے بیٹے کی ملکیت کے بعد وہ کسی میں اس قدر  
 اندھا ہو گیا تھا کہ انتقام لینے کے لیے کسی بھی موقع کو اپنے  
 ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتا ہوگا۔

اسی کم صفت رازیں انسان ممتاز خان کے لیے یہ  
 اندازہ لگانا کون سی ششک بات تھی کہ... میں اس کے صفت  
 انیسٹر خوار مجس کو موت کے ٹھکانے اتار دے کے بعد پتہ کے  
 لیے کہاں کا رہنا کر سکا ہوں۔ چنانچہ اس نے... مگر یقیناً  
 بیگم صاحبہ کے ساتھ کوئی کٹکٹ کھلایا ہوگا کہ اس کے بعد اپنے  
 ناچنے خود روشن خان کو بیگم والا پر دینے کرنے کا "منہری  
 فریج" سے آکا ہو رہا ہو۔

میرے پاس اب سوائے ہتھکڑ کے اب کوئی کام نہ  
 رہا تھا جس کو کرنا تھا۔ اس دورانِ غائبہ کا خیال ایک کے  
 کے لیے تھا میرے دل و دماغ سے کوئی نہیں ہوا تھا۔ شاید اس  
 کی وجہ یہ تھی کہ وہ مجھ سے دور تھی۔ بہت دور... کسوں  
 دور... اور جو اتنی دور ہوتا ہے، وہ اتنی ہی قریب ہوتا  
 ہے... رادہ بندی کی کھانا بیویوں کو سینے والوں پر مشابہت  
 قدرہ کی ہے ایک شہادت ہوتی ہے کہ وہ محبوب کو عاشق سے  
 دور کر کے کسی حدیث قریب کر دیتی ہے کہ محبوب اپنے دلوں  
 کے خوابوں اور خیالات پر بھجایا رہتا ہے۔

وقت کا اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا ابیہ برک کے باہر  
 سلطان کو رہے در میں ہوا اور میرا سا آکر کچھ کر اندازہ ہوتا

"ایک عورت اور مرد ملے ہیں جناب... دونوں خروکو  
 ہیں مہائی تھپ تھپ... تو ہاں مگر سے ایک سیاحی نے ملو بانہ  
 کیا۔ وہ میری چٹائی پر اندازے والی سطروں میں حریفانہ  
 پڑتے... یقیناً شوکی اور گھٹنی کی بات کر رہے تھے۔ میں نے  
 دیکھا اس بات پر ذہل صفت دونوں خان کے باہر دو چہرے  
 تھے جن کی ایک سمتی خیر چنگ ابھری تھی۔ اس کے علاوہ  
 مجھے کے جذبات کا جائزہ ملتا میری نگاہوں نے فوراً  
 ہاتھ لگا کر... اسے یہاں شبِ خلوت ماننے کی ہدایت  
 سے پہلے اسی طرح "برائف" کیا گیا تھا۔

پہلے ان کے ہاتھ... انیسٹر بھی... روشن خان کی جھکوتی  
 میں نے انیسٹر روٹن خان کی طرف مگردے ہوئے تھا۔  
 "میرے... اور لاپتہ قانون کے مجرم نہیں ہیں۔ انیسٹر جیوز  
 "میرے... جیلے سکتے اور لاپتہ کھتے... مجھ پر روشن نے  
 ایک نکتے سے اپنی سوئی کھینچنے سے بھی گردن سوز کر میری طرف  
 دیکھا اور اس طرح برائی نظر میں مجھے لیے ہوئے قدم  
 چڑھا دیا۔ اسے بالکل قریب آن کر اندازہ اور لیا۔

ان کی ہر بات... لے جا کر اس کو...  
 فی ہائی جانی میرے کھنڈوں کی طرح حرکت میں  
 آئے... اور اسے باہر کھڑی ایک پولیس سوبائیں میں سرور کرنا  
 دیکھ کر وہاں ایک سیاحی کے علاوہ حریف ایک اور پولیس  
 سوبائیں کھڑی تھی۔

تھوڑی دیر بعد تین گاڑیاں سائرن بجاتی ہوئی  
 وہاں آئیں۔  
 صرف مجھے پولیس ہیڈ کوارٹر لے جایا گیا تھا اور وہاں  
 ایک تھک و تار یک اور کئی انشوں والی بیک میں ڈال دیا  
 گیا۔

میں دل گرفتہ بیک کے ایک کونے میں دیوار سے  
 پشت ڈال کر بیٹھ گیا۔ جہاں سے میری نگاہیں میں کیا تھا؟  
 انیسٹر صاحبہ اور بھائی دیکھتے تو تھیں وقت پر سب مگر اچھے جایا  
 کرتے تھے۔ اپنے جتنے میری نگاہیں تھوڑے اچانک جڑ جاتی تھیں،  
 مجھے یہ تھیں میری دماغ وہ زندگی ایک دائرے کی قیدی  
 بن کر رہنے سے، میں جہاں سے چلا کر دھڑا جا رہا۔  
 اب ایک بار پھر روشن خان کے کدوم پر تھا اور  
 یہ بات کہ وہ قتل کی تھی کہ وہ میری موت کا ٹھکانا  
 تھا۔ پھر میری ممتاز کے "ناک" کے مطابق مجھے کسی بھی  
 وقت ہتھکڑوں میں لپیٹ کر اس کی قید میں جانے کا مطلب موت

اسی وقت کی میری قدموں کی دھک سائی وی۔ شاید میری  
 اندر داخل ہوئی تھی۔ سامنے ایک دروازہ تھا۔ ارشد اسٹیل  
 طرف دوڑا۔ میں اس کے عقب میں تھا۔ اس نے دروازہ  
 کھولا تو ہم دونوں ہی بڑی طرح ہنسنے لگے۔ چہرے پتھر  
 پولیس بلکار اور انیسٹر تھے جس کے منہ پر نظر آئے۔  
 "اب تم کہیں بھی جاکر نہیں جا سکتے۔  
 منجھ... اتم تو کون کے خیر سے میں آجیے ہو۔"

اچانک عقب سے ایک خود کار جیپز سے بے نظار  
 آواز ابھری۔ میں نے پلٹ کر دیکھا اور اس نے میں آگیا۔  
 یہ راجہ خور انیسٹر روٹن خان تھا۔ اس کے ہر اسات و اطو  
 کھلے پولیس اہلکار پر کسی کھڑے تھے۔ ارشد کا چہرہ دھو  
 دھواں ہو گیا۔ انیسٹر روٹن خان کے جذبات ہوتوں پر  
 زبردستی مسکراہٹ رہا تھا اور اندر کو دھکیلی ہوئی آنکھوں  
 میں غصہ کا کینہ چمک رہا تھا۔

"تمہارا مکمل فتح ہو گیا منجھری!" وہ دھوٹوں کو بٹھا  
 اور میری بے بسی پر حریفانہ ہوتے ہوئے لگا۔  
 آگئی خیر سے بیچہ اور ہوتے ہی حالات درگاہ کی  
 اس پٹھان سے سچے اور اس مزید ذات سا ہونے لگے۔

سوچنے لگنے کا موقع ہی کب تھا۔  
 "اسنے دونوں ہاتھ بٹھ کر ڈالے" روشن خان نے  
 تھکوتہ انداز میں کہا۔ اس کے بعد مجھے اور ارشد کو جھکوتی  
 لگا دی تھیں۔

میری حق کا رتھ کرنے ایک بار مجھے دھکیلوں کے  
 بچا ہونے جال میں پھنسا دیا تھا۔ ارشد کا چہرہ بڑی طرح  
 سا ہوا تھا۔ خود میری کچھ نہیں آ رہا تھا کہ سب اچانک  
 اور کیسے ہو گیا؟ جیسے دھکیلی مہو کا تھک رہا ہوگی میں  
 روشن خان اتنی آسانی سے کسی طرح دہرائے گا اور اس میں ہو گیا

تھا؟ بیگم صاحبہ کی اس میں؟ اولیٰ خیر کہاں گیا؟  
 "اس کے دوسرے ساگی اولیٰ خیر کا کچھ بتا چکا ہے  
 میں آگئی دیر پہنچانے کے بعد روشن خان نے اپنے ساتھ  
 سے اور یافت کیا جس نے جوابا کہا۔  
 "فوسر لگتا ہے... وقت سے پہلے کل جوتے  
 میں کا سیاب او گیا ہے۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوگا... کہ... اپنے اس بھتیجی  
 یار کو خطرے میں ڈال کر بھاگ جائے۔" روشن خان  
 دھمکانے انداز میں فرمایا۔ اس کا خیال غلط تھا مگر اس وقت  
 مجھے بھی حیرت تھی، اولیٰ خیر کہاں گیا؟؟ اور ایسے ہی  
 سے سرائوں کے جوابات مجھے صرف ارشد ہی دے سکا تھا۔

"بے فکر رہو۔ اولیٰ خیر کو تم جیسے آدمی کی سفارش حاصل ہے۔  
 اسے نشانہ وغیرہ پہنچا دیا گیا ہے۔"

اس کے بعد وہ سولے سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "تم  
 لوگ آرام کرو... مجھے ذرا کچھ دینی کے معاملات کا جائزہ  
 لینا ہے... ممتاز خان سے کچھ بھی پوچھیں... اور ہاں...  
 میرا ایک مشورہ ہے جب تک بیگم صاحبہ نہیں آجائیں، اولیٰ  
 خیر سے ملنے کی کوشش مت کرو۔ یہ کوئی رادہ کا حکم ہے میں  
 نہیں چاہتا کہ باوجود یہاں تمہاری کسی آدمی کے ساتھ مت  
 ماری ہو۔"

میں نے ایک ہی منظر اہٹ نہا ہٹ میں ہار دیا۔  
 ہماری حالت نہایت خست ہو رہی تھی۔ ہم تینوں نے  
 قسطنطنیہ و مگر کے سے کچھ سے زیب تن کر لیتے تھے۔ بیگم  
 والا میں ہر وقت ہر قسم کی اشیاء جو رافتی تھیں۔ ایک وہ کھٹے  
 مزہ کر دیتے۔ بیگم صاحبہ تین کوئی تھیں۔ میں اپنے کمرے  
 میں تھا۔ شوکی اور شکلیہ کو لگ کر دیا گیا تھا اور اس پر ماحول کا  
 اثر تھا کہ مجھے خیر آئے گی اور میں بیٹے پر ہم دروازہ... سوچوں  
 میں مستغرق رہے رہے جانے کب سو گیا۔

کسی کے چمنڈو نے پر میں بڑی طرح بڑھا کر ادا  
 تھا۔ یہ ارشد تھا۔ اس کے پیچھے پر ہونیاں اور ہی تھیں۔  
 "انھو... شہزیادہ... کھل جاکر... اس نے  
 پر کھلا کر مجھ سے کہا۔

میں ہنسنے سے اٹھ کھڑا ہوا اور نیانے کیا ادا کیا تھک  
 آن پڑی تھی جس کے باعث میرا دل بڑی طرح دھڑکنے لگا۔  
 "کھ... کیا ہو...؟ خیر تو ہے...؟" میں نے  
 ارشد کے بدحواس اور پر تشویش پیرے کا جائزہ لیتے ہوئے  
 پوچھا۔

وہ بولا۔ "منجھری! اخیریت بالکل نہیں ہے، سب درہم  
 برہم ہو چکا ہے۔ تم اگلے چلو... آؤ میرے ساتھ...  
 وقت بالکل نہیں؟" اس نے کہا اور کمرے کے دروازے کی  
 طرف لپکا۔ میں اس کے پیچھے دوڑا۔

"شوکی اور شکلیہ کدھر تھیں...؟ اور اولیٰ خیر؟" میں  
 نے اس کے پیچھے تقریباً دوڑنے کے انداز میں تیز چلتے  
 ہوئے پوچھا۔

"ابھی ان کو چھوڑ دو... اپنی خیر من و انیسٹر روشن خان  
 مجھ کے پیچھے ہے کی طرح تم پر پہنچنے کو ہے۔" وہ  
 بولا۔ اور مجھے ایک بڑے ہال کمرے سے لگا ہوا... جیسے  
 ہی پہچانے سے بے دخل لان کے ایک کھلے کونے میں آیا تو





تیں ہوتے تیار ہوتے... مگر کب تک سے زیادہ جیسے بہت تھیں وہی بناتے گی۔ اس کا لہجہ سنیں تو ہنس گیا۔

میں خود کو قانون کی حراست سے زیادہ کسی اجنبی دشمن کے رحم و کرم پر محسوس کرنے کا عقائد تیار ہے۔ روشن خان نے سر سے میری گرفتاری کو کامیاب دشمنوں میں غائب ہی نہیں ہونے دیا تھا۔ اس کا صاف مطلب تھا مجھے دہشت زدہ کر کے اپنی سرکشی کا بیان دلوانے کے بعد انہی گتوں کی ہار کیوں میں ہلاک کرنے کا سنا کا نہ فیصلہ کیا جانا تھا۔ جھوٹے بیان کی خاطر ہی مجھے شاید ایک زندہ رکھا گیا تھا۔ اس میں شبہ... مگر وہاں کی کوئی بڑی اور اہم کمزوری نہیں ہوئی تھی جس کا مجھے علم نہ تھا۔

مجھے اب بھی سببوں میں اپنی گرفتاری نہیں ہونے لگی تھی۔ میں اس بار وہاں کی بہت برا بیٹھا تھا شاید حالانکہ یہ میری فطرت نہیں تھی کہ میرے سامنے کسی قید و بند میں ہوں اور میں صرف اپنی فکر میں گم ہوں... مگر حالات کی نزاکت اور وقت کی نوعیت اس بار اور بھی۔ میری گرفتاری کو ظاہر نہیں کیا گیا تھا اور مفروضہ گردا گیا تھا جبکہ ارشد، شکی اور فکیل کا معاملہ اتنا زیادہ بڑا کہ یہ خطرناک نہ تھا۔ یہی ان کا جرم اتنا سنگین تھا کہ ان کی گرفتاری بھی ظاہر کی گئی تھی لیکن مجھے جتنی موت کا کھڑے تھا۔

فرعون مفت روشن خان اس کے لیے مجھ پر تشدد کے پہاڑ بھی توڑنے کا ارادہ کر چکا تھا... جس آج کا دن میری شہریت کا قحطی سے بچنے کے لیے میرے لیے خواب بنے والی تھی۔ میں سوچا بھی تو کیا... اس قید خانے سے سفر کی اور کیا راہ ہو سکتی تھی؟ مجھے پرستہ نام کھانے پینے کو دیا گیا۔ دن پوری طرح چڑھا دیا تھا جب کہ روزانہ خانگہ روشن خان سے تیز و صوب کی کرشمیں اندر پردہ ہی میں پھر دیر سے دیر سے... ان کی مقبلی سنہری ہونے لگی اور پھر گلے اندر میرے میں بدل گئی۔

اب شام ڈھلے والی تھی۔ گزرتے وقت کا احساس... رات پڑنے پر ہی ہوسلا اور میرے دل و دماغ کی عجیب کیفیت ہونے لگی۔ گتوں سے مجھے شبہیں ختم ہونا چاہتا تھا۔ اس کے بعد میرا خیال سب سے زیادہ تھا۔ میں باقاعدہ قانون کی حراست میں ہوں مگر مجھے اپنے خوف کا احساس اور احساسات دہکتا ہے جہاں میرا گھر گری چوت دن والا معاملہ تھا۔

دقت جہاں کی طرح گزرتے دکھ۔ رات کا جانے کون سا چہرہ تھا، سناخ دار و دوازے کے بار کو دیر پر مجھے شبہ کی نامعلوم کیفیت چلتی محسوس ہو رہی تھی۔ وہاں

سے ہم رہتی آ رہی تھی۔ میری آنکھوں سے قید کو سوس دور تھا۔ میں خود اپنے سوت کا قیدی تصور کرنے لگا تھا کہ غصہ واز پڑا حایا جانے والا تھا۔

اپنا کچھ... ایک آواز پر میں غصا۔ برآواز کہ بڑے کے سر سے اسے ابھری تھی۔ میں بری طرح چپک کر اٹھ کھڑا ہوا مجھے ایک دو افراد کی گتوں میں تھیں۔ میں دیکھ کر افراتفری کا یہ عالم خانوئی کے ساتھ نہایت گتوں میں قیام ہوا، پھر دوسرے ہی لمحے میں ایک شخص افراد کو میں سے دوڑتے ہوئے اپنی ہیرک کے قریب آ کر دیکھا تو میرے اعصاب بگڑتے تھے۔ یہ کون تھے؟ شبی ادا... اپنے دوست... یا پھر دشمن کی کوئی چال... کی سوالات سے بھرپور اب ان کا ایک ہی تھا... میری آنکھوں میں

مذکورہ تینوں افراد میں سے ایک حرکت میں آیا مجھے اس سے خوف محسوس ہوا، ایک خیر میری جان لینے کے لیے ہوئے تھا۔ میرا ہنس ہوا۔ آسنے والے کے ایک ہاتھ میں پتھریاں کا گچھا تھا۔ وہاں کی اس نے فوراً آگنی چمکنے کے اندر آ کر اڑا کر چلائی تھی اور سلاخ دار و دوازہ حمل وین "جلدی اٹھو! وقت تم ہے آؤ..." اس نے کہا۔ وہ اپنی تھا۔ میں الجھن آمیز پریشانی میں دیرک سے دیر آ گیا۔

میں نے کوہ پڑو کو تھرا پڑا دے ہونے کو اس کو کہا وہاں دو کمرے کے باہر دو تین منٹ کی فزنی پر آؤ گے تھے پڑے تھے۔ ان میں سے دوسرے سامنے ایک دوسری راہ لگی میں دھڑ سے بھٹکے تھے۔ ان تینوں نے مجھے ان کے حلقے کیا۔ ان سب کے چروں پر غصہ تھا۔ وہ دونوں نے اپنے دوسری راہ لگی سے جو شبہا تھری تھی اس کے سر سے پڑا ایک اور دوازے سے باہر آئے جہاں اچانک کی دھماکا کی قریب تھی اور فونی ہوئی تھی۔ وہاں سے دو تھکے لیے پڑا گئے۔ جہاں مجھے ایک کار کوئی نظر آئی۔

ایک نے مجھے کار کی طرف اشارہ کیا۔ ہم کار میں سوار ہوئے ہی تھے کہ اندر اچانک میں زبردست قازنگ کی آواز ابھری اور ساتھ ہی تیز آواز میں سائون کوئی اٹھا۔ "اپنے دلوں نہات دہندہ کو میں نے بری طرح چمکے دیکھا۔ تاہم وہ دوسرے کس اور کار اشارت کر کے آگے بڑھا دی۔ قازنگ کے ساتھ ہی ایک نہایت دھماکے کی آواز سنائی دی۔

"مدا کرے وہ تین سلامت اول..." میرے

میں نے جتنی نشست پر بیٹھے والے نے دعا یہ نہات ادا کیے جو جیتے ان تینوں افراد کے لیے تھے جو ان کے سامنے تھے۔ "دور آنا غرا غراے بھرتی ہوئی تھیں ہینہ کو اور کئی قازنگ سے زور دھتی چلی گئی۔

"اس میں اپنے گتوں کا کام تو پوچھ سکتا ہوں؟" میں نے جی اپنے دل کی یہ عقائد و خدشوں پر قابو پاتے ہوئے کہا کہ کار و راج کرنے والے نے میرے ساتھ جاتے اپنے سامنے کو طلب کر کے کہا۔

"تو راز سے تار و ہم کون ہیں؟"

راز نامی سامنے نے اپنے جیسے سے غصہ سمجھا دیا۔ اس کے دوسرے سامنے نے بھی یہی کہا کہ "میں نے یہ سب میرے لیے اپنی تھی۔ میں مزید اٹھ گیا۔ پھر راز نامی سامنے نے میرا اشارہ جھٹلایا کہ "میں نے سب سے کہا۔

"راز نامی کون ہے جو بگڑے..."

"ادو..." میں نے اختیار چمک پڑا اور ایک گھڑی کے لیے گورہ کر کے مجھے حرکت میں لے کر روشن خان کو یہ کہنے پتا چلے کہ پائیس ہینہ کو اور کئی قہرک میں قید کر کے رکھا ہے۔ جبکہ میرا گرفتاری کر روشن خان سے دوازہ میں دیکھا ہے۔ ایک بہت بڑا سوالیہ نشان تھا۔

"میں نے یہ اختیار میرے من سے نکل گیا۔ وہ اپنے بڑے بڑے گتوں کے ساتھ مجھے ہینہ کے گتوں نے کہا۔

"وہاں یہ سب جہاز سے لیے جاتے ہیں ہی ہو گا۔" مگر بہت بلے نہیں آ جاتے گا کہ میں جب تم اپنی گتوں میں آؤ گے۔

"میں تم کو رکھنے کے لیے غلاں والی لے جا رہے ہوں؟" میں نے اپنی خیال کے تحت پوچھا۔

"نہیں..." میرے ساتھ بیٹے پڑے نے کہا۔ وہ دونوں نے میرے پیچھے اور تو تھرا مرد تھے۔ دھت قدرے جھلمی ہوئی تھی اور چہرے میرے سے ان کا شرمگین شرمگین تھا۔

ان کے بعد ان کے دو ساتھی کوئی ات نہ ہو سکی تھی۔ قازنگ ہی نے اسٹیشن تک ڈالنے کے لیے سچے سچے فون پر سے رابطہ کیا تھا۔

"اس کو ہوا؟" میں نے پوچھا۔ "میرا دوسری طرف چہرہ بڑا دل کی جالی کو تھکے کے بعد بولا۔" میں فیک شپٹہ پھر "میں نے یہ سب میری دوسری کے لیے نہیں پڑے تھے۔ خیال ہے کہ ان کے پیچھے نہ گئے ہوں... روز مشکل آ جائے

گی... مگر ایسی بات ہو گئی تو انہیں جکا رہنے کے بعد ہی نکل گئی ہینہ کو اور کئی گتوں کے..."

"سب فیک ہے۔ میں نے بعد کا صاب ہے۔"

میرا سامنے سے جا رہی رہا۔ میرے اندر کھیل گیا ہوئی تھی۔ دل سرور تھا اور مطمئن بھی۔ بلاشبہ رات خان کو یہ مجھ پر بڑا احسان تھا کہ ہانے کیں باوجود اس کے دل و دماغ ایک عجیب سی بے چین تھی تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ میرے لیے یہ سب بالکل اچانک تھی پھر سچ تھی تھی۔ وہ سب جب آخری بار روشن خان سے میری گتوں کو تھکے ہوئی تھی تو اس نے پہلے ہی مجھ سے دوستانہ مزاح کا اظہار کیا تھا۔ وہ مجھ سے کوئی قہر یا نفقہ بھی کر رہا تھا۔ وہ ذہل کیا تھی؟ مجھے اس کا علم نہ تھا۔ نیز اس نے یہ بھی بتا تھا کہ مجھے اس سے ملنے کے لیے کتوں والی تک کو سفر نہیں کرنے پڑے گا۔ اس کی ایک دہائی میں جو مکان میں بھی ہے۔ وہاں کیا بات جیت ہو سکتی تھی مگر مستقبل خطرے کی صورت اور طویل پناہ کے لیے میں بے دھڑک کتوں والی اس کی جاگیر کا بھی رہا کر سکتا تھا۔

ایسے وقت میں قید میرے ذاتی بددلوں کا گھروانا پتا نہ تھا۔ اور میرے دشمن نہ صرف ان پر بلکہ مجھ پر بھی حاوی ہونے لگے تھے ایسے میں... وہ روشن خان کا ساتھ میرے لیے کسی جزیت سے کم نہ تھا۔

میں خاموشی سے کمر کی سے باہر تار کی میں گروہوں کا جائزہ لیتا رہا۔ کار پٹنی ویران مرکز پر خزانے میری تھی۔ شمع کے قلب سے نکلی کر خوب مغرب کی سمت اور پے روز بھی تھی۔ اس پر پھر میں منٹ کا یہ سفر چڑھا رہا۔ یہ کوئی نئی واپسی انیمیشن کی جس کے اشتہارات میں لائی اور انہدات میں دیکھا اور سنا آیا تھا۔ آؤ ذی سے ایک تھکے یہ علاقہ خاموش تھا اور چمکوں تھا۔ شہر سے پانچ سو کلو میٹر دور تھا۔ وہ نیلی گتوں اسی طرف ہی تھی جہاں کئی کر مجھے کبھی سے کوئی ناچو کاٹھ ہو... وہاں سے کے بنگلوں سے لے کر ایک ایک اور دو کتوں پر کھائیاں بنی ہوئی تھیں۔ انہی ہی ایک وسیع و عریض رقبے پر چلتی ہوئی گتوں کے دیوینگی آؤ ذی گت کے سامنے کار کھڑی تھی۔ کار ڈیڑھ سین سے ایک بار دہائی محاطہ مودا ہوا اس کے بعد دونوں آؤ ذی پت خود کار انداز میں واپس بائیں کھل گئے۔ کار ریتی ہوئی اندر داخل ہو گئی۔ وہ دیوینگی پتہ روش پر چلتی ہوئی اندر کار رینگ میں جا رہی۔

131 نومبر 2014ء



PAKSOCIETY

آواز بکری

(صدمت) اکا با مٹ بیٹ کی۔ میرا جس خیال اپنی بکن کی موت کی خبر سننے کے بعد وہ ہم سے آنکھ کا انکھیل تیار کرنے کے سلسلے میں غلامی چال کرنے کے قائل ہو گیا۔

"تمہاری بات سچی ہے۔" زہیر خان نے سادہ کیا۔ "مگر وہ ایک قائل دیکھیں گی یہ بقیہ مضبوط اصحاب کی بانگ اور کی۔ اپنی چوٹی بکن کے اس پہاڑ کی انتقام وہ بھی ممتاز خان سے لیا جائے گی۔ مکمل ملاقات میں اس کی... ایک روز بعد ہی... اب اس کی مشورہ سے ملتی ہے۔"

نظر اوت سناج کیے زہیر خان نے اپنے سبیل فون پر ایڈووکیٹ خاتم شاہ سے رابطہ کیا پھر فون اٹھ کر ہوا۔ میرے دل و دریا کی محراب کی حالت ہو رہی تھی، دکھ کی ہوا تھا۔ ہم انجینئر تھا مجھے خاتم شاہ، پھر میں ہی سب سے پہلے اپنی اہم نصیب بکن آسیہ کے بارے میں ہی مجھ سے پوچھنے کی اور ہوا بکن دی۔ میری آواز سننے ہی دوسرے شخص نے کچھ میں بولی۔

"شش... شش... اسی... تم... فیک تو ہو...؟ آسیہ شہر سے ہے؟ تم لوگ ماب اپنا کب کوہر قاتل ہو گئے تھے؟ پھر اگر کچھ کیا ہے؟" اس کے منہ سے آوازوں کی پورچھاری نکلی جس کا میں نے سب سے درست ایک جواب دیا۔

"میں فون پر آپ کو زیادہ تفصیل نہیں دے سکتا۔ میں اس قدر جان بچے کہ... اب ہمیں آپ کے مشورہ سے اور ہادی زیادہ ضرورت آن پڑی ہے۔ آپ ٹھیک آگئی اکتی ہیں... زہیر صاحب کے پاس..."

"انجی آجی ہوں۔ فون نہ اٹھیں۔" دوسری طرف سے اس کی مضطرب آواز ابھری۔ میں بھی بکری چاہتا تھا وہاں زیادہ دیر تک میری ان سے بات کرنے کی بہت نہیں ہو رہی تھی۔ انہیں نے خود ہی میری مشکل آسان کر دی۔ لہذا میں نے فوراً سبیل آباد زہیر خان کی طرف بڑھا دیا۔

دونوں میں مختصر سی بات ہوئی... جس کے مطابق خاتم شاہ کو اس کی رہائش گاہ سے نکلنے کے لیے زہیر خان اپنے آدمی دروازہ کر، چاہتا تھا کہ خاتم شاہ نے اسے دیا کرہنے سے منع کر لیا۔ اب وہ خود ہی کچھ اپنی کار میں یہاں ٹھیک ٹھیک والی تھی... ہم دونوں اس کی آمد کے لیے منتظر تھے۔

مجھ سے بات کی بات کر رہی تھی۔ میں ان سے... راہ و اور ان کی بہ ماور کی خبریت وغیرہ معلوم کرنا چاہتا

میں عام و خاص میں اس بات کا اعتراف کر لیا کہ میرے بچے ثابت رہا ہے کہ میں خیر اور خیر غائب غائب کی موت کی بات اور لوگ موت جیتا۔ میں نے قانونی طور پر بھی نہیں کیا تھا اور وہاں چاہا۔ مگر یہ بات ممتاز خان کے مطابق تھی۔ وہ بھڑکیا کر میں نے اس کی عقل پر دیا۔... لہذا اب اس سلسلے میں جرح کوئی بہت سرور تھی۔... نہ تو شاہ پوری کر دے گی۔ وہی بات ممتاز خان کے بچے نے قی کی جس کا ان تمام تہاڑی اور تہاڑے قریبی ساتھی اور بچے کے سر پر تھپا جا رہا ہے... اس سلسلے میں بھی نہیں خود کرتے کی چند اس ضرورت تھی کہ اس کی اپنی نوٹس۔... بقیہ تسلیم کر لے کر اس کا بھائی قریح کاگل اس کی عقل سے بے قول میں جا رہے ہیں۔

"مگر اس سلسلے میں ممتاز خان کا جواب بڑا خوش ہے۔" میں نے اسے یاد دلایا۔ "وہ اس کی وجہ بھی مجھے ہی کہتا ہے۔" آخر حقیقت یہی تھی کہ وہ ہم فریخ کا گل خوار کرنا چاہتے تھے۔ اسے یاد دلایا۔

"ہاں، اور جو تہاڑی تاویل کے... قانونی طور پر میں اس کی وجہ قی کر داتے جاؤ گے۔ میں اس سلسلے میں مجھے نہیں پر خاتم شاہ نے بھی تیار کیا تھا۔ اب ہر ایک نے کہہ کر آپس میں تھپا کر سلسلے میں وہ انجی پورام چاتی ہے۔ جس کے علاوہ میری قانونی وجہ کیا ان میں سے میں اس میں ملوث ہوں گی یا نہیں مگر اس میں ایسا

میں نے کہا۔" آسیہ کے بعد خاتم شاہ کو ہارنے کے لیے زہیر صاحب نے کرباب وہ میری اس سلسلے میں ٹھیک کر رکھی تھی۔

"میں اس سلسلے میں بہت مختصر کر جانے پڑا کہ ہم غائب سے بچا ہوں۔" زہیر خان دوا پھر سوچ سکے میں ہلا۔ "میرا ایڈووکیٹ خاتم شاہ کو یہاں بلانے کا ارادہ ہے۔ ان کی فون پر بات کرنے کی بات کر رہا تھا کہ اس میں بھی میں نے اس کے علاوہ دوسری بات کر کے دیا۔ "میں نے اسے یاد دلایا۔ اور دوسری بات یہ تھی کہ میں نے اس کے علاوہ دوسری بات کر کے دیا۔ "میں نے اسے یاد دلایا۔ اور دوسری بات یہ تھی کہ میں نے اس کے علاوہ دوسری بات کر کے دیا۔

"میں نے اس کی بکن کی موت کا پتا تو پڑا ہے۔" میں نے سوالیہ نظروں سے زہیر خان کی طرف دیکھا۔ "جب وہ یہاں آئے گی تو اسے بتا دیا جائے گا۔" "مگر یہ کب میری خبر اس کے لیے دینی شاہ

خان کی بات قائل ہو رہی۔ آسیہ کی موت کے بعد میری ہی میری قانونی معاملات میں ہر کس کی تھی۔ وہاں وقت کے بعد کے ہوا۔

"خاتم شاہ سے تھپا کر سلسلے میں میری بکری ہوتی تھی اگر وہ مختصر سی مگر وہ پھر امید تھی اپنی بکری میں آسیہ کے شہن پر... میرے دل و دریا میں کافی دیر سے ایک سوال کی روش کر رہا تھا۔ زہیر خان کی اس بات پر مجھے سوال پوچھنے کا موقع مل گیا۔ میں نے پھر وہ نظروں سے زہیر خان کی طرف دیکھ کر کہا۔

"جواب آسیہ نے بھی تو میرے سلسلے میں اپنی بکری بول دیا تھا اس سے کتنا فرق پڑا؟"

نکلت اس کے چہرے پر بھڑکیا تھا۔ "میں نے اس سوال پر میں دم بخود سا بن کر رہ گیا۔ میرے پاس سوال تھا۔ اس کے چہرے پر بھڑکیا تھا۔ "میں نے اس سوال پر میں دم بخود سا بن کر رہ گیا۔ میرے پاس سوال تھا۔ اس کے چہرے پر بھڑکیا تھا۔ "میں نے اس سوال پر میں دم بخود سا بن کر رہ گیا۔ میرے پاس سوال تھا۔

وہاں تک کہ میرے بچے شہن دہا کے ل میں تھپا کر رہا تھا۔ اور اب آسیہ کی دروازہ کسوت نے بھی ثابت کر دیا ہے کہ وہ واقعی حقیقت میں جو زہیر اور خیر تھا تھپا کر رہا تھا۔

میں نے اس کے دل میں چکا کر دیا۔ "مگر وہ اس کی کلب کی تردید اور حاکمی کرنے کی خاطر آسیہ کو ہارنے کے لیے پڑ پڑے تھے۔ جبکہ ممتاز خان نے اپنے بکن کو بھی چھوڑ دیا اور اسے اس ایڈووکیٹ کی اپنے ہی دی ہوئی جگہ پر تھپا کر دیا۔ یوں کہنے کے ساتھ میں نے کڑا کڑا تھا۔ آسیہ کے سختی و بیان کے حوالے سے بھی ممتاز خان کی میرے ساتھ ہمت کی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ میں اس وقت تک دیکھتا رہتا ہوں۔

میں نے اس کے دلوں میں جب تک اس کا اصل دشمن تھا تھا کہ میں اپنے بیٹے کے اصل قاتلوں کے سلسلے میں اسے معصیت سے کام نہیں لوں گا کیونکہ میں نے اپنے ایڈووکیٹ سے جان لیا تھا کہ میرے بیٹے کے قتل میں میرا ہاتھ ملوث نہیں ہے۔" وہ دہکا۔

"اس کے بعد میری تم سے دشمنی کا جو اہم ترین سبب تھا ہے اس لیے میں نے صرف دیکھا کہ وہ پورہ دیا تھا۔ تہاڑی ہر کرنے کا بھی فیصلہ کر لیا تو اور زہیر صاحب نے

کے ساتھ مل کر ہے۔" میں بھی جانتا چاہتا ہوں کہ آپ کو اس حقیقت کا کیسے علم ہوا کہ میں راہنہ خان کی قید میں ہوں۔ جبکہ میری گرفتاری کو بھی اس نے کسی مذموم مقاصد کی خاطر وہاں میں رکھا تھا۔

"وہ دن خان... ممتاز خان کا بڑا بڑا ڈاکٹ ہے۔" وہ بولا۔ پتا میری رنگ کا سگریٹ اس کی موٹی موٹی انگلیوں میں حرکت رہا تھا۔ "وہ اس کی شہ پر بڑے دھولے کے ساتھ پولیس کر دی کر رہا ہے... خیر، تھپا کر سواں کا جواب یہ ہے کہ انہوں میں پھر وہاں پولیس رہنے کی خبر پر میں چونک پڑا تھا۔ اب میں تھپا کر سواں کے ساتھ ہی کی گرفتاری اور تھپا کر سواں کے ساتھ ہی کی گرفتاری ہوئی تھی۔ اس خبر نے مجھے کبھی کبھار یاد رہا تھا۔ میں بھی بکری تھا کہ میری گرفتاری ہوئی تھی۔ میں تو خود اسے حراسے سے ملاقات کرنے کے انتظار میں تھا۔ پھر اس دوران ایک خبر نے مجھے یاد دلایا۔ اسپتال میں اپنے باپ کی عیادت اور انتقال کے بعد وہاں کے وقت اس کی قی زہیر ہالو دیکھ صاحب اپنا مظلوم سبب افراد نے مل کر دیا۔" وہ دہکا۔ میرے چہرے پر تشویش کے آثار پھیل گئے۔ میں ان کے بولنے کا بے چینی سے منتظر رہا۔ وہ آتے کھتا شروع ہوا۔

"اس کے بعد زہیر ہالو کے ساتھ کیا ہوا؟ وہ کب میر غائب ہو گئی؟ کب چاچا۔" اب تم بتاؤ تھپا کر سواں کے ساتھ کیا صورت حال ہے؟

تھپا کر سواں کے خفقان بات مکمل نہ پائی۔ تاہم میں نے ایک کبھی سانس خارج کر کے انہیں اب تک کے سارے احصاء نہیں اور آسیہ کی دروازہ کسوت سے متعلق ساری حقیقت بیان کر دی تھی۔ میں نے زہیر خان کی آنکھیں پھینکی تھیں، پھر سے پھر بکری بکری۔

"مجھ میں تو اتنی بھی بہت نہیں ہو رہی ہے کہ اس کی دروازہ کسوت کی خبر... اس کی بڑی بکن ایڈووکیٹ خاتم شاہ کو سب کو سب سوچتا ہوں... یہ کڑا محنت مجھے ہی چاہ پڑے گا۔" میں نے کہا۔ آسیہ کے ذکر پر میرے لیے میں کیونکہ اترا آئی تھی۔

"اس کی اطلاع تو جیسے دیکھ ہی پڑے گی کیونکہ جیسے اب بیٹے سے زیادہ خاتم شاہ کی ہادی ضرورت پڑ سکتی ہے جبکہ جب جو دل تھپا کر سواں کے حق میں آکر رہا ہے، وہی بھی وہاں اس کی بڑی بکن خاتم شاہ کر کے گی۔" زہیر



مکملی ویرنگ احوال پر ناگوشی جاری رہی۔ اس دوران نکلے خاتون نے غلام شاہ کو اپنی پلا یا آرائش پر بچنے کے لیے اسے لٹو بھی دیا۔ وہی رہی۔ تو یہ خان کے چہرے پر چڑھ سقا ناگوشی جاری تھی مگر وہ غلام شاہ سے جواب ہو کے لڑا۔

"آپ کیا سمجھتی ہیں آسیہ کی لاش باز یا اب ہونے کی صورت میں ممتاز خان اور اس کے ایک اہم کارندے... جتنی خان کے خلاف کوئی قانونی گرفت مضبوط ہو سکتی ہے؟"

"یہ آپ کبھی بات کر رہے ہیں؟ جیسا کہ صاحبہ" غلام شاہ ایک دم اس کی طرف دیکھ کر بولی۔ "آسیہ کی لاش کو باز یا کرنا اور اس ضروری ہے۔ اس کا پوسٹ مارٹم کرنا ہو گا۔ خود ممتاز خان کے خلاف ایسا آئی وورکروں کی اور شہزاد احمد... اور اس کے ساتھیوں کی حیثیت ختم وید گواہوں کی کیا ہوگی۔"

"اگر بات ہے تو صوبہ سے پہلے آپ کو شہزی کی سطح میں قانونی طور پر گواہیاں پیدا کرنا ہوں گی۔"

زیر خان نے کہا تو اس بولا۔

"اگر آسیہ کی لاش برآمد کرنے میں ممتاز خان کے خلاف کیس مضبوط بن سکتا ہے تو یہ کام میں خود دست زخان کی جاگیر سے پتلا کرنا کرنا اور اس کی طرف آسیہ کی لاش برآمد کرنے کی کوشش کرنا ہوگی۔"

"تم اب یہ سب کچھ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہو شہزی... غلام شاہ میری طرف دیکھ کر بولی۔ اب اس کی آواز میں ڈرامائی آنے لگی تھی۔ "میرے پاس ایک آسان لائحہ عمل ہے۔ لاش کی برآمدگی کے مسئلے میں پولیس خلیجی میری مدد کرے گی۔ تمہارے دو ساتھی جو خلیج میں گواہوں کی حیثیت رکھتے ہیں... یعنی شوکت حسین (شوکی) اور اس کی بہن شکیلہ... پہلے ہی پولیس کی حراست میں لے لیا۔ وہ اتنا کہہ کر فوراً مٹا کر لے کر کی بھر میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "شہزی! تم کو بھی پہلے اپنی رضا کارانہ گرفتاری پیش کرنا ہوگی۔"

غلام شاہ کی بات سن کر کسی ایک دم سٹالے میں آگیا۔

ایڈووکیٹ غلام شاہ ایک گھنٹے کے اندر ہی ہاں آؤں پہنچے۔ دیکھتے ہی اس نے اپنی بہن آسیہ کے بارے میں سنا۔ وہ ایک بھاری بھرپور لڑکی تھی۔ میرے ساتھ وہ روزمرہ خان بھی موجود تھا۔ میں غلام شاہ سے ملو چھپانا چاہتا تھا۔ لڑکی نے اسے دھیرے دھیرے اب تک کے حالات بتائے۔ آخر وہ افغان سمیت اس کی بہن آسیہ کے بارے میں بتا دیا۔ پہلے تو وہ یہ سن کر ایک دم سٹالے میں آگئی۔

"کی بات سن کر ایک لمحہ فکر لگتی تھی کہ اس سے میرے چہرے پر صرف کئی دہائیوں کے ذخیرہ خان نے یہ عمل مندرجہ کی کی گواہی دینی تھی۔ خاتون کو گولی مارا گیا تھا اور غلام شاہ نے اس کی شہادت کی گواہی دی تھی۔"

غلام شاہ ایک تیز اور کم زور کی مسکراتی خاتون کر کے بولی... وہ اس منجیلے کے لیے اسے نکلے خاتون کو گواہ بنانے کی ضرورت تھی۔ وہی غلام شاہ اپنے ساتھ لے کر آئے۔ وہ بولے ہوئے اس کا کدھا جھپک کر اسے لٹا دیا۔

"میں نے سنا ہے کہ آپ نے ایک دم افسردہ اور کچھ ناگوشی کرنا ہے۔ غلام شاہ ایک مضبوط اعصاب کی مالک تھی۔ وہ اپنی لاش کی طرف اس کی علامت موت نے اسے راضی کر دیا۔ مگر وہ کچھ اور تھا۔ اس کا آبدیدہ چہرہ... خوشی و غم میں سے بھی جتا ہوا لکڑی کی دستہ تھا۔"

"کاش... کاش... میں اپنے زہری ممتاز خان کو اس قدر دیکھ سکتی لاش... مگر وہ تو اسے بوسہ دے کر جوش و خروش سے لڑنے کے لیے بھیج دیتی تھی۔" زیر خان مسکرتے ہوئے بولا۔

"تم سب کی گرفتار خان کو انہی طرح سٹیٹنگ سٹوڈیو میں لے کر آئے۔ آپ سے رابطہ کرنے کا بھی ہمارا بھی مقصد تھا۔"

"آسیہ کی فیڈ بازی کا کیا ہوا؟" غلام شاہ اب اس سے پوچھ رہے تھے۔ آپ میں آنے لگی تھی کہ آواز اس کی اب گھر کے چہرے میں کچھ بھی نہیں ہو رہی تھی۔

"گواہوں نے نہیں ملنے لگا دی گئی۔" میں نے جواب دیا۔ "میرے بولا۔" "ابھی میں ان کی قید سے آزاد ہوئی تھی۔ میں نے اور میرے ساتھیوں کو اس نے ان کے ساتھ ساتھ تین روزہ مقابلہ کیا تھا اور میں چاروں شہیدوں کے ساتھ ساتھ ایک گنگ ویپ کیا تھا۔ انہیں ہم نے ہندوستان میں لے کر لایا تھا۔ ممتاز خان کے اور بھی ساتھی دارمے (خاتون) سے ملے تھے۔ لیکن پھر حالات کچھ ایسے ظریفانہ ملنے لگے کہ ہمیں اپنی جانیں بچا کر وہاں سے

اختیار روپاسی ہوئے تھے۔ میں نے اسے تھپی دی لپیٹ لپیٹ کر مٹا دیا۔"

"غلام شاہ! تمہارے بچا میرا بھی بچا تھا۔ میرے بچے مایہ واپس نہ لے کر اس کے لیے انسان کو تھپکڑوں سے گھسیٹ بھرنے ہی پر تھے۔ میں حوصلہ دے رہا تھا۔ اپنی تھوڑے دن ہی خور و شکر تھے۔ تمہارے امریکا سے واپس آئے۔ میں نے اسے ہندوستانی۔" مایہ باقی کا حلقہ کر چیک اور بایکے تھے۔

"ہاں شہزی! زاکری میڈیون۔ ایک نئے ہندوستان آپریشن کر کے جڑ جڑی کر دیا جائے گا۔ مگر یہ دور دورہ ہے۔ پندرہ سٹ کے بعد... وہاں کوئی بھی سب کچھ... وہاں کوئی کی بات جانتے تھے جانتے تھے ایک ہی پچھلی ہوئی تھی جس نے مجھے سے چھپ کر دیا۔"

"مگر کیا عائد؟ آگے بڑھنا...؟ جیسا کہ وہاں کوئی پوزیشن تو کس سے آئی۔"

"میں نہیں کہیں تھی میرا اولیٰ میری سب سے مطمئن ہے۔ میں کا پتہ پتہ کرنا ہے۔ میں کوئی تو مجھے ایسا کتا ہے جسے یہاں میرا دم گھٹ جائے کچھ نی کرنا ہے میرے پر عمل آئیں اور... اور... میں ان کے ہاتھوں تمہارے پاس آ جاؤں۔" اس کے لپکے سے شہزی چٹائی مٹری گئی۔ لکڑی زیر لب گھورت سے سگرا یا اور بولا۔

"غلام شاہ! میں حال میرا کچھ ہے۔ میرا بھی لکڑی کرنا ہے۔ کرم جلد سے جلد پاکستان واپس لوٹ آؤ۔ میرے پاس... میرے پاس... میری آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ شہزی نے مجھ سے کہا ہے کہ میں ان کے پاس آؤں تو وہ مجھے ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں۔ جس میں ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں۔"

"تمہارے سستے کا کیا ہوا شہزی؟ پہلی بار تم نے مجھے بہت امید دلائی تھی کہ بہت جلد تم اپنے ساتھیوں سے ہندوستان واپس آؤ گے۔" ایک دم بولی۔

"میرے دل میں ایک بھاری بھرپور شہزی تھی۔ جسے تقویٰ کی بات دیتے ہوئے بولا۔ "ہاں! میں کوشش کر رہا ہوں۔ تم بھی دعا کرو۔ ابھی سنو... میں کسی اور کے قوت پر ہوں... اتنی دور لمبی کشتیوں کا مناسب نہیں... بہت جلد میں تم سے ملنا سکتا ہوں۔ پر بات کروں گا... چیک ہے... خیال کرنا۔"

مگر دوسری جانب سے عائد کا اذیت میں جواب تھا کہ میں نے رابطہ کر دیا۔

تھا۔ ظاہر ہے مجھے زیادہ ہے جتنی مایہ کی خبریت معلوم کرنے کی اور ہی تھی۔ میں بھی سرگرم یا خود بھی میرے لیے فکر مند ہوں گے۔ زیر خان سے میں نے اس کی درخواست کی۔ اس نے فوراً کور و لیس سگرا کر میرے ہاتھ میں چھپا دیا۔ میں اپنے کمرے میں آگیا۔

دوڑنے والے کے ساتھ سرگرم یا کے تھپکڑ کیے۔ ان سے بات ہوئی۔ وہاں کوئی میرے لیے فکر مند تھے۔ میں نے مایہ اور انیسویں عائد کے مسئلے میں ان سے خبریت پوچھی۔ خدا کا شکر تھا ہاں اب کاش وہ دونوں خبریت سے چھپ کر ہاتھ پیر کی تھیں۔ میں نے ان پریشانیوں ختم ہونے اور میرے جہد سے جلد چھپنے کی وجہوں دعا دی۔ اس کے بعد رابطہ متعلق ہو گیا۔ مایہ کی خبریت مطمئن کرنے کے بعد... میں اس خبر کو بہت آکا چلتا چھپنے کرنے کا کچھ میرا دل اس سے بات کرنے کے لیے ہے۔ طرح و طرح کا تھا۔ البتہ سرگرم یا کا روڈ ان سے لگتی قوت پر رابطہ تھا۔ مایہ کا اذیت کے جس اسپتال میں مایہ بور یا تھا اس کا فیکس میرے پاس تھا۔ میں نے دوسرے دن کے ساتھ فیکس ملا دیا۔ وہاں جا رہا تھا۔ عائد کے سسٹن فون پر ہوئی تھی وہاں جانتے کے بعد مسائل کی تلاش میرا مایہ اور عائد دونوں ہی دستمال کرتی تھیں اس پر بھی ملا دیا دوسری طرف نکل جا رہی تھی۔ عائد سے بات کرنے والی کی مشرق آواز سننے کے لیے میرے دل و دماغ کی جگہ کیفیات ہونے لگیں۔ بالآخر دوسری جانب سے عائد وہی کی آواز ابھری۔

"ہیلو... اس کی آواز اسرت و دھار کی طرف میری ساتھیوں میں آتی تھی۔ میں نے مجھے مچا پاس شہزی کے غور سے نہ کر دیا۔ میں اپنی دلی کیفیات پر کلا پاتے ہوئے تو اپنی کی جھین گھرائی سے بولا۔

"غلام شاہ... میں تمہارا شہزی... تم کیسی ہو؟"

"شہزی... شہزی... دوسری جانب سے عائد کی ہڈیات سے معمور کر دیا۔ آواز ابھری۔ "تم... کہاں ہو...؟ کیسے ہو...؟ چیک تو ہوا؟" اس کی آواز میں محبت کی سرشاری تھی اور غور تھی۔

"میں نے کہا۔" ہاں، عائد! میں ٹھیک ہوں تم کو ٹھیک آؤ...؟" یہ اسب کہتے ہوئے جیسے میں رفتہ رفتہ اپنے گھر واپس سے اسٹیشن سارے لے لگا۔

"میں بھی ٹھیک ہوں شہزی! مگر جہد سے بغیر بہت آواں ہوں... میرا یہاں بائیں کی ٹیکس لگ رہا۔" وہ ہے

خونی رشتوں کی خود مرضی اور پرانیہ بن جانے والے اپنوں کی سے فرض محبت صبیہ پرواز بن پانیے والے نوجوان کی سنسنی خیز سرگرمی کے مزید واقعات آئندہ ماہ





کی۔ "انجم بتا کر بولی۔" "تیرے کون سے؟"  
 "ایک بات تو ہے کہ اس کی بنا ہوئی تصویر میں  
 تلاش میں رہنے کے کاٹل ہیں۔" "تارہ نے کہا۔  
 "ہاں، آرتس تو بہت زبردست ہے۔" "باپ نے  
 بھی تبصرہ کیا۔  
 اس شام انجم نے اپنے بھتیجے رز کو فون کر کے اسے  
 ان تصویروں کے بارے میں بتایا۔  
 "انجم! تم ان دونوں پیشکش کو لے کر میرے پاس  
 آ جاؤ۔" اس کے بھتیجے نے کہا۔ "جگ ایسا کرو، میں خود آ رہا  
 ہوں۔ کچھ پر سب لوگ جھگڑا؟"  
 "جاسا ہاں سب لڑا۔" انجم نے بتایا۔ "لیکن بات

# تکمیل

منظرِ رمل

روح کے اندر کے خزانے انسان کے چہرے پر حسن میں گر چھلکتے ہیں۔ دلہن میں محبت اور عقیدت پیدا کر دیتے ہیں۔ یہ لہو کی روح اس کے چہرے... اس کی آنکھوں اور لبوں کے جسم کی پرکشش سے بھرا ہو جاتی ہے۔ ایک ایسے ہی مسیحا کے چہرے، مسیحا رنگوں کی دنیا میں رہنے والے فنکار کی کٹھن... اس کا کینوس اس کی آنکھوں کی قیرک اور روشنی کی آمیزش سے لحدوں میں ایک جیسی جگہ کی تصویر میں بدل جاتا تھا۔... اصل حلیہ اور جذبات کے غلطو، عکس اس کی کمزوری تھے۔... ان کی کہیں جی حسد چل اسے بردہ بھٹکانے رکھتی تھی۔

پاکستان کے سب سے بڑے آن لائن اردو مکتبہ

وونامی رنگ کے... کاندھ میں لپٹا ہوا ایک فریم تھا۔  
 انجم نہیں جانتی تھی کہ کوئی سڑک کے زمرے آئے  
 وونامی کے نام کا یہ پیکٹ کس نے بھیجا ہے اور اس فریم میں  
 کیا ہے؟  
 وہ اس دن اپنے گھر میں ایک نئی جی بلیب یہ تمام حقد  
 موصول ہوں۔  
 اس کے گھر والے کسی کے مقرریت کے لیے گئے  
 ہوئے تھے۔ ایک ملازم جی، وہ بھی اس دن کام پر نہیں  
 آئی تھی۔ وہ اپنے گھر سے بھی نئی دی ویکر رہی تھی۔  
 جب کسی نے بھیجا تھا۔  
 اسے کمرے سے دروازے تک جاتے ہوئے بہت  
 گھٹ جوری تھی۔ دروازے پر کوئی سڑک کا ایک  
 نو جوان ایک پیکٹ لیے کھڑا تھا۔  
 "جی فرما کیے۔" انجم نے حیرت سے پوچھا۔  
 "انجم حسین صاحبہ؟" نو جوان نے پوچھا۔  
 "جی ہاں، میں ہی ہوں۔"  
 "یہ کیس۔ اس فارم پر ساقی کر دیں۔" اس نے وہ  
 پیکٹ اور ایک فارم اس کی طرف بڑھایا۔  
 نو بیڑ والے کو فارم کر کے وہ پیکٹ لیے اپنے  
 کمرے آ گئی۔ غور جانے اس فریم میں کیا تھا۔ اس نے  
 بے تابی سے اسے کھولا اور نگ کر دیا۔  
 جیو کہ اس کے سامنے تھا وہ بہت ہی حیران کن تھا۔  
 وہ ایک فنی تصویر تھی۔ کسی ماہر مصور کے فن کا شاہکار اور وہ  
 تصویر ایسی تھی۔ کسی نے انجم کو بتایا تھا۔  
 کیا خوب صورت پیشکش تھی انجم کو کہہ کر اسے  
 دیکھتی رہ گئی۔ جیسے کسی ماہر نوکر نے اپنے گھر سے  
 اس کی تصویر لی ہو۔  
 آدمہ ملکی کی خواب تک آنکھیں، گولی چہرہ، متواتر  
 ہاک، دونوں گوشوں پر نظر آنے والے ڈسکولر شالوں تک  
 حجب ہی ڈائجسٹ - 138 - نومبر 2014ء





داغ تھا۔  
اس بار گھر والے سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔  
"موصوفہ حال بہت بھراؤنگ اور پھر اسرار ہوتی  
بیاد رہی ہے۔" انہم کے باپ سنا گیا۔  
"اس شخص کا بیٹا چلانے کی ایک ترکیب میرے  
ذہن میں آئی ہے۔" انہم کے بھائی نے بتایا۔ "میں کوریز  
داغوں کے پاس جا کر معلوم کرتا ہوں کہ یہ تصویر کہاں  
کے یہاں کون چھپا کر رکھا ہے۔"  
"ہاں، اس طرح شاید معلوم ہو جائے۔"  
"کوریز سرورس والے ایک خادم چمکروا رہے ہیں  
جس میں چھپتے ہوئے والے کا ایڈریس لکھا جاتا ہے۔"  
"پھر تو یہ کام پہلے ہی کر لیتا چاہیے تھا۔" انہم کی ماں  
نے کہا۔  
"وہ نہیں میں نہیں آتی تھا۔ بہر حال اب میں جا رہا  
ہوں۔ وہ دیکھوں تو کسی کو نہ ملے یہ موصوفہ۔"  
"کوریز سرورس والوں نے بتایا۔" "تقی ہاں، یہ  
تصویر یہاں سے ہی یہاں سے چھپی جاتی تھی۔ میں اس  
لپے پاؤں سے کہ آج کل اس لحاظ کے طور پر ہم ہر پارسل کو  
کھول کر دیکھ لیتے ہیں۔"  
"تو پھر اس کا ایڈریس بھی ہو گا؟"  
"ہاں، میں ایڈریس بھی ہے لیکن ہماری یہ پالیسی نہیں  
ہوتی کہ ہم اپنے سسر کا ایڈریس دوسروں کو بتا دیں۔"  
"وہ کیسی میں یہ بتا چکا ہوں کہ یہ کیسا معاملہ ہے۔"  
اس کے بھائی نے کہا۔ "وہ شخص ہم گھر والوں کو پریشان  
کر رہا ہے۔ ہم چاہتے ہیں وہ چھپتے ہوئے سے پہلے اس  
کے بارے میں اطمینان کر لیتا چاہیے۔"  
"میں اپنے طور پر آپ کے ساتھ تعاون کرنے کو  
تیار ہوں۔" کوریز سرورس کے گھر والے نے کہا۔ "لیکن مجھے  
یہ سمجھنا ہو گا کہ جو تصویریں چھپی جاتی ہیں وہ آپ کی سسر  
کی ہیں؟"  
"آپ نے وہ تصویریں خود دیکھی ہیں؟"  
"تقی ہاں، مگر یاد۔ اور وہ چھپتے ہوئے ذہن میں  
تھیں اور گھر کیا ہے۔"  
"اوکے۔" انہم کے بھائی نے گھر والے سے کہا۔  
"اگر وہ بڑی آپ کے سامنے آ جائے تب تو چھپا کر آ جائے  
گا۔"  
"ہاں، میں اس وقت آپ کو اپنے دیکھ دے دوں  
گا۔"

میرا خیال ہے کہ یہ دونوں چھپتے آپ ہی کے ہیں۔"  
"تقی ہاں، میرے ہی ہیں۔" انہم نے کہا۔  
"مجھے بتائیں، میں اس شخص میں کیا کر سکتا ہوں؟"  
"یہ دونوں تصویریں آپ کے گھر کے ایڈریس سے  
چھپی گئی ہیں۔" انہم کے باپ نے بتایا۔ "میں کوریز سرورس  
کے ایڈریس وصول ہو گیا اور وہیں اس گھر کا ہے۔"  
"کمال ہے، یہاں کون سے تصویریں بنا کر  
رہے؟" اس سبب حیرت کا ہر کی اور اس کی حیرت مصنوعی بھی  
تھی۔  
"کیا آپ کسی آرٹسٹ کو نہیں جانتے؟" انہم کے  
بھائی نے پوچھا۔  
"نہیں، جناب، بالکل نہیں۔" اس نے کہا۔ "مجھ  
میں نہیں آتا کہ یہ سب کیا ہے۔ اس گھر میں میرے علاوہ  
کوئی اور نہیں ہے اور کچھ عمارتیں ہیں۔ ایک پتہ ہے لیکن وہ  
میں بہت چھپا رہا ہے۔ میں نے اس گھر کے ایڈریس کو تلاش  
کرایا ہے۔"  
"ایک اور شخص ہو سکتا ہے جناب۔"  
"نہیں، ایک تو آپ کے لیے نہیں ہو سکتی لیکن اب  
یہ سب کی ہو سکتی ہے۔" بھائی انہم نے کہا۔ "اگر  
آپ چاہیں تو میں اپنے ملازمین کو آپ کے سامنے کر دیتا  
ہوں۔ آپ ان سے معلوم کر کے دیکھ لیں۔"  
"نہیں، جناب، دیکھتے ہیں۔" اس نے اسرار شخص نے  
آپ کے مکان کا ایڈریس استعمال کیا ہے اب کوریز  
سرورس والوں کے تعاون سے پتا چل سکتا ہے۔  
"ووہ کیسے؟"  
"وہ گھر کوئی نہ کوئی تصویر پیچھے کے بے گود پڑ سرورس  
کا ہے۔ اب وہ وہاں آؤں گا تو وہاں کسی خاموشی سے ٹون کر کے  
آؤں گا۔ اور یہی جہاں اسے روک کر رکھیں۔ اس طرح  
شاید ہم اس کو پکڑنے میں کامیاب ہو سکیں۔"  
"ہاں، کیسی ہو سکتا ہے۔" بھائی انہم نے پوچھا۔  
"اب اس میں ایڈریس لکھی ہوئی ہے۔" اور وہ دیکھیں وہ وہی پورے  
اور نہ ضرور بتائیں اب تو خود دیکھیں ہی اس معاملے سے  
بے خبر ہو گئی ہے۔  
خوف سے زیادہ اس حیرت تھی۔  
اس حیرت نے اس کی زبان بند کر دی تھی۔ اس کے  
پہلوں کا نہیں تھے۔ وہ بڑا چارہ رہی تھی۔ چنانچہ چاہتی  
تھی کہ وہاں رہتا چاہتی تھی لیکن اس کی زبان اس کا ساتھ  
نہیں دیتی تھی۔  
"تو۔۔۔ تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟" انہم نے  
پوچھا۔  
"میں نہیں اپنی چھٹی کے لیے لے جا رہا ہوں۔"  
تکمیل



تنتھیل

ہا ہوں کے سامنے رہتا تھا۔ اسی لیے تمہارے چہرے کی شکل آؤت لائن برادری میرے ذہن میں رہتی تھی۔ اسی بنا پر میں تمہیں پیٹ کر چلا گیا۔

"اور تم وہ قصہ پر بھی گئے پیٹ رہے؟"

"ہاں۔"

"نیکون وایز میں؟"

"خاطر ہے کہ وہ ایڈریس غلط ہے۔" برکت نے بتایا۔ "وہ ایڈریس اس مکان کا ہے جس کے امارے کے ایک کوارٹر میں میرا بھائی ڈیو اور دوست رہا کرتے تھے۔"

"اب کجا۔ مکان تم میرے بچے کیوں پڑ گئے؟"

"اس لیے کہ برسوں کے بعد میں نے تمہارے چہرے کا ساکس چہرہ دیکھا ہے۔" برکت نے کہا۔

"تمہارے چہرے کے نقش میں غلطی نہیں ہو سکتی تھی۔"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"

"نیکون وایز میں؟"



**چارا**  
جستجو

یہ سستی، زمانے کے لیے، بعض اوقات بڑے پائے پرستی پڑتے ہیں... اس کے خیال  
تو نہ کہ وہ دوستی کے منصب پر فائز ہے... اور اپنے دوست کے ساتھ مل کر  
یہ سستی کے تقاضوں پر چڑھ اترتا ہے... انسانی ذہن قدرت نے ابھی ایک ایسا  
موجود اپنی دنیا کے لیے ایک دوست کے لیے ہمہ آسان کر کے پیش کیا ہے...

”اولیٰ، ہم ایک جگہ ہی رہاؤں گے ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں۔ لیکن ہم نے آج تک ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کبھی کام نہیں کیا۔“

رائف نے شانے اچکے دیے۔ ”میں کام میں ہے جتنا ضرورت رہتا ہوں۔ میرے پاس بالآخر وقت ہی نہیں ہوتا لیکن میں نے یہی کہیں ایک اچھا دوست سمجھا ہے۔“

جم۔ حریف یہ کہ ہماری جگہاں ایک دوسرے سے بے حد قریب ہیں۔ میں نے سوچا کہ اس طرح ہمیں ایک

”جیسے تم نے مجھے اللہ عزوجل سے کہا ہے اسے کی رحمت  
 اور آج مجھ پر اتنی بڑی رحمت ہوئی کہ اس رحمت کا کوئی شایعہ تم  
 مجھے بتا نہیں سکتے ہو۔“ اس نے کہا۔

”میں نے تم کو اللہ عزوجل سے دعا کی کہ تم کو اللہ عزوجل سے  
 ”اس دعا“ کے احقر میں کی جائے رحمت کہ تم ”اس دعا“ سے  
 دے دو اللہ عزوجل سے کہ تم کو اللہ عزوجل سے رحمت  
 رحمت پر دے اللہ عزوجل کے پانی پر غلہ کر دے کہ وہ رحمت  
 رحمت کے پانی میں کچھ پھینک دے کہ رحمت کے پانی میں  
 رحمت کے پانی میں کچھ پھینک دے کہ رحمت کے پانی میں

حسابی ذائقہ 147 نومبر 2014ء

میں لگے گی اور دوسری تہذیب سے سنے ہیں۔ موت تمہاری  
پھیل کر رہے گی اور تمہارے پھرے کا خوف میری  
میرسی کی پھیل کر رہے گا، یہ تو۔۔۔ میں نے سنا کہ  
میں اپنی بات نہیں کی۔  
انہی کے چہرے پر خوف ہم کر رہا تھا۔ پستول کی جالی  
اس کی طرف اٹھنی ہوئی تھی۔  
برکت نے ایک کارٹر پر چڑھا اور اس کے اٹھا لیا۔  
شاہنشاہ اب میں نہیں گولی مارنے جا رہا ہوں۔  
نہیں، خدا کے لیے۔۔۔ انہی نے گولی مارنے کی۔  
گولی کی آواز کے ساتھ تیرے لئے کمرے کا دروازہ  
دبایا تھا۔

”تحقیق ہو۔“ اس نے دھم سے کہا۔ ”میں نے  
 تمہارے خوف کو اپنے گہرے میں گھونسا کر لیا ہے۔ اس  
 میں اسے پینٹ کر دیا گا۔ اسی کے بعد تم کو اس کی  
 کام ختم ہو گیا۔“

”نیکین یہ سب کرنے کے لیے اتنا کرنے کی کیا  
 ضرورت تھی؟ خود ہی دے دی کہ اپنے“

”نیکین، اس وقت تم اسے لاروا کی طرح بہت اونچا بنا  
 رہا تھا۔“ ”برکت نے کہا۔“ تمہارے چہرے کے، ٹرافٹ  
 کی جھلکیں ہوتے۔ اب مختلف تاثرات مخلوق ہو گئے ہیں۔“

”باہر سے کسی کی جڑنی کے کام کی آزاد سنانی دینی  
 ہے۔“ ”لو پانی، جھین، اٹھنا سنے ہاتھ کے لیے صحت  
 مٹی ہے۔“ ”برکت نے کہا۔“ ”اب تم جاؤ۔“

”کیا اور کچھ۔“ ”انہم کو جھین میں ڈرنا تھا۔“

”ہاں اور مجھے معافہ کرونا کہ میں نے تمہارے  
 ساتھ ایسا سلوک کیا کیوں کیا کروں تم اسے ایک مسو  
 جنون سمجھ کر معافہ کرونا اور کل سے میں دھڑکنے میں آ گیا  
 کروں گا۔ میرا کام ختم ہو چکا ہے۔“

☆☆☆

مکھی ہونوں کے جدا خیالوں میں یہ خیر شاہ ہوئی۔  
 ”ایکے تمام تئیں یہ کمال مصور نے اپنے آپ کو کوہِ  
 بارِ کر خود کوئی کر لیا۔ اس کے کرے سے کسی لڑکی کی ہر  
 لٹی بھی۔ جو اپنی مثال آپ ہے اور خاص طور پر وہ پیشہ  
 جس میں ادولہ کی ہے انتہا خوفِ زرد و کالے وے دسی ہے۔  
 مصور نے اتنی مہارت سے اس کے چہرے کے ثوابت کو  
 پینٹ کیا ہے کہ داد دینے کو لی جاتا ہے۔ چلیں اس کی  
 میں مزید پیش کر رہا ہے۔“

”اور کس طرح؟“

”میں نے اتے رسیوں سے پانچہکر ایک میدان میں ڈال دیا تھا۔ پھر ایک گاڑی کو روکا اور اس کے پاس لے گیا۔ پھر بگمرا۔ قہار کو گاڑی اس کے چہرے کے ہاتھں پاس آکر رک جائے گی اور اسی خطے میں اس کے چہرے پر چر خوف کے اثرات ہوں گے، اس کی تصویر بنائوں گا۔ بعد میں ان اثرات کو پینٹ کرکوں گا۔ لیکن ایسا مشکل ہو سکا۔ یہ قسمی ہے اسے گاڑی کے ہر ایک ٹکس ہونے اور وہ اس کو زندگی ہوئی ٹکس تھا۔“

”اور خدا!“ اجم کو اب چھٹی بار شدہ پر خوف کا

اٹھاسی سو اسی۔  
 "تو تم نے اس طرف اس کی جاننے کی؟"  
 "ہاں، لیکن تم یہ لالہ کر رہی ہو کہ مجھ نے اس کی  
 جاننے کی۔ لی۔ یہ ایک حادثہ تھا۔ اور وہی ہے جس کی بڑی مختلف  
 کے لیے بہت سے صورتوں نے اس جسم کے تجربے کیے  
 تھے۔ تم نے مشہور ریڈینک "فک" کے بارے میں سنا ہے؟"  
 "اے نہیں، میرے نہیں سنا۔"  
 "وہ ریڈینک جس کی شدہ یہ خوف کی شدہ عظمت کے  
 طور پر بتائی گئی ہے۔ میرا مرثیہ کہہ کر تصور نہ بنائی تصویر  
 نہیں بنائی ہو گی کیلئے چاہے اس صورت کو کتنا کہ اسے ایسا  
 کوئی بنیاد منظر دکھایا گیا ہو گا کہ خوف اس کے پھرے  
 پر کم ہر کر گیا اور وہ تصویر لازوال ہو گئی۔"  
 "تو کیا تم کہہ؟" انہی پر اس طرح خوف زدہ تھا۔  
 "ہاں، اب میں جس کی شدہ یہ خوف کی شدہ یہ کیفیت  
 میں بتا کر دے چاہتا ہوں۔" بدگت نے کہا۔  
 "کیا، کیا کرنا چاہتے ہو تم؟" انہی نے گھبرا کر  
 پوچھا۔

”اپنا جیل۔“ برکت نے کہا۔ ”جیلن کم پریشان  
 مت ہو۔“ جھک کر تھوکیں ہوگا۔ یہ میرا دھوہ ہے۔ تم صرف  
 خوف زدہ ہو جاؤ گے۔“  
 ”جھک۔“ انجم جی اٹھی۔ ”تم ایسا کچھ نہیں کر سکتے۔“  
 ”مجھوڑی ہے میری۔ یہ ایک دوست کی مجھوڑی  
 ہے۔“ برکت نے کہا۔ ”اس نے اپنا پتھر تان کر اس کا  
 رخ انجم کی طرف کر دیا۔“ تم اس کو نے سنا جا کر کھڑی ہو  
 جاؤ۔ شاباش۔“  
 ”برکت! لاٹھیاں۔“

۱۱۔ خاموش۔ اس ہستیا میں سائنس کا ہوا ہے۔  
میں جمع ہیں دو محمولہ اور بارہ ایک۔ یعنی کوئی تیسرا ہی ایک ہے۔



## نقشِ اول

احمد رضا

وہ کمال کا منصوبہ ساز تھا... ان کو پوری احتیاط سے بیوی کا رانا لاس کے ساتھ کی فیکٹوری بولی تھی... سارے خطرات سناہی مول لینا تھا، اس کا حصہ بھی زیادہ ہوتا تھا... وہ خود ٹھونڈے جسم پر قناعت کرتا رہا... مگر طمع نے اکتاہٹ اور اس کی عقل پروردہ ڈال دیا... زیادہ فتنہ کے لیے اس نے پہلی بار خود ہی اپنے منصوبے پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا... منصوبہ مختل اور یہ داغ تھا، واردات بھی مکمل... عکس نگار کا نقشہ کار بی تھا...

نقشہ کار اور اس کے نتائج

قانون کے رکھوالوں میں کثرت پختہ "وہ کہہ" کے نام سے مشہور تھا، کثرت ایک لڑا، ایک نظر تھا۔ دولت کے حصول کے لیے مختلف غیر قانونی کاموں میں ملوث تھا۔ وہ ایک ملک قانون کی کثرت سے اس لیے دور تھا کہ وہ ایک منافع کے تحت کام کرتا تھا۔ ایک تو دھند دار تھا، وفادار نہ تھی، اور دہتا تھا۔ وہ ایک شے کا قائل نہیں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے اس کو پاؤں پر ہوا تھا۔ جہاں اسے "سوتلی خیر" بھی نظر آتا تو وہ ذہن کو آگے رکھ کر



کام سے لڑتا۔ "رائف نے کہا۔  
 جم نے جھلی کا چارٹے پانی میں ڈالنا شروع کر دیا۔  
 رائف نے سر ہلاتے ہوئے چاروں طرف کاغذ پر ہاتھ لیا۔ وہ رائف تک کوئی دوسری کھائی نہیں دے رہی تھی۔  
 "اب کیا کرنا ہے؟" ہم نے پوچھا۔  
 رائف نے تھکے بازو سے والی چھری سے ہم کے شانے میں ایک گھرا گھاؤ لگانے کے بعد ساتھ ہی اسے کھینچنے لگا۔  
 ہم نے ہلکے سے دیا۔  
 ہم کے جسم نے پانی میں ایک ڈکی کوئی۔ پھر ہم نے دو سچے پراکھڑے چارٹے چارٹے۔ رائف نے اس کے ابرو سے اس کے جسم پر حریر آلائش پھینک دی۔  
 "تم میرے افسانے میں جیت نہیں دیتے تھے۔  
 جم: جب میں اپنے کام پر پڑا جا، تو تم میری بیوی کی طرح ساتھ رہنا چاہتے تھے۔"  
 "رائف، پلیز۔"  
 ہم نے انھوں نے سختی کے پہلو پر نظر کو تلاش کرنا کی کوشش کی لیکن اس کے ہاتھ خون میں مغموم ہوئے تھے اور گھر پہنچا ہوا محسوس ہوتا تھا۔  
 رائف نے جیسے کہ اس کے اوپر حریر آلائش اٹھائی۔  
 ہم اٹھ اٹھائے۔  
 "تو دیکھ کر تے دوسرے جم، رائف نے منگوائے ہوئے کہنا۔ "شارک کو حرکت کرتے ہوئے دھت سے مت ڈھکنا۔"  
 "ایسا کرنا، رائف، پلیز، میں تم سے اتنا گرا ہوا ہوں۔"  
 "بہتر ہوگا کہ تم معافی مانگتے ہو۔ میں کثرت سے کام کر رہا ہوں۔  
 میں دیکھ رہا ہوں کہ تازہ سے ساقی آنا شروع ہو گئے ہیں۔  
 ہم نے پختہ کر کے منہ کی جانب دیکھا۔  
 پانی کے اوپر لٹکا ہوا شارک کا کھینچا ہوا تھریں سے اس کی جانب آ رہا تھا۔  
 "پلیز، رائف، تم نے کہا تھا کہ تم مجھے اپنا ایک اچھا دوست سمجھتے ہو۔"  
 "سودی، لڑو سے اتفاق کے انتخاب میں غلطی ہو گئی تھی۔ میں درحقیقت یہ کہنا چاہتا تھا کہ میں تمہیں ایک اچھا دوست سمجھتا ہوں۔ تم اس کا مطلب درست سمجھو۔  
 میری سزا چار سے تھی۔" رائف نے شانے اچھالتے ہوئے کہا۔  
 اور پھر جب سمندر کا پانی سرخ ہونے لگا تو فدا شدہ رائف کے قہقہے کہنے لگے۔

اور سے کہنا ہے کہ ایک اچھا موقع مل رہا ہے۔ منتظرانے بتایا تھا کہ جیسے ہی جھلی کے کنارے شوق ہے۔"  
 ہم نے اثبات میں سر ہلادیا۔ "میں زیادہ تر پختہ پانی کی جھلی کا کنارہ کرتا ہوں۔ میں نے پہلے سمندر میں جھلی کا کنارہ کرنا ہی کیا ہے۔ دیکھو، تم یہ کیا کرنا کی جھلی کا کنارہ کر رہے ہو؟"  
 رائف نے اپنی کپڑوں کی طرف درست کی اور بولا۔  
 "پہلے تو میرا ارادہ صاف تھا اور میں کھلی کے کنارے ہی لیکن ایک عرصہ ہو گیا ہے کہ اب میں کنارہ کا کنارہ نہیں کیا۔"  
 "تجربہ کیا ہے؟"  
 "شارک، لڑو۔" رائف نے وضاحت کی۔ "کیا تم اس کے لیے تیار ہو؟"  
 "یقیناً نہیں مجھے بتا دو کہ مجھے کیا کرنا ہے؟"  
 "پہلا قدم ساڑھ ساڑھ سے لیں ہو جائیے۔" رائف نے بڑی سی لائف جیکٹ اٹھاتے ہوئے کہا جس پر تصویر اور ٹکٹوں کا آؤٹر چھاپا ہوا تھا۔ "یہ کپڑے اور ہلکے سے خشک ہوگا تاکہ وہ درمیان سے اچھے سے نکلے نہ پائے اور گرفت میں نہ آوے۔ اور یہ سراسر شے سے خشک رہے گا تاکہ کھینچنے کے وقت سے نیچے پانی میں نہ گھسے لے جائے۔"  
 "کیا میں ایسا بھی ہوا ہے؟" ہم نے پوچھا۔  
 "جیسے ہی تم چلاؤ گے۔"  
 "اچھی نکتہ نہیں ہوا لیکن احتیاطی تدبیر ہوتی ہے۔ یہاں پر سمندر کی بڑی شارک پانی پانی ہیں اور ان میں سے چھ ایک تو درمیان سے زیادہ بڑی ہوتی ہیں۔" رائف نے بتایا۔  
 پھر رائف نے رائف دیکھتے اٹھائی اس سے کہہ کر پھانے میں مدد کرنے لگا۔ اس نے تمام کھلیں اور کھلیں دیکھیں۔  
 "اب کیا کرنا ہوگا؟" ہم نے پوچھا۔  
 "اب میں جھلی کا چارٹے کرنا ہوگا۔"  
 "میں نے اس بار سے میں سنا ہے۔ جھلی کا خون اور آلائش دیکھو۔ میں نے خشک کیا؟"  
 "تم نے پانی خشک کیا۔ یہ شارک جھلی کے لیے متناہی کی طرف ہوتا ہے۔ میں ڈور، پھر اور چھریاں وغیرہ سنبھالوں، تم تیار ہو۔"  
 "اوکے۔"  
 رائف کوئی جانب بڑھ گیا۔ اس نے احتیاط سے چارٹے کی چارٹے کی پانچا باہر نکالی۔ دیکھ کر ہمیں ترس ہونے لگا۔ چارٹے کی پانچا بڑا راستہ تھی۔ اس نے ڈائی ٹائپ سے تھکے ہوئے پانی کی جانب بڑھا دی۔  
 "اس کو اس طرف پانی میں پھینک دو۔ یہی ہے

نورہ بیس منظر میں رہے کوئی نہ دیکھتا۔  
اس کی وہ تو کتنی تنگدست تھی۔ اس لیے وہ ہر وقت غصہ  
مائل رہنے کے لیے تیار رہتا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ گھبرٹ ٹوٹ  
پڑی تھی اس لیے اس نے گھبرٹ کو اپنے گھر لے لیا۔ اس نے گھبرٹ کے  
تواضع میں نمایاں فرق دیا۔ اگرچہ گھبرٹ کے ہاتھ پر لکھا تھا کہ  
اس کا گھبرٹ ٹوٹا تھا۔ لیکن گھبرٹ نے اس کو کوئی اہمیت نہ دیا۔  
گھبرٹ کا یہاں منصوبہ ساز تھا اور اس کی حیثیت میں تو اس کی  
کام ٹھیک چل رہا تھا اور وہ لوگوں میں خاصی اہم و اہم  
تھی۔ تاہم واردات اب تک کی سب سے بڑی واردات  
تھی جس میں وہ لوگوں کے ہاتھ ایک لاکھ بیس ہزار ڈالر کی خلیفہ  
رہ گئی تھی۔ یہ ایک بڑے خطرناک واقعہ تھا جس میں  
معمولی گھبرٹ بھی شریک تھی۔ لہذا وہ اس نے اس کو اس کی  
بڑا ڈانٹ سے ڈانٹ کر روک دیا تھا۔ اس نے اس کے لیے  
یہ ایک خفیہ واردات ہو سکتی تھی۔ تاہم اس کی فائز گئی تھی۔  
نوٹ لی نہیں آئی۔

\*\*\*

گھبرٹ ہوش کے کمرے میں اپنے میسر پر لیٹا  
تھا۔ اس کی بیوی کا سانس کر رہا تھا۔ کئی ماہ سے اس کے سر  
پر کسی ناپائیدار بیماری اور آتی تھی۔ اس طرح کب  
تک چلتا رہے گا۔ روز بروز عدم اطمینان کے ساتھ جوش کا  
کیز اس کے دل کو دھکا دے رہا تھا۔

ایک لاکھ بیس ہزار ڈالر میں سے اس کے ہاتھ مشکل  
چلتی بیس ہزار ڈالر آئے تھے۔ منصوبہ بندی اس کی تھی۔ تاہم  
اسل خطرات اس نے سولی لیے تھے۔ گھبرٹ سچا رہا تھا  
کہ کیا وہ اب تک لقمی کر رہا ہے؟

تازہ واردات سوا اسی کے ذہن میں کچھ کے لگا  
دی تھی۔ وہ مالی طور پر حسبِ خواہش مستحکم نہیں ہو رہا تھا  
بلکہ خطرات اپنی جگہ پر تھے۔ اس آٹھ پچھو کی کوئی خیر باد گھر کر  
اسے ایک بڑا سیانہ غصہ کھل چکا تھا۔

اس کے پاس بیس لاکھ ڈالر نہ لگائی تھی۔ البتہ اس کے  
انداز سے کہہ سکتے ہیں کہ اس کے پاس کم سے کم بیس لاکھ  
ڈالر تھے۔ وہ لوگوں کی رقم میں جانے کے بعد ضرورت پڑنے  
پر وہ کوئی سرے پر کار بھی کر سکتا تھا۔

گھبرٹ کو بھی ایک بار بہت کڑی حق بھڑکتی  
منقول ڈالر پر چل گئی۔ اسے اس کو راستے سے ہٹا دیا۔  
اس بڑی واردات کے بعد ہر مرتبہ اسے ایک "جاسوس" کا  
جہان اس کا چلی لیکن نہا مکان تھا۔ وہاں وہ چلی کا کار  
کرنا ڈالر کرنا اور کم کرنا لگتا تھا۔

جاسوسی ڈائجسٹ - 150 - نومبر 2014ء

سوائے اس کے گھبرٹ فیصلہ کر چکا تھا۔ اب وہ منصوبہ  
بھی خود بنائے گا اور واردات بھی خود کرے گا۔ آخری  
منصوبہ اور چلی واردات۔  
اس کے روز روز کسی بھی چیز وارد نہ ہونے لگا۔ اس نے  
اپنی جگہ پر تیار رہا تھا۔ اس میں گھبرٹ کا کام کرنا تھا۔ وہ  
گھبرٹ سے ملنے کی وہاں پہنچا تھا۔ گھبرٹ ایک طرف تھا اور  
لاٹھی ٹوٹ تھی۔ اسے ہر اس چیز سے روکنا تھا جس سے وہ کم  
میں تباہ کر سکتے۔ مثلاً وہ ہر اس چیز سے روکنا تھا کہ وہ  
اس کا بھی تو کیا ہی بات ہے۔

گھبرٹ کو یہ خبر دیا کہ گھبرٹ کے ہاتھ گھبرٹ  
نے اس کے لیے کام کیا تھا اور یہ وہ راستہ تھا جس کی بات  
پڑی تھی۔ "گھبرٹ کو ضروری کام اس کے ہاتھ لگا تھا۔" اس نے  
"تم خود کو قید کر رہے ہو۔" گھبرٹ نے اس کے  
ہاتھ لگا لیا۔ اس کا ہاتھ لگا لیا۔

"خاطر ہے، واردات سے مرعہ سے ہر وقت ہوتا ہے۔"  
"مرعہ سے بچنا یا ہوش تو خوش کر کے جانوں گا۔"

"اچھا، وہاں رہا۔" گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔  
اس کی آنکھیں کھلی گئیں۔  
"اس کا خیال ہے، اگرچہ میں اس بڑا ڈانٹ رہی جا رہی  
ہوں۔" گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔

گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔  
"گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔"

گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔  
"گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔"

گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔  
"گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔"

گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔  
"گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔"

گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔  
"گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔"

گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔  
"گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔"

گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔  
"گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔"

گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔  
"گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔"

گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔  
"گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔"

گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔  
"گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔"

گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔  
"گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔"

گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔  
"گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔"

گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔  
"گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔"

گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔  
"گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔"

گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔  
"گھبرٹ نے اسے لٹکا کر ادا کیا۔"

جاسوسی ڈائجسٹ - 151 - نومبر 2014ء

نقشہ اول  
اچھے۔ اس پر گھبرٹ "گھبرٹ یا کی میت کے لیے۔" گھبرٹ کی  
جگہ پر نام لکھیں۔ گھبرٹ نے اپنا نام لکھا۔  
"میں نے اس میں رہا ہے۔" گھبرٹ نے لکھا  
پڑی۔ گھبرٹ نے اس کے ہاتھ سے لے لیا۔  
"اس میں اور بہت ہے۔" گھبرٹ نے لکھا۔

"اس میں اور بہت ہے۔" گھبرٹ نے لکھا۔  
"اس میں اور بہت ہے۔" گھبرٹ نے لکھا۔

"اس میں اور بہت ہے۔" گھبرٹ نے لکھا۔  
"اس میں اور بہت ہے۔" گھبرٹ نے لکھا۔

"اس میں اور بہت ہے۔" گھبرٹ نے لکھا۔  
"اس میں اور بہت ہے۔" گھبرٹ نے لکھا۔

"اس میں اور بہت ہے۔" گھبرٹ نے لکھا۔  
"اس میں اور بہت ہے۔" گھبرٹ نے لکھا۔

"اس میں اور بہت ہے۔" گھبرٹ نے لکھا۔  
"اس میں اور بہت ہے۔" گھبرٹ نے لکھا۔

"اس میں اور بہت ہے۔" گھبرٹ نے لکھا۔  
"اس میں اور بہت ہے۔" گھبرٹ نے لکھا۔

"اس میں اور بہت ہے۔" گھبرٹ نے لکھا۔  
"اس میں اور بہت ہے۔" گھبرٹ نے لکھا۔

"اس میں اور بہت ہے۔" گھبرٹ نے لکھا۔  
"اس میں اور بہت ہے۔" گھبرٹ نے لکھا۔

"اس میں اور بہت ہے۔" گھبرٹ نے لکھا۔  
"اس میں اور بہت ہے۔" گھبرٹ نے لکھا۔



$$= \frac{1}{2} \left( \frac{1}{2} + \frac{1}{2} \right)$$

حاسوبی ذالجت 53

۲۰۱۴ء - نومبر ۲۰۱۴ء

تسمہ راق کا دیکھیں رہے گی اور تم اچھے صاحبان! تمہارا  
حاصل پوسہ ڈانچہ ہے۔

نومبر 2014ء







ٹیمپسپیٹر کا گناہ ہوا ایک جنس بے اہمیت کی حیثیت اختیار کر گیا ہے کہ زندگی ایک اسٹیج ہے جس پر ہم سب اداکار ہیں جو اپنا اپنا کھیل دکھا کر چلے جاتے ہیں... یہی اداکار زندگی کے آغاز سے انجام تک ایک جوا کھیلتا ہے... جس میں خطرات اور حادثات کی بازی ہر پلی سانس کے ساتھ لگتی ہے اور آخری سانس تک جاری رہتی ہے... تخلیق کے نقائص ہوں یا بیماریاں... وہ زندگی کے ہر نوسیل کو شکست سے دو چار کرنا چاہتے ہیں مگر زندگی مقابلہ کرتی ہے اور یہ کھیل انسانی تدبیر اور نوشتہ تقدیر کے ساتھ زندگی کے تمام اہم اور غیو اہم فیصلوں میں جاری رہتا ہے... خوشی... غم... نفع... نقصان... دوستی... دشمنی... محبت اور نفرت... محب پار حبشہ کے وہ روپ ہیں جن سے ہر انسان ایک جوازی بن کر کے بیابان کوئیہ پر مجبور ہوتا ہے... جوازی... انسانی جذبوں کے رد عمل سے جنم لینے والی وہ گراہی ہے جو نگر نگر کلی کلی اور گہر گہر نشی نہیں نکلتی ہے اور ہوازی نہیں... آہہ بیٹی... بھئی اور چمک بیٹی... بھئی... تجسس اور حیرانی کے سارے رنگ دکھلائی جادو اثر تھریں...

# جوازی

امداد اقبال

سنو ہونے سے پہلے





نے کسی اور کو تیسے بتاؤں، کل اٹھ۔  
 "کہاں؟" میں نے اے پتھر کہا۔  
 وہ ٹھٹھکی سے ہلکا۔ "میرے ساتھ اور کہاں؟"

"اچھی اور اسی وقت؟"  
 استاد نے ناگوار سے مجھے دیکھا۔ "کیا فہم ل  
 سوال پر سوال کے چارہ ہے۔ یہاں تو نیا سا تو ملک اور قوم  
 کی تقدیر کے فیصلے کر رہا تھا۔ اور شاہی جے پٹا بھی لگے تو  
 نہیں لے جا رہے تھے۔"

میں نے کھجما۔ "شاہی، اچھے عورتوں کی مہلت نہیں مل  
 سکتی۔۔۔ مجھے بھی ایک شرابی کام تھا۔"

سکندر شاہ کی نظر مجھ پر جم گئی۔ سادہ ظاہر تھا کہ وہ  
 انکار سننے کا مادی نہیں۔ یہ جیوری کی حکم کاں نے سر ہلایا۔

"ایک دوروں۔۔۔ زیادہ سے زیادہ۔"  
 میں نے استاد کی طرف دیکھا۔ "ایک دو تھے۔۔۔ کم  
 سے کم زیادہ بھی ہو سکتے تھے۔ مجھے کسی کی حاش ہے۔ لے لے کا  
 کیا ہے، میں حاشی کے لیے لگوں اور قسمت کل ہارے۔"

استاد سے پہلے سکندر شاہ ہلکا۔ "تم لوگوں کی بات  
 کر رہے ہو۔ یہ کام مجھ پر چھوڑ دو۔ تم ایسے اب تک دھ  
 نہیں کر سکتے لیکن میرے وسائل کے ساتھ یہ کام یوں ہو  
 جائے گا۔" اس نے ہنسی بھائی۔

استاد نے ٹھٹھکی سے مجھے گھمراہ۔ "شاہی اسے باطل  
 سے کسی دھرم نہ لگائیں گے۔ تو اگلا ناکہ لڑیاں مارو پھر ہا  
 ہے کب ست۔"

شاہی نے جھل سے کہا۔ "میرا کام انجام پا چکا ہے۔  
 وہ چاروں کی بات ہے۔ شاہی دو چاروں میں سے نہیں سمجھیں۔"

میں نے کہا۔ "جیسے لگتی ہے بات مجھے۔۔۔ آئی  
 لیکن آپ نے صرف میرا کام سنا تھا۔ آپ کے سارے کام  
 ہو رہے تھے اور اب ایک ایسا کام آگیا ہے کہ میرے سوا  
 کوئی کر ہی نہیں سکتا۔"

اس نے سر ہلایا۔ "الفاظی ہے۔"  
 میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے، میں جیتا ہوں۔" میں کھڑا  
 ہوا تو میرے ساتھ سکندر شاہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

"شاہی، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ آؤ اور ایک کپ  
 چائے بھی نہ پو۔" استاد گھبرا کے ہلکا۔

"میرا کام ختم۔" سکندر شاہ نے دوستانہ انداز میں  
 اپنا ہمارے میرا کام ختم ہوا کہ کدہ پر رکھا۔ "فرمت  
 ملنے ہی میں خود آ جاؤں گا یہ وعدہ وصول کرنے۔"

اندر جا کے میں نے لباس بدلایا اور پتھر ہا کہ سکندر

"تو انکار کر سکتے ہے اُسے؟" استاد نے کھڑا اور حسرت  
 سے کہا۔ "تو اپنا کسٹم بنے تو۔۔۔"

"تو زیادہ بہت تو ہوں۔ تم مجبور تھے استاد۔ مجھے کیا  
 کیا رہی۔ یہ کہ میں اس کے شرکاء تمام بن جاؤں؟"

"اے پتھر، پتھر، پتھر، اس سے اپنی بات کیا ہو سکتی  
 ہے۔ تو کمالی کہہ رہا ہے۔ اتنی کے ہاتھ لے۔۔۔"

تقدیر کی لڑائی قسمت گھمراہ۔ میں تیرے لیے کچھ نہیں کر  
 سکتا۔ میں آپ کے لیے بھی پتھر نہیں کر سکتا تھا۔ تیرے ساتھ  
 بات سے بات نہ ملتی تھی۔ اب میری زندگی بدل جائے گی

اور ان کے اعداد و شمار تیری ہر بات کا۔۔۔ جو کا مقصد  
 تھا کہ سکندر شاہ کی مدد ہوگی تو آسان ہو جائے گا۔

میں نے کہا۔ "میں کام کی بات کر رہا ہوں استاد؟"  
 "اب ایک مہینہ دوں گا تو حسب کچھ آجائے

کے۔۔۔ مجھے خود بھی چاہیے۔" استاد نے ہنسی تو سکندر شاہ  
 نے ہنسی کر کے گا اور لے کے تیرے سامنے کھڑا کر دے گا

اور وہاں سے دور شاہ کا کھانا سے بدل لے سکتا ہے تو۔"  
 میں نے سخت سے کہا۔ "استاد تم ہر ارض ہو گئے۔

میں نے جیوری کی بات بھی سنا ہوں۔ تم نے بھی کہا اور میری نے  
 جی۔ میں پہلے کچھ کاجیل چھوڑ دوں۔"

دو خوش نظر آئے گا۔ "پھر؟ کیا کرنے پر خیال  
 چھوڑا ہے؟"

میں نے ہنسی سے پر دل نہیں ہوا استاد۔ یہ ایسا  
 سادہ نہیں کہ میں اس کو دیکھتا ہوں۔"

"مادہ دل کا ہی مشکل ہوتا ہے۔"  
 میں گاڑی کے پلن پر بیٹھ گیا۔ سکندر شاہ نے باہر جھانکا اور

سکندر شاہ کی گاڑی اندر آ گئی۔ وہ سیدھا مادی طرف آیا۔  
 شاہی کے ساتھ میں بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے اپنے لیے

جیوری کو قرب کیا۔ سکندر شاہ بھی سلام دیا کہ بھٹو  
 لے کر بیٹھ گیا۔

"میرا کام ختم۔" میں کسی اطلاع کے بغیر آگیا  
 تھا۔

خیریت تو ہے، شاہی؟ استاد ہلکا۔  
 "میں خیریت ہوتی تو ایسے کھانا کھا ہوتا؟ میں؟  
 نہیں، بالکل۔" اس کے لیے میں گھمراہی تھی۔ "ٹھیک مشہور  
 یہ مسئلہ آگیا ہے جو تھمرا ہوا ہے مل ہو سکتا ہے۔"  
 میں خیراتی سے چلا۔ "ایسا کون سا مسئلہ ہو سکتا ہے  
 گاڑی؟"

اس نے سر ہلایا۔ "ہے یا۔۔۔ میرا ذاتی مسئلہ

سے پہلے لو دین یوں مجھے غصہ تھا جی جیسے وہ ہفتی دو کی  
 نظر آئی تھی اور میرے حواس نے مجھے ایسا دھوکا دیا تھا کہ  
 میں نے اس کے قرب کی خوشبو کو محسوس کیا تھا۔ اسے غصہ  
 مادی وجود مان کے اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کی تھی۔  
 میرے ہاتھ کیا آئی۔ میں دروازے یا دروازے سے گھبرا کر  
 دوسرے سب مجھ سے پوچھنے روڑے تھے کہ کیا ہوا؟ تو  
 کی طرف میں نے اپنے برائی کر دیا کہ وہ کھانا ملا کہ اس  
 کرے زمانہ بیت چکا تھا۔

یہ میرے خیالات تھے جو خواب میں جاتے رہتے تھے  
 میرے جذبات کی شدت تھی جو کسی کسی خواب کو زندگی کی  
 حقیقت یا حقیقت بنا دیتی تھی۔ کیا ایسا سب کے ساتھ  
 تھا۔ شاید جیسا۔ خود میں نے انہیں سے جہان ہونے کی  
 مانے کئے اور ہاتھ خواب دیکھتے ہوں گے۔ ان کو  
 آگے کھینچے ہی بھول گیا تھا۔ پہلے کسی خواب پر مجھے غصہ  
 کہاں نہیں ہوا تھا۔ ایسا اب اور ہوا تھا۔ آخر کیوں آگیا تھا

دستی پائی تھی؟  
 استاد کی آواز پر میں چلا۔ "مجھے تو چاہ تھا۔۔۔

میں نے چہرے پر ہنسی کہا۔ "ابھی نہیں۔"  
 "ہاں، میں نے دیکھا کہ جیسے تو وہیں کھڑی تھے۔"

و ایک کر رہی تھی۔ "کھانا ہمارا، ہوتی کر یا؟"  
 "نہیں۔"

وہ ہنسی۔ "تو نہیں کیا تو کیا چھوڑ دیا ہے؟" ایک  
 بات بتائی تھی تھی۔۔۔ سکندر شاہ آ رہا ہے۔"

میں نے تھرائی سے کہا۔ "سکندر شاہ یہاں کھانا  
 ہے؟"

"ہاں، ان کی کیا تھا اس نے۔ میں اسے روک تو نہیں  
 سکا تھا۔ یہ پہلے ہی نہیں آیا۔"

"خیریت تو ہے؟"  
 "یاد ہے مجھے جیسا معلوم۔" خیریت ہوگی یا نہیں ہوگی

مجھ سے کام ہو تو خود تھمرا دیتا یا لیتا۔  
 "مجھ سے بھی اسے کام ہو سکتا ہے؟"

"جیسے اس کی ہوتی کوئی لڑکی تو میں کہتا کہ اس نے  
 مجھے ہند کرنا ہے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ میرے  
 بارے میں اس کی رائے پہلے بھی ہو گئی تھی اور اس سے مجھے

کے بعد خود تو نے دیکھ لیا تھا کہ وہ جیوری کو رکرت ہے۔ مجھے  
 اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے اور میرے ساتھ انور کو بھی۔  
 "میں نے اپنی جیوری بھی۔"

مجھے خود کو یقین دلانا مشکل ہو رہا تھا کہ جو میں نے  
 دیکھا یا محسوس کیا وہ سب ایک خواب تھا اور میں حقیقت  
 سے دور کھینچا تھا۔ جواب بھی مجھے گزشتہ زندگی کا ایک  
 حصہ لگتا تھا۔ ان واقعات جیسا حقیقی محسوس ہوتا تھا جو گزشتہ  
 ہوئے کل کا حصہ تھے یا اس سے پہلے والے دن میں پیش  
 آچکے تھے۔ خواب کا ہر محریر سے سامنے تھا۔ خواب میں  
 کی جانے والی جھگڑا بر لفظ مجھے یاد تھا۔ سادہ خان نے  
 مجھے کیا بتایا تھا۔ وہ جس کرے میں تھا اور چار پر اٹھا۔ ہر  
 تھو جو میں نے لیا تھا۔ وہ طوطے کے بارے میں کہا تھا اور میں  
 کے لیے۔ میں دیر لگتا تھا۔ اگر وہی بار نہیں تو کیا ہوتا تو میں  
 یادداشت کی مدد سے میں ابھی جیسے مشین نوٹو کالی بناتی  
 ہے۔

سادہ خان کے ہمارے کمرہ دیکھنا اور پھر یوں  
 چہرے میرے سامنے تھا۔ میرا ایک لاکھ کا انعام مست  
 بھول۔ اس نے خاندان دار سے کہا تھا۔ اور خاندان دار کا  
 سٹاک چہرے اور اس کے قاتلانہ الفاظ کو دیکھا فریہ۔ یہ تو  
 بہت بھاگا۔۔۔ بڑے روپ بدلے مگر قانون کے لیے  
 انھوں سے غی کے تو کہاں جا سکتا تھا۔ مجھے اس وقت بھی  
 یوں لگا رہا تھا جیسے کھڑے دار پر ہار دینے پر کسی کا پسند میری  
 گردن میں کسی کو دیا ہے۔ میرے لیے جیسی کرنا مشکل تھا کہ  
 ایک رات میں یہ دوسرا خواب تھا۔ اس سے پہلے استاد اور  
 کلثوم مجھے ملا کے ہاتھ جیسے جب میں نے خورین کو دیکھا  
 تھا۔

میرا وطن شک ہے نہ لگا۔ میں نے اللہ کے پانی چا  
 اور بہت دیر تک خالی گلاس ہاتھ میں تھا۔ سیدہ کو روک کر ہا  
 جس پر سینا اسکرین کی طرح مگر خود روشنی ہو کے شیشے  
 جاتے تھے۔ خاندان دار کے ایک دھماکے سے اندر آنے  
 سے پہلے سادہ خان اٹھا تھا کہ مجھے کیا کا دو اور کھانا  
 جو خورین کا کھانا تھا۔ کیا ہوا اگر خاندان دار کچھ نہ آتا۔  
 مجھے اتنی مہلت مل جاتی کہ میں خورین کی قبر دیکھ لوں۔ پھر  
 چاہے خاندان دار مجھے قبرستان سے کجارت یا واپس آتے  
 ہوئے۔ وہ قبر گئی میری یادداشت میں محفوظ ہو جاتی۔

میں باہر آ کے کھانا دیا۔ خواب تو خواب ہی ہوتے  
 ہیں۔ خواہ کتنے بھی حقیقی محسوس ہوں۔ اگر سادہ خان مجھے  
 خواب میں خورین کی قبر دکھاتا تو کھانا فرق پڑتا۔ وہ سب میر  
 حقیقی اور خواب کا حصہ تھا۔ رات کی بات تھی۔ ایک رات  
 میں اور خواب جو حقیقت کی طرح تھے۔

خواب کو حقیقت سمجھ لینے کا یہ پہلا واقعہ نہیں تھا۔ میں

خواب کو حقیقت سمجھ لینے کا یہ پہلا واقعہ نہیں تھا۔ میں

خواب کو حقیقت سمجھ لینے کا یہ پہلا واقعہ نہیں تھا۔ میں







PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY





[illegible][illegible]

میر ہند، میر جہانگیر، میر سزا اور میر سزاؤں کے تھے۔ جھک پڑا۔  
 کے وہ چٹو گیا۔ "وہ پانچ کل کچھ کھینچ کر تو بھر گاڑی سے لے کر  
 چل پڑا ہے۔ پہنچے گا رات بارویکے۔ یہ ہے کوئی مشکل مندی  
 کی بات؟"

رات تک جب وہ ریل ہو گیا تھا تو میں نے کہا۔  
 "سکندر شاہ قیام میر نے خیالی میں تو کیا ہوا۔"

"کیا ہوا؟" "اور میں نے سوچا۔"

میں نے کہا۔ "اگر قلائد وقت پر آجانی تو رات پور ت  
 پر شاہ میر سے تھا۔"

"شاہ؟ کیا تھا؟"

"آپ تو صرف بیٹے کے لیے سوچ رہے ہیں۔ مگر  
 جب روزینہ آپ کے سامنے آئی تو کیا خیالی ہے وہ آپ کو  
 سر نہ کر سکا مگر کئی اور آپ اس کے سر پر دستِ شفقت رکھ  
 کے دعا دیتے۔ بی بی نہیں، آپ کو دیکھ کر اس پر ہنسیا غالب  
 آسکتا تھا۔ کچھ کہ اس کے خیال میں اس کے خاندان کے  
 قائل آپ تھے۔ آپ کے سچے کلام سے بے گناہ قسم۔"

"اتنی بے خوف بی بی؟ وہ مگر وہاں بیٹے سے کرتی۔"

"یہ سب روزینہ کی نہیں۔۔۔ بی بیانی مڑن کی بات  
 ہے۔ میں وہاں کیسے جاتا کہ میرا وہ کچھ دیا ہے دینا نہیں  
 ہے۔ کیا وہ بچی میری؟"

وہ ہنسنے لگا۔ "یہ تو میں سوچا تھا میں نے۔۔۔ مگر  
 اب مجھ کو پتا چلے ہے؟"

"جو نہیں، وہ سحر آجائیں پہلے۔۔۔ روزینہ  
 روئے، چلیے چائے۔۔۔ دل کی بھڑاس نکال جائے تو وہ  
 شے کی تیار ہی بنت۔۔۔ اور باؤ آخر مانع بھی نہ لگی۔ ہلکی  
 سے بی بی اس کا مال خراب ہو گا مگر وہ کہے کی کہ تجھے ابھی جانا  
 ہے ناں باپ کی قبر پر۔"

"اویں مسئلہ کا حل بھی نکال دینا۔"

"بھڑ تو یہ ہے کہ ماں ات بھجوائے۔۔۔ اس کے  
 بعد آپ اور میں سامنے جائیں اور مراد پوشش کر کے اسے  
 سناوے۔ وہ ضرور اسے سکران آور گواہی دے رہا ہو گا اور  
 وہ قاتلوں سے باہر ہونے کے لئے زیادتی بگڑے کے انکسشن دے دیا  
 جائے گا کوئی ڈاکٹر ہے ایسا؟"

اس نے فکر کر لیں سر ہلا دیا۔ "میں باز لیا ہوں کہ  
 ایمر بنی ہے۔۔۔ اس کا تو آپ بھی آئے گا۔"

میں اشارہ کیا کہ آسمان کے صحرے سے کسی تیار ہی کے ہاتھ  
 آجائے اللہ کے آگے تھا بلکہ لایا تھا تھا۔ ابھی تک میر سے تن  
 پر دیکھ کر کہیں سے سے جو کس نے سوتے جاگتے ہستیاں کیے





حاجیہ ڈاکٹر — (171) — ستمبر 2014ء

جاسوسی ڈائجسٹ - 170 - نومبر 2014ء





تھے۔ وہ ہم بھی ملے گی تھی۔"

"میں جگر بڑا کیا تھا۔ مرتد میں۔" میں نے کہا۔  
"اور وہیں اسی قید خانے میں بچھا گیا تھا۔ یہ جیسے ہی بچھیں  
کسی نے؟"

اس نے اقرار میں سر ہلایا۔ "ہاں میں نے سب بچا  
تھا۔ یہ بھی کہا تھا کہ اب اس نے تھوڑی بہت جیت لی ہے  
بات آخر ہم نے اسے دل سے قبول کر لیا ہے یہ سب ہے۔"  
"اے، مگر اب اُن باتوں کو دہرانے سے کیا  
مائل؟"

"اے، نے جنہیں اپنی فراخ دلی میں نے لیا تھا اور  
جانشین بھی بنا رکھا؟"  
"میری کچھ میں نہیں آتا کہ تم یہ سوالات کیوں کر کرتی  
ہو مجھ سے؟"

وہ ہر دم ہوتی۔ "سب کچھ جو تم کیسے سوالات کر  
تھو گئے۔ لیکن سب سوالات کرنے والی میں کر چکی  
ایکے جادو نے یہی کہ کاٹن پہنا دیا تو مجھے اپنا ہوش  
رہا۔ لیکن وہ سوالات اپنی جگہ تھے۔ میں بھولی نہیں کہ کسی  
طرح ایک رات میں میرے سارے خاندان کو موت کی  
خبر سنائی گئی۔ تم کچھ اذکدہ کو بچاؤ لانا تھا۔"

"شاہد نے میرے ساتھ ہزاروں میں دم توڑا۔ ایک لڑ  
پہلے وہ میرے ساتھ تھی اور یہ بھڑکتی تھی کہ ہم اُن کے نکلیا  
میرے لیے یہ مدمر معمول تھا۔ میں یا کب ہو گیا تھا۔ اُس  
وقت دیر اور ہوتا میرے پاس تو میں شاہد کے تاج کی  
پینے میں ساری گولیاں اتار دیتا اور اسی پاک پیٹا کی کھینچا  
میں شاہد کو چھوڑ کے بھی بھاگتا تھا کہ وہ میرے ہاتھ آئے تو  
اس کی گردن توڑ دوں۔ تم جانتی ہو کہ خالی ہاتھ میں ایسا کر  
سکتا ہوں۔ جڑو کرالے آتا ہے مجھے۔ اس کے توجس کا دم  
میں لایا تھا۔ وہ سب بڑا کڑے ہے جو اسے ہاتھ  
والا کہہ رہے تھے۔ میرے لئے ایک تو وہ سب ڈاکو تھے لیکن  
وہ سب اور دوسری کا تو میں میں جڑو کرالے ہو گئے۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو؟" روزیہ نے میری  
آنکھوں میں آنکھیں اُل کے کہا۔  
"تم جو چاہو کہہ سکتی ہو۔ میں یہ اُنشیاں بالوں کا۔" میں  
نے آواز دے کر کہا۔

"کچھ تو ہے۔ میں اخباروں میں دیکھ چکی ہوں۔ وہ  
انچھا دانا نہیں۔۔۔ مگر آخر تھا۔" وہ چٹکے بولی۔  
"تمہاری مرضی اخبار پر اختیار کرو یا مجھ پر۔۔۔  
لیکن کچھ پر پہلے تم نے اتفاق کر کے جھوٹ نہیں بولنا۔"

بہر حال مٹی۔

"مگر یہ سوال کیوں کیا تم نے مجھ سے؟" میں نے  
کہا۔

"باقی نہیں بہت پسند کرتی تھی۔ پاگل تھی تمہارے  
لیکے۔ تمہاری ہر بات مجھے بتاتی تھی۔ ہر وقت تمہاری بات  
کرتی رہتی تھی۔ میں تو ناچ آجاتی تھی۔ اب تم اس سے  
شادی کرنے والے تھے۔"

"ہاں، مگر سوال کیا ہے؟ جو چاہتا تھا اسی تھی؟"  
"تم کو کیا مضمحلہ ہے اس کی موت کا؟"  
"جتنا سسک رہا کی موت کا۔" میں نے سہات لکے  
میں جواب دیا۔

"تھو تو نہیں آتا۔"  
"میں مدد کا اختیار کسی کو دیکھنے کے لیے نہیں  
کرتا اور میں تم سے بچوں کو تمہارا مدمر مضمحلہ سے یا صرف  
دکھاؤ کر گیا نہیں برا نہیں لگے گا؟" میں نے ہاتھوں کا  
اختیار کیا۔

"اسے کس نے مارا تھا؟" روزیہ نے سوال داغ  
دیا۔  
"اس وقت تو مجھے معلوم نہیں تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ  
انچھا دانا مارا گیا تھا۔"

"بعد میں کب؟"  
"کچھ دیر بعد جب وہ سارے ڈاکو فرار ہو رہے  
تھے۔ کارروائی کے بعد۔۔۔ اس کی ہسٹری بعد میں معلوم  
ہوئی۔" میں نے کہا۔

"تین دن تو بھی یہ نام نہیں بنا۔"  
"میں نے کب سا تھا۔ وہ کوئی مشہور ڈاکو تھا۔ اس  
کے سر پر اس لاکھ کا انعام تھا۔ یہاں سے بھاگ کے سندھ  
چلا گیا تھا اور کسی دوسرے کی سرپرستی میں اور اُنشیاں کرتا  
تھا۔"

وہ کچھ دیر غماصی رہی۔ "تم تو چور و دہریوں کی ٹولی  
میں تھے۔ ان کا بڑا اتحاد مائل تھا نہیں۔ مگر تم میرے ابا  
کے گھر بیٹے؟"

"کیسے بچے؟ یہ بھی پوچھو۔" میں نے اس کی بات  
کاٹ دی۔  
"وہ معلوم ہے مجھے۔ وہی مرضی کے خلاف۔"  
"صاف کہو۔۔۔ مجھے انوکھے قیدی کی حیثیت  
سے لے جایا گیا تھا۔" میں نے سچ لکھ کر کہا۔

"پلو ہو گی سہا اُنشیاں میرے ساتھ تم بھی ملے تھے  
نہیں؟"

"خبر جھوٹ کیوں لکھیں گے تم ہی بتاؤ۔"

"انبار وہ لکھتے تھے جس کے لیے چھاپے۔ تم آن  
کی جانت یا سیاست کو کیا جوتو۔" میں نے لکھ کر کہا۔  
"میں نے دیا ہو گا تمام اخباروں کو اتنا بڑا کہ وہ  
خبر ان کے بچانے کا اہم کام تھا۔"

"میں بھی نہیں مگر جب فرصت ملے یہ سوال ضرور پوچھتا  
تھا۔ میں نے ان سے پوچھا۔۔۔ اور جو معلوم ہو وہ لکھ  
دیتے تھے۔"

"تم جانتے ہو کہ ماہر کو؟" اس نے کہا۔  
"میں نے بھی نہیں سنا۔" وہ دیا۔ "تم جانتی ہو تو مجھے بتا  
دے۔"

"ہاں میں جانتی ہوں۔ سارا زمانہ جاتا ہے  
سے سکندر شاہ پاتا تھا۔ مجھے دار سکندر شاہ۔ جو میرا اما  
جی ہے اور سرسری۔ تم یہاں کی کرنا کہ وہ میرا تو گھر ہے  
نہیں؟"

"میں یہاں کام کر رہا ہوں۔ سکندر شاہ کے ایک  
پرانی حیثیت ہے۔"  
"پتھر؟" وہ چلائی۔ "اسی تم نہیں جانتے کہ وہ  
میرے باپ کا چچا تھے۔ خاوند مراد کا مکی۔"

"میرا اسی کی دوستی تھی سے کیا ملے۔ سکندر شاہ میرا  
بھائی نہیں ہے۔ دوست بھی نہیں ہے۔ اس نے مجھے بھلاؤ شیر  
بھائی اور میں۔"

"جھوٹا سب جھوٹ۔"  
"میں نے اپنی بات جاری رکھی۔" اور مجھے چھوڑو۔  
"نہیں میں نے تیرے میں۔۔۔ تم یہاں کیوں نہ گیا نہیں  
میں نے اس کا سکندر شاہ تمہارے باپ کا بھائی دیکھی تھا۔"

"نہیں۔ میں مراد کی وجہ سے ہوں۔" وہ تھلائی کی جگہ  
پر ہاتھ رکھا۔  
"میں کبھی کوئی وجہ سے ہوں۔" میں نے جواب دیا۔  
"ایسا کیا کام آتا ہے نہیں آخر۔۔۔ کہ اس نے  
نہیں پانچواں کیا؟"

"میں نے کہا۔" تم تمہارے مسرت پوچھنا اور میں  
اس سے تو اور کو آخر کی ہے تو کہہ دو ایک مثال غافل  
نہیں ہے۔ میں اور کو دوست ہوں اور سکندر شاہ کچھ  
سنا۔ میں چٹکے دیکھ اچھی کر سکتا ہوں۔ یہ پچھلی انور کے  
پر ہم والد کا بھی تھا۔ انور کی اس مجھے پتا نہیں ہے۔ اس پر  
میں اور اُنشیاں نہیں ہوا چاہیے۔ انور کی شادی دیکھ سے  
رہی ہے۔ کیا تم اس پر بھی اعتراض کر دیتی؟"

جاسوسی ڈائجسٹ - (175) - نومبر 2014

جواہر

اس کی اپنی ہی صحت کے خباہت سے کی ہوا اُنشیاں ملے تھی۔  
وہ روزیہ بھی مگر میں پتا تھا کہ بات حال تھی ہے تو پھر انعام  
تک پہنچ جائے۔ سال اٹھائے پنجے میں اسے تھک کر لے  
میں کافی حد تک کامیاب ہو گیا تھا۔ "میرے خاندان کو ڈاکو  
کا پیرستہ سکندر شاہ نے قتل کر لیا۔" وہ بچوں کی طرح خند  
پڑا تھا۔

"تم پتا ہو اس کے خلاف قانونی کارروائی کرو۔ خود  
قتل کر دو اپنے ماموں کو۔۔۔ لیکن میں دیکھوں گا کہ  
دیکھا تھا، جس میں جانتا ہوں کہ کچھ ہے۔ تم جانتی ہو کہ میں نے  
مراد کی اور تمہاری مدد کی۔ دیکھو کہ تمہارے ساتھ جانے دیا۔  
تم کو بھی مجھ پر اعتماد تھا۔ کوئی دیکھ کر کہ تم میری بات نہ  
مانو۔ چھوڑو اس سب کو جو میں نے تمہارے لیے کیا۔"

میں انبار پر پھر نہیں گیا۔ مجھے یقین تھا کہ بازی میں  
نے جیت لی ہے اب وہ روزیہ نہات مگر جانتی رہے۔ روزیہ رہے  
لیکن کچھ تک وہ میرے کچھ کوڑی گولی کی طرح گلے  
کی۔ سکندر شاہ نے جو کام مجھے سونپا تھا میں نے کر دیا تھا  
کہ کہہ دے اس میں سب کی بھلائی تھی۔

میں نے موش پا کے مراد کی پورے سکندر شاہ کے  
گوش کرار کر دی۔ "میرا خیال ہے کہ میں اس کا ذائقہ  
چنے میں کافی حد تک کامیاب ہو گیا ہوں۔"  
وہ مجھے ہسان مندی سے دیکھتا رہا۔ "مجھے معلوم تھا۔  
تم یہ کام کر سکتے ہو۔"

"اللہ مجھے اس جھوٹ پر صاف کرے۔"  
"تم نے بڑی نیکی کرائی ہے سیر، تم نے کیا نہیں کیا  
میرے لیے اور اس گھر کے لیے۔۔۔ اور کون تھا۔"

"انور تھا۔ آپ کا بھائی۔" مجھ پر۔  
"وہ بھی تمہاری وجہ سے تھا۔ وہ نہ پہلے تو مجھ کے باپ کے  
سلام کرنے نہیں آیا۔ چھوٹا تھا۔ وہ بھی میں اس کا۔"

"وہ اچھا آدمی ہے۔ کسی کی گھنٹی نہیں پاتا۔ اس کے  
باپ نے ان کے حق میں رکھا اس لیے وہ بھی نہیں آیا  
تھا۔"

"تم اسے لے آؤ گے میرا دم سنبھالنے کے لیے؟"  
"میں نے کہا۔" میں کوٹھل کر کہہ گا۔ لیکن اسے مانتا  
تو نہیں کہ تھا۔ دیکھ کے اس کی آواز میں کچھ۔  
"مجھے اب دنیا کے کاموں میں دلچسپی نہیں۔ جب  
اور ت کوئی نہیں۔"

"کیوں؟" آپ کو پتا ہے اس کا وارث۔۔۔ یا اپنی  
مالک ہوگی۔" میں نے کہا۔



جواباً

”سکندر رشاد کی بیوی اور مرادی نے دکر ت گئی۔ وہ سب نہیں ہو  
 گا جو تم نے کہا۔ میں خود اس کا نہیں ہوں۔“

”بات کیسے کر رہے تھی اور میں نے۔۔۔“ فوٹو نگار نے کہا۔  
 ”جی ہاں، یہ وقت سکندر شاہ اس کی بات اور میری فکریات کے  
 سامنے ہے۔“ محرر اہل بات تو رہی ہے جو سامنے کہا۔ وہ  
 میرے بیان پر ہنس کر ہنس کر ہنس کر رہ گیا۔ ”اوہ جیسے اپنا جہد و زور  
 قائم رکھنا چاہتی ہے۔“ آئے والے فوٹو نگار میں مجھ پر بات تو تھیں  
 نہ تو کر رہا تھا۔ اس کے دل میں اور ابھی شک و ہوا تو یہ مجھے  
 اتنے گئی اور میں آسانی سے اسے مطمئن کر لوں گا۔ اس  
 بات سے تم بے دخل ہے محروم ہو۔ لیکن استاد خطرے میں نہیں  
 ”۔۔۔“

اس کا چہرہ ایک سوالیہ نشان بن گیا۔  
 "میں نہیں کہہ رہی ہوں۔ روزیہ سے مجھے کوئی دخل نہ  
 ہے۔ میں نہیں ہوتا۔ لیکن یہ خوف مستند دشمن کے دل میں خلش  
 جن کو دے گا کہ کبھی یہ دانا ناش نہ ہو جائے گی۔ مار ستم اسی  
 ملک تمام مجھ ہے۔"  
 اس نے آہستہ سے آواز میں سر ہلایا اور مجھ کو دیکھتا  
 تھا۔

”اس نے قہر مچا دیا ہے تمہیں، لیکن جاؤ اس شہر سے۔  
بہت دور چلے جاؤ، کم ہو جاؤ، لیکن زندگی میں دینی لوٹنا نہ  
مخفی شائستگی کے ساتھ۔“  
”کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وہ بولا۔“ ”لیکن کبہر  
ہے تو۔“

”میں تم سے راپیلے میں رہوں گا۔ انور کا خون نہریاد  
 رکھیں اور اسے اپنا نہیں بتاؤں گا۔ تم جانتے ہو مجھ سے بڑے  
 بھائی کا نام۔۔۔۔۔ وہی تم بتاؤ گا۔ میں مجھ جاؤں گا۔“  
 ہم چپ بیٹھے تھے جب کلثوم اندر آئی۔ ”ایسے  
 خاموش بیٹھے اور کھال ہے۔“

”صرف دو چور تھیں خاموش نہیں بیٹھ سکتیں۔“ میں نے کہا۔

کھانے سے دوران میں نے پوچھا: "اور آج کیا تھا؟"  
 "دو پرواز کا تجربہ کیا ہے لیکن اس نے بھی ہوا میں  
 نہ اڑ سکا۔ بہت شرم ہے۔" وہ کہی۔  
 "چوڑا غلام ہے۔"  
 "نہیں، گھٹے۔" آزمائش ہے۔ اسمانی سے کچھ مل

17- نومبر 2014ء

[illegible]

"اگرچہ وہ بھی سکتا ہے پتھر..... چھپو کون جاننا پاتا ہے۔  
 پھر وہ اپنی بات کرتے گا شکوہ رٹا رہے ہو وہ آج کل نہیں  
 دیکھ رہا ہے کسی پرستی میں ہے" وہ کہے گا کہ شادی، گھر سے  
 بندے، خیروں کا نام کر رہے ہو جب کام تم نے اپنے بندے  
 سے لیا تھا۔ یہ کہنے کی سرزدوں والی بات ہے۔ اس وقت دو  
 وزیر اہل بیت چھاننے کے لیے کہے گا کہ..... صاحب! آپ  
 ہمیں کیا بات ہو ہم نے اسکا کوئی بات نہیں کی۔ مگر تم آئے  
 ہو کہہ دو کہہ دو اس بندے نے کیا ہے اور اسکی جو  
 شکوہ ہے تمہیں دلائل پر چڑھا دے، دوسری چیز حادے  
 کا کہنا نہیں دوسرے حوالے کر کے کہہ گا کہ ایسی بات ہے جو  
 ہم کو ہرگز ہرگز ہرگز اور نہ ہی تمہیں بھیج دے گا انچھو والا ہے  
 کہہ دو وہی کہے گا کہ اس کی ملک سلیم صاحب! آپ نے

نہرونی کا ایک مختصر وفد کشمیر ہوائی کے آگے تھے۔ انھوں نے ہوا کی ہوائی جہاز پر اچھا آمرا کے ہیٹ سے لڑنے کے لیے جو رہا، وہ کب آئے؟

انھوں نے فوراً جاننا لیا کہ یہ ایک اور شخص تھا۔

ہم نے انہیں تو کسی نے جانے پائی لاکھیں تھیں جو چھانڈا  
 ہر طرف اور چھانڈی کی طرف دیکھا۔ "جائے بی اور  
 جانے نہ دیتے اور اب۔۔۔ گھبراہٹ لگے گا۔"  
 اور وہی تھا چھانڈ میں جانے لے کر آئی اور پھر

میں نے بھی اس کی خبر لی ہے کہ اس نے کہا۔  
 میں نے بھی اس کی خبر لی ہے۔ اس نے کہا۔  
 میں نے بھی اس کی خبر لی ہے۔ اس نے کہا۔

اس کے بعد بھی وہ کہیں نہیں جاسے گی تھیں گرنے۔  
 کہیں نہیں کہ وہ ایسا کر نہیں سکتی۔ اس لیے کہ وہ مجھ پر  
 اتنا کہ تھا ہے۔ اب یہ باتیں سے کہ وہ مجھے جھوٹا سمجھتا  
 ہے اس لیے کہ میں اس سے تھوڑی تو کھڑے۔ پھر میں نے  
 اس کے لیے کہرتے نے آج تکہ فیروں سے بات نہیں کی۔

جوابی قرآن الحسین

مرد ہو۔ اس دن یوں سکندر شاہ مجھے یہاں سے لے گیا کہ انہیں کو  
 بھی سمجھ نہ تھا۔ "مگر میں نے اسے ساری بات بتائی۔"  
 وہ خاموش اور حیرانی سے سنا رہا۔ "تم ہی وہ شخص  
 جان بچی میری۔"  
 "میرن اچھے ہے؟"

[illegible]

مگر ایسی بات کہاں چھٹی ہے۔ میں نے کہا کہ جو سب  
یاسات ہے۔ وہ یزیدوں کے ہیں۔ اسلئے مجرم ہو جاتا ہوں  
کہ کاظم دے دیا جو پہلے ہی سفرو ہے۔ بالآخر میں نے  
سے ڈاک کر لیا کہ یہاں پوچھ کر متا ہے ایسے ہی ہوئے  
تھا۔ خبر یا یہی ہی تھاں جانی ہے کہ سے کوئی میرے کوئی  
نہاں بھر دساتے ہو مجھ پر کہ میں اس سے تھوٹ جیسا کہ  
تو خود بھی نہ جانتی۔“

”میں نے تو سمجھنا ہے یہ نام سن۔ اس نے بتایا کہ وہ  
 پہلے یہاں تھا مگر منہ کے اگلے میں جا کر گیا۔“  
 ”وہ اب یہاں نہیں ہے۔ اسے چار تو تیر کی ٹیڑ  
 میں لے گیا۔“ اسے کون بتانے لگا۔ جوابات صرف  
 ان افراد تک محدود تھی۔ سکندر نے مجھے بتائی۔ میں نے  
 روایت کو قلم کیا ہے۔“  
 ”تو میں جانتا تھا کہ اس سازش لوگوں کے جھگڑنے پر  
 سکندر کو روک دے گا کہ نہیں روک دینا تو ہمیں سے مل گئے

”تسبیح گنبدہ“ ان کے کاروبار کو خود متبہا بنے نکلے۔۔۔۔۔  
 جس کو نیکو رکھ رہوں گا۔۔۔۔۔ دو غلام ہیں دیکھنے والے۔۔۔۔۔ اور مراد کی  
 ماں، وہ اس وقت بھی کس کا بندہ ہے۔۔۔۔۔  
 ”ایسا بھی کی باتیں نہ کریں شادمان۔۔۔۔۔ سپہ طلیک ہو  
 جائے گا۔۔۔۔۔“ شمس نے نرمی اور اطمینان سے کہا۔

اسی بات میں اپنی سیدہ بی بی اور بیوی پر غور کرو تا کہ یہ بڑا عجیب اتفاق تھا جو قدرت کی مداخلت کی گواہی تھا۔ جیسے کوئی اور قدرت میرے ارادوں کی راہ میں حائل ہے۔ یہی سنی سے نفی کا راستہ بن رہی ہے۔ مجھے خود بین کی تلاش میں نہیں جانے دیتی۔ اس میں ایک کے بعد ایک ہزار راستہ روکنے لے آتے ہیں۔ پہلے نور بادشاہ، پھر ان کا باپ اور اس کی والدہ۔۔۔ پھر شہزادہ آئین نہیں سب نے پہلے ریشم آئی۔ پھر آئی گوگ کے بعد دھڑے آتے تھے۔ یہاں تک کہ خود حق سامنے۔ اس کے بعد کاراسم اور اس کی لاجپاب نے اپنی کلوشم کو مجھے بڑے پیار سے اور بڑی اچانکیت سے چور کی جتنی تھی۔ آخر میں سکندر شاہ آگیا۔ ایک عادت کے بعد نور بادشاہ کو خدا ہو گئی۔ چہ وہ چہ میرے ارادوں کو تو اسباب سمجھنے والے آتے گئے اور میرے غم کی خستہ کا جب بنے۔ ہمیں تک میں خواہش کی شدت کے باوجود بین کی تلاش میں نہ جاسکتا تھا۔ مجھے اب خود سے بھی شرم لگتی تھی۔

انگے وطن روانہ نہ سے میری کوئی بات نہیں ہوگی۔ میں  
 شہر و مٹا سے اجازت لے کر استاد کے پاس چلا گیا۔ وہ  
 نے دیکھ کے کچھ حیران اور خوش ہوا۔ ”آج بھی شہر اوسے؟“  
 پھر کاراستہ ہی بول کر اچھے آتشہ۔  
 میں نے کہا۔ ”ختم جائے ہو استاد۔ میں نہیں آسکتا  
 شہر و مٹا کی حالت اسکا بھی اوندہ کی ہی جی جی۔ سب  
 برا حال ہو چکی کا۔“ مراد کی جی جی کا۔  
 وہ لڑائی میں کھڑے میرے سامنے بیٹھ گیا۔

اس کو دوزخ میں لے جاتا تھا۔ انہوں نے کہا: ”ہاں! ہم مکر سکھنے کے مدرسے اور روٹی ہے۔ ہاں نہیں بولی۔ پہلے ماں باپ اور بہن بھائی۔ اب شوہر کیا۔ وہ آؤ گی ان کے سوگ میں۔ اب بیٹی بے گھر ہے۔ چار بیٹے ہیں ان تو وہاں جا کر بیٹیں نکلتی ہیں انھی میں اب مکر سکھاتا۔“

”ہاں تو کی؟“ وہ اس نے تھوڑے ہی لمحے میں کہا۔

”ہاں! وہ جن دو دن پہلے ہوئی تھی۔“

وہ بولا: ”مجھے یہ قصہ روروار کرتی ہو گی۔ وہ؟“

”نہیں نہیں، اب تو ان کو مار کر کھنکھاتی تھی۔ تم تو کھلم کھلم



مرحوم جو شاندار اس سیرت میں بھی دکھایا دستیاب ہے۔

**Dr. Martinus Lieberman**

1992

**Abstract** The purpose of this study was to determine the effect of a 12-week training program on the heart rate (HR) and energy expenditure (EE) of sedentary, middle-aged women. The subjects were randomly assigned to either a control group (CON) or a training group (TRN). The TRN group performed a 12-week training program consisting of three sessions per week of aerobic exercise. The CON group remained sedentary. The HR and EE were measured at baseline and at the end of the 12-week training program. The TRN group showed a significant decrease in HR and a significant increase in EE compared to the CON group. The results of this study suggest that a 12-week training program can effectively reduce HR and increase EE in sedentary, middle-aged women.

جائے تو کسی کی قدر نہیں ہوتی۔ بہت تو ساری باتیں کہیں گے۔  
اس کی ماں سے.... لیکن سچ میں آ رہا ہے یہ سزا کی سوت کا  
معاذ اللہ۔  
”اسی کا انور سے تو تعلق نہیں، آپ اپنے پرگرام  
کے مطابق چلیں۔“  
استاد نے سچ میں کہا۔ ”نہیں، اگر سے کوئی قلم نہیں  
کٹھنم اور شکم کو درد دیا تو ان میں۔“  
”درد چاروں میں؟“  
”کیوں نہ کیا؟“  
”تو چلیں؟“  
”یاد ہے، مگر اس کی کچھ باتیں نہیں ہوا تھا۔“  
”کچھ تو اب ہو گیا ہے۔“  
”کچھ مجھے بتاؤ۔“  
”بتاؤ کہ میں کتنا ہوں گا، اتنی جلدی نہیں ہے۔“  
کٹھنم نے میرا اشارہ دیکھ کر غصہ اختیار کر لیا۔ اس  
نے یہ سمجھا کہ شاید شوہر میری موجودگی میں بات کرنا نہیں  
چاہتا۔ کچھ اور بعد ذہن میں نے وہاں سے سوٹ کیس  
اٹھایا تو استاد سامنے تھا۔ اس نے میرے کندھے پر ہاتھ  
رکھا۔ ”تو میری بات کرنا؟“  
”کیوں نہیں؟“  
”تو تعلق نہیں اور سے بھی ہو سکتا ہے۔ کٹھنم کی بات  
میں نہیں تھی۔ جلدی نہیں کرتی۔ اس میں یہ مکان بدل لوں گا  
آج کل میں۔ اسی شہر میں کم ہو جاؤں گا تو ہلال، اسکی اور ہم  
سے۔ وہ شہر کی دتے وادی سے فارغ ہوئے تھے کہ ایک کتبہ بھی  
چھوڑا پڑا تو چھوڑ دوں گا۔ تو نے اچھا کیا مجھے خبردار کر دیا  
خیر سے۔“  
”اللہ نے بچا تو تمہاری زندگی بھی اچھی گزار رہی ہے۔“  
”میں تم جا چکے۔“  
میں نے راز دینے کو ان میں تھپتھپایا دیکھا مگر یہ حاکم اور  
پیارا کیا۔ کچھ اور یاد رکھنے کے بعد وہ مجھے سنا کر کرنی آئی  
تو میں اپنے کمرے میں حاضر ہوتا ہوا گیا۔ اسکی میں ایک  
سینے سے خست کے آیا تھا اور میرے ذہن میں وہ شہر کے  
مستحق کی فکر تھی۔ بظاہر فکر کی بات کوئی نہیں تھی لیکن اس کا  
حالت ایسا ہی ہوتا ہے۔ بھائی اور ماں باب قلم مر جھک  
جے ہیں۔ رات تک میں.... سکھ دے یا نہیں کہہ رہا ہوں۔  
اور رات سے نماز گزار، اسکی ہو گیا تھا۔ مجھے یہ وہ معلوم نہیں تھا



ہے۔ اسنے کمرہ میں دھکی اور تو کھرا مت ہوتی ہے۔ کتا  
 ہے مجھے قید کر دیا گیا ہے۔  
 ”اچھا تو کوئی بات نہیں، تم نے، اچھا کیا اس پر عمل  
 آگیا۔ اس وقت بڑی فرحانہ تھی ہے۔“  
 ”اچھا وہ میں بھی ہوئی تھی۔“ بڑھاپے آتے ہیں، بچوں  
 کتا ہے جسے میرا کتا ہائے نہیں بڑھانے آئے تھے۔“  
 میں نے تھرا لی ہے کہ۔ ”یہ تم مجھے کہہ سکتی ہو۔“  
 ”ہی، مجھے کتا ہے۔ جیسے وہ مجھے بار بار میرا کتا  
 کے بھانے یاد دلاتے تھے کہ وہ تم سے ہے۔ تم میرا والدی  
 وارث کوئی نہیں۔ خیر دارو مجھ سے ہاں کو بھول مت جانتے۔  
 وہ غلام بڑا پسینا تو میرا جانی میں کتا کتا کرتا رہا وہ  
 تو ہر وقت اسے یاد رکھو۔ اس کے خیال میں خود کو بھانے  
 رکھ۔“  
 ”میرا خیال ہے کہ یہ تمہارا احساس ہے۔“  
 ”نہیں، ایسا ہی ہے۔ کسی نے نہیں کہا کہ بہت سے  
 کام لو دنیا میں حادثات بھی ہو جاتے ہیں۔ مرنے والوں  
 کے ساتھ کوئی برکتیں جاتا۔ بھول جاؤ مراد کو، یاد رکھو کہ  
 تمہارے ساتھ ایک آئے وہاری ہے۔ جسے جس طرح بھی ہے  
 اور اسے بھی پانا ہے جو مراد کی نشانی ہے۔ کسی اور کی نہیں  
 صرف تمہاری زندگی چاہیے اسے۔“  
 میں نے اسے تھرا لی ہے دیکھا۔ وہ تھلا نہیں کہہ رہی  
 تھی۔ عام طور پر لڑکیاں ایسا نہیں کرتیں اور جتنی تو اس کا  
 اعتراف نہیں کرتیں۔ یہ بڑا اچھا احساس تھا۔ بڑھاپے اور  
 مسکلم کہ جو بھونٹا تھا کے چاہیے ہے نہیں ہوا۔ حادثات تو  
 بھی ہوتے ہیں۔ اب یا تو مر جاؤ تو ذرا کہہ رہے زندگی نہ  
 اس کے تم پاہت کرو اور زندگی کو آگے لے کر چلو۔ وہ بار  
 ٹوکی نہ وہی تو مراد کے ساتھ نکل جانے کے فیصلے پر عمل کیے  
 کرتی تھیں۔ یہاں کی بازی لگانے کا فیصلہ تھا۔ وہ مرنے سے  
 نہیں ڈرتی تھی۔ اور اب بھی موت کے سامنے سیدھے جی کر  
 میں مارا تھے، الٹی نہیں ہوں۔“  
 ”تم کہتے ہو گے، یہی عجیب باتیں کرتی ہوں  
 میں۔“ وہ مجھے خاموش دیکھ کر بولی۔  
 ”نہیں، میں دل سے تمہارے حوصلے کا معترف  
 ہوں۔ تمہاری بہت اور اشتہات کو سلام کرتا ہوں۔ ابھی  
 بہت موت کو زندگی میں کون ہر اسکا ہے جسے موت نہ ہر  
 تھی۔“  
 ”جھیک، یہ خوفیہ سلیم، تم نے پہلے بھی مجھے  
 بہت دے لیا تھا۔ مراد کی بہت تھرا اس کے ساتھ گزارا ہے۔“

ہوئے وقت کی یاد کو میں دل سے کیسے نکال سکتی ہوں۔ میں  
 نے بچپن میں جو کچھ ہونے والی تھی وہ آج بھی مجھے  
 یاد ہے۔ مراد تو میرا محبوب تھا۔ شوہر تھا۔ سب کچھ تھا۔  
 تھوڑے دن اس کے ساتھ گزارے تھے اس وقت کا یہ ایک  
 لمحہ میری یاد میں فریم کی ہوئی تصویر کی طرح ہے کہ جس  
 کے تھکے تھے مائتہ پڑیں گے۔ لیکن میں اس کے بچے کو  
 پاؤں کی۔ کسی اور کو یہ ذلت دہری نہیں ہوں گی۔ ۱۹۹۱  
 پانچ، پانچ... ماں سے بڑا کریمتہ نہ ہو سکتے تھے۔ جس  
 بچے کی پرستش کی انتہا تھی ہوتی جب اس باپ والدین  
 رہے۔ اس کی تو اس بات ہے۔“  
 ”میں بہت تمہارے ساتھ ہوں، ہر طرف۔ اگر تم  
 است سے کام لو کی تو زندگی تمہاری رہے گی۔ تم میری مرضی  
 اور خوشی کے مطابق چلی۔ تم اپنے بچے کے لیے دوست  
 سکی جو مراد کا۔ حوصلہ نہ ہوتا تو یہ سب بیکار تھا۔  
 تمہارا ہے جو مراد کا ہوتا۔“  
 ”تم مجھے بھڑکے تو نہیں مائتہ کے یا مائتہ کی ہوئی تھی  
 میں یہ تھک کر کوئی کچھ بھانے نہیں سہم ہے۔ میں کوئی بھی کر  
 پاؤں ہر تم۔ وہ بچتی تھی کہ مراد کو تو میں نے لے لیا اس کی  
 محبت کم نہیں ہوئی۔ اس نے مجھے پریم کو ایسے تھکا کر رکھا  
 اس کا سا بھائی نہ رکھا۔ اور اور اس کا باپ ایک طرف اس  
 کے گرد رہیں۔ اس نے میرا ہوس کے گواہاں ہے۔  
 تھکے تھکے اور تھکے لوگ اپنی ذات اور نسل اور نسل انان کی  
 برتری سب بھول گئے۔ اس کے لیے بندہ وہاں سے کھنڈ  
 دے۔“  
 ”بھڑکے بات، بہت اونچی بری تعریف۔“  
 ”میں دیکھ رہی ہوں کیسے یہاں تم نے سب کو جیت  
 لیا ہے۔ سب کو اپنا کتا بنالیا ہے۔ کیا یہ دوست ہے کہ  
 سکندر شاہ میرے ماں اور میرے سر پر تم نے سب کچھ  
 تمہارے حوالے کر دیا ہے؟“  
 ”نہیں، یہ سچ نہیں ہے۔ اس نے ایک ذلت دہری  
 مجھے سوئی ہے۔ اس فیصلہ کی یاد میں اب اس کا حوصلہ ہے  
 وہ چاہتا ہے کہ اور یہاں میرا پادشہ ہو۔ تم یہ کہو یاد  
 چلا گئے۔ مراد کو یاد تھرا تھا۔ یہ سب مراد کا قہر ہے  
 تمہارا ہے۔ تمہارے بچے کا ہے۔“  
 ”لیکن تم اور نور است سنبھالو گے۔“  
 ”ابھی میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ اور سے بات بھی  
 نہیں ہوئی۔ یہ سکندر شاہ چاہتا ہے۔“  
 ”یہ میں بھی جانتی ہوں۔ اگر میں یہ کہوں؟“

”یہ تمہارے بڑا بڑا جاسے کا لیکن تم میرے بغیر  
 ہی سہاوت سنبھالنے کا حوصلہ اور صلاحیت رکھتی ہو۔ اور  
 یہاں اس کے ساتھ۔“  
 ”اور کچھ ہو بھی بات بھی نہیں ہوئی اس سے۔“  
 ”تم بات کروں گا اور مجھے یقین ہے کہ وہ میری  
 بات نہ لے گا۔ سکندر شاہ است یاد چکا ہے۔ اس کی تانی  
 تو میں جانتی نہیں چاہتی۔ یہ میری نہیں تم سب کی است  
 وارث کے کام وہاں سے یاد وہاں کا خیال رکھیں۔“  
 ”اسے تم اپنی ذلت دہری نہیں مجھے؟“ وہ بولی۔  
 ”کتنے کی بات اور ہے۔ رشتمہار ہے یا نور کا اور  
 بہت آج ہی تمہاری وارث کی ہو میں نہیں۔“  
 ”تمہاری اس بات سے مجھے کتا ہے کہ تم چلے جاؤ  
 میں اس کے لیے میں باہر آگئی۔“  
 ”مجھے نہ جانتے کون سی ماہیہ وقت وہ کی رہی کہ میں  
 یہ نہ جانتا ہوں۔ اپنی مرضی سے جاسکے پاپا۔“  
 ”تم نورین کو کٹا کر کرنے کے لیے جانا چاہتے ہو  
 یہ۔“  
 ”اب جانتی ہو تو میرا جی رہی ہو؟“  
 ”میں تجھ پر ایک نہیں کئی لیکن مجھے یقین ہے کہ ایک  
 دن تم میری آواز پر ضرورت میں۔“  
 ”اور مجھے یقین ہے کہ جب تک تمہیں میری ضرورت  
 میں نہ رہے گی، تم نے سہاوت اس طرح سنبھال لیے  
 ہوں گے جیسے مراد سنبھالنا۔“ میں نے کہا۔  
 ”تمہاری ضرورت پر میرا ہوگی کوئی اور تمہاری جگہ  
 یہ سنبھالے۔“  
 ”میں نے کہا۔“ چلو، فٹا کریں۔ سکندر اور تمہاری  
 اس انتظار کرتے ہوں گے۔“  
 لیکن آخر جا کے پتا چلا کہ وہ ابھی تک کمرے سے ہی  
 نہیں نکلے۔ اسٹے کی سیر پر ہم دونوں ہی رہے۔ وہ کوئی  
 نہ کوئی پر تھی۔ مجھے اس کے ساتھ بیٹھنا پڑا۔ وہ بولی پڑ  
 ”یہ سیر پر آئی تھی اس سے پہلے اسٹا کرتے تھے ہی  
 جانتی تھی۔“  
 جب غلام اشفاقا کے چلی گئی تو اس نے پھر تھکوا  
 ”خیر، اسٹا کی موت سے پہلے بھی غلام  
 اسٹا سے پاؤں ہو رہی تھی۔ وہ سب تو مراد کو بھی تم نہیں جانتا  
 پتا نہ بتایا۔“  
 ”میں نے اسٹا کے لیے کہا۔“ ہاں، وہ پڑھا۔“  
 ”میں یہاں رہ رہیں کئی تھی۔ اپنے والدین اور میں

جسے اس  
 کے قاتلوں کے ساتھ۔ کسی اور میں اعتبار میں نہ کرتی۔ خرم  
 نے جو یہاں نے ساری لالہ کی اور گردی۔ میری آنکھوں  
 کھول دیں تم نے۔ وہ نہ نہیں کیا کرتی تھی میں۔ حقیقت  
 جانتے تھے۔۔۔ اب بھی غلام ضرور ہے لیکن اب یہاں وہ  
 تھی ہوں۔ اپنی سسرال میں۔ مراد کے گھر میں۔ کئی  
 بیاتک غلام کی کہ میں ابھی تکی، جس میں اور سوائے  
 تمہارے یا نور کے حقیقت کے غلام کی۔ کون جیتیں وہ سنا  
 تھا مجھے کہ اروا کا مارا تم کی نہیں نا تھا وہاں کے گرد و کی  
 تھی۔“  
 ”وہ بھی ذاکری ہے۔“  
 ”ہاں، مگر اب یہ صرف ایک وارث ہو گئی۔ سارا  
 نہیں رہی۔ غلام کی بات نہیں ہوئی۔“  
 میں دل ہی دل میں غلام غلام و تھا میں نے کہا۔  
 ”یقیناً ہے کہ تم نے یقین کر لیا۔“  
 ”یقیناً کیسے نہ کوئی۔ وہ ابھی تم پر۔۔۔ تم نے بہت  
 آسان کر دی میری زندگی اور آج وہ کھو گئے مجھے غلام  
 ہے۔“  
 ”موجودہ بدلے کے لیے میں نے کہا۔“ اور کی شادی  
 ہوئی ہے ریم سے۔“  
 ”وہ چوکی۔“ اچھا، کب؟“  
 ”وہ چاروں میں۔ تمہارے والد مرحوم کے ایک  
 عقیدت مند ہیں، ملک تمام۔۔۔ اچھا کے گھر پر کتا تھی  
 غریب ہوئی۔ کوئی احمق وہاں نہیں۔“  
 ”کاش میں شریک ہو سکتی۔ وہ تزلزل ہے میرا۔ اس  
 سے کہو کہ تاریخ آگے بڑھانے۔“  
 ”میں نے کہا۔“ مجھے اندازہ ہے تمہاری بیوی کا تم کو  
 بدلت کا زمانہ گھر میں رہے کے گزارا ہوگا لیکن انور کی بیوی  
 ہے۔ اس کی ماں ابھی وہ تھی ہے۔ بہت یاد ہے اور بڑی  
 ہے۔“  
 ”میں نے سنا ہے کہ اس نے ساری زمین حرا ہوں  
 میں بانٹ دی ہے۔“  
 ”ہاں، اب وہاں ہے آغا صاحب بھی یہی خیال تھا  
 اس کا۔ مراد سے کے کوئی کئی نہیں بڑے کی است۔“  
 ”میرا خیال ہے ایسا ہی میں بھی کر دیا۔“ وہ بولی مگر  
 میرے کچھ پوچھنے پوچھنے سے پہلے سکندر شاہ گیا۔  
 وہ ہمیں ایک ساتھ آغا کر کے دیکھ کے اور غلام  
 روزی کو دیکھ کے خوش ہوں۔ ”تم غلام کو کمرے سے نورین  
 آگئی گھر میں۔“ اس نے روزیہ کے سر پر شفقت سے ہاتھ

## جیو آر سی

ہم سب کو جانتا ہے۔ میں کیوں خود کو تجھ کیلئے خود امانوں کے کام میں لاؤں گا۔ یہ تو میری ضرورت نہیں۔ ہونی چاہیے کہ تمہارے سامنے ایک اور راستہ بھی ہے۔ بلکہ تمہارے بچوں کے سامنے، جو دنیا میں خود کو کر سکے۔ یہ بھی کام ہے اور تمہارا کام ہو گا تو زندگی اچھی گزرے گی تمہاری اور بعد میں اچھی لگے گی۔ میری بات سمجھ کر آؤ گے نہ؟

WWW.PAKSOCIETY.COM

DOM ONLINE LIBRARY  
DOM FOR PAKISTAN

RY  
N

PAKS

SOCIETY1 f PAKS



ہی قابیلا کسی عام پاکستانی گھرانے میں ہوتا ہے۔  
شام کے وقت ریشم کو اپنا کنبہ یاد آیا۔ "یہ آپ کے  
بچے ایک خدا تھا۔"  
"خدا اکبر کا بچہ؟"  
"معلوم بھائی نے دیا تھا۔" اور بولی اور ثقافت مجھے تھا  
دیا۔

میرا اٹھارواں۔ میں نے اپنے کمرے میں آ کر خط کو  
دیکھا۔ یہ اسکول کا پتہ ہے ایک مسٹر پر لکھا گیا تھا اور کیڑے  
کوڑے سدا کی زبان پر لفظ راتنگ میں غلام نے لکھا تھا۔

"دو بھر دیکھا!"  
میں صاف گڑبڑ کر رہا تھا کہ ہم اپنا ایک جیسے جی کہ  
بنائے بغیر ہو رہے ہیں۔ کیا کیا جا رہے ہیں؟ یہ اکیس ہیں بتا  
سکتی کیونکہ خود دیکھئے مضمون لکھا۔ وجہ خوب جانتے ہو۔ ریشم  
اب وقت رہے گا۔ اس میں کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ وہاں تم  
اس کے بھائی پر تو روزیہ دی اس کی سبلی۔۔۔ میری بڑی  
خوابی تھی کہ ریشم کو خود دیکھنا مانا کہ رخصت کروں لیکن یہ  
قسمت میں نہیں تھا۔ یہ کام وہاں بھی ہو سکتا ہے۔ شاید بہتر  
طریقہ سے ہو سکتا ہے۔۔۔ جیسا کہ کہتا ہے کہ ضرورت نہیں۔  
خدا اسے دے گا کہ ریشم اپنے گھر میں خوش رہے۔ دو مہینوں  
نہاے ہاتھوں پہلے۔ دیکھا کہ بھائی اسی دن کی دنیا میں دے  
رہی ہوں۔ ہم اس خوشی کی تقریب میں موجود نہیں ہوں  
گے۔ اس کا دوسرا ضرور ہے لیکن ہم گھر میں اس کے کالج  
چشم ہے۔ گھبراہٹ بھائی کا مضمون۔

بہت دیر تک میں اس خط کو ہاتھ میں تھا اس پر  
فکری بننے بیٹھے بیٹھا رہا۔ استاد کے ہوں پلے جانے کا مجھے  
دکھ درد تھا لیکن اب میں اطمینان کا پہلو لب لباب تھا کہ اب وہ  
تھوڑے ہی دنوں کی طرف سفر کا پہلا قدم اٹھا رہا تھا۔ جب  
وقت مجھے یہ اطمینان تھا کہ وہ جلد یا بدیر ہم گھر میں۔ جب  
حالات بہت بدلتی ہوں گے۔ مجھے حیرانی بھی ضرور تھی کہ  
خدا دیکھو ہونے پر ریشم پہلے آ رہی تھی۔ کیا اسے معلوم نہیں تھا  
کہ اب اسے موت کے گتے میں جانا۔ مگر رہنے اسے ایک اور  
گھر میں پہنچا دیا ہے۔ شہر کے گھر کے کی طرح اس کا خاندان  
بکھریا گیا ہے۔

اور اسے واقعی معلوم نہیں تھا۔ شام سے رات ہو گئی تو  
اس نے کہا۔ "کاڑی نہیں آئی مجھے وہاں سے جانتے۔"  
روزیہ نے کہا۔ "تو کیا ہو۔ کل وہی جاتا۔" اور ریشم  
نے سر ہلا دیا کہ عجیب ہے۔ آگے دن میں انور سے ملے گیا  
اور خدا دیکھ کے سانسے رکھ دیا۔

"یہ کیا ہے؟" اس نے خدا اٹھایا اور کمرے میں  
4۔ "تیرے بچے میں اتنی بات ہے؟"

اس نے غصے سے سر ہلا دیا۔ "تو جانتا ہے تو بتا دے۔"  
میں نے بہتر سمجھا کہ غصے میں اس کا کیا کردار ہے۔ "بھوکا  
ان کا اپنا کوئی مسئلہ جو انہوں نے نہیں بتایا۔ لیکن اس سے  
ہمارے بچے ایک مسئلہ ضرور پیدا ہوا ہے۔"

"ہو گیا؟"  
"شاید اب ریشم کی رخصتی نے شدید وقت گزار  
دیا۔ وہ سکھ رہا تھا کہ گھر میں سے روزیہ کے ساتھ۔"  
"گھر کی بڑی بڑی روایت کا اپنا گھر پر دو گئی۔"  
"لیکن اس کی مدت کا زمانہ ہے۔ یہ بھی تو خیر چاہیے  
تھی ہوا اور کا۔"

"وہ جی۔" بہت تک تو جا رہا تھا جانتا ہے کہ  
میں نے اس کا کیا مسئلہ ہے۔ روزیہ باہر نہیں چلائی تو  
نہاے ریشم کو جانے دے۔"  
"یہ ہو سکتا ہے لیکن فیصلہ میرا نہیں۔ ماں کی دل میں  
بکھردہ شاہ کی بی بی ہے۔ حالانکہ وہ بھی اس قافلے میں کر  
فیصلہ کرے یا دل دے۔ فیصلہ سکھ رہا کرے گا۔ وہ بات  
جانتے گا۔"

"اگر یہ بڑے خاندان پر چکر لگے۔ ماں کی کیا  
بات کریں گی اس سے۔" اور ریشم سے انکار میں سر ہلاتے  
کا۔

"وہ تو انور اور لوگ یہ خدا کی طرف سے پہلے جانے  
دے وہ پہلے گئے۔ اب یہ بلاؤں کی دھند اور دھند ہو گئی  
ہوئی ہے۔ تو پڑھا لکھا آدمی ہے۔ کرنے زمین دھند  
چھوڑ دی۔ ایک کم ذات لڑکی سے شادی کر رہا ہے تو اپنی  
ماں کو بھی سنا سکتا ہے اور وہ بھی مانے کی کیونکہ وہ مجھ سے  
جڑ کر رہی ہے۔"

"ایک آدمی نے بھی سوچا رہی ہے؟"  
"بڑی ہے۔ تو میں بھی بہت لوگ ہیں مگر وہ اپنی بات  
کر سکھ رہا تھا ہے کہ تو اس میں شریک ہے اس کا سارا کام  
سنبھال لیں۔"

وہ مجھ پر دیکھا رہا۔ "میں اور تو؟ کیا وہ پاکی ہو گیا  
ہے؟"  
"وہ پہلے پاکی تھا اب ہے۔ تو پہلے پاکی تھا آج  
ہے۔ کون کرے گا اس کا فیصلہ اس نے کیا ہے؟ کون کیا؟  
تو باہر کا آدمی ہوں۔ ہمیشہ غیر ذات۔ لیکن چوہدری

ماں نے بھی مجھے اپنا لیا تھا۔ ماں کی بی بی تھی  
مجھے۔ یہ ساریاں نے قبول کر لیا تھا مجھ سے گھر اور ہے  
یہ کہان کہ اتنی ایک شاعری مل گئی ہے عزت مل گئی  
ہے۔  
"تو نے محمود کو بولی کی طرح آ کر سارے بت توڑ  
دیا۔" خدا کی عبادت اور فطرتی کے جن کی  
یہ ساریاں سے ہو چکا کہ ہے۔ مجھے۔ اس کا ایمان تھا کہ  
خدا کی عزتوں میں ہوتی ہے۔"

"یہ صدیوں کی چال ہے کہ اسام میں انور۔۔۔ اور  
یہاں کے چاہری۔ بھاری کب چاہتا ہے کہ اس کے قسم  
نے دہائی بت لے۔ اس کا ایمان پائل ہو جائے۔"

"غیر اب آئیں کیا کہنا کہ اس دنیا میں کسی سے۔  
اب وہاں کے زمانے سے وہ جن قدر وہاں کو سنبھال کر رکھتے  
تھے وہ ان کی نظروں کے سامنے ہی پائل ہو گئی۔  
اور وہاں ہو چکا تھا کہ شرافت کوئی موروثی چیز نہیں۔  
اور ہم ہر جہتی صاحب نے اور نہ ہی صاحب نے بھی ہم  
نہ ہر ذات کو بھی مجھے پکارتا ہے وقت۔"

"تو کو تو ہو کہ تو سوچی، دلی، میرا دل پائل کا پائل  
ہو، اپنا مشکل جانتا ہے گا۔ پتہ نہیں ہوں نے مجھے تک بنا  
ہے۔ بلکہ ہم اختر کے نام سے ان کے دل کو بھی تسلیم حاصل  
ہوئی کہ کسی کے سامنے تاک چکی نہیں ہوئی اور چشم پوشا ہے  
کہ ضرورت بھی پوری ہو گئی۔"

"یہ سب پرانے وقتوں کی باتیں پرانے لوگوں کے  
سازگار ہیں۔ اب نیا نیا کا زمانہ ہے۔ پھر کے بار دے بھائی  
نہ اپنا نشانی روزیہ بھی ہے۔ دھڑک رہے۔ سکھ رہے گھر  
میں سر۔ خدا۔ اب مراد کا مضمون روزیہ کے کہنے سے ختم ہے۔  
تو میری بات ماں اور سکھ رہے کا وہ بار کو سنبھالتے ہیں۔  
یہ کہ وہ کہیں تو پتہ کسی کا نہیں کہ کون پہلے جانے کا گھر  
ہے۔ پتہ سے تو سمجھیں تو سکھ رہے اور اس کی بی بی زیادہ  
تھی نہیں کے۔ بکھردہ کنبہ کا وہ بار سے اور اس کی بی بی کا  
بات بات ہو گیا ہے۔ ہمیں نے کہا۔"

"ان کو جیتا جائے۔ مراد کی جگہ لے لے آج آج ہے گا۔  
بات بات پائی۔ مسئلہ اسی سے آگے چلے گا۔ وہ اپنی ساری  
حالت اسے دے سکتے ہیں اور اسے ضرورت بھی ہو گئی۔"  
اور وہاں۔  
"پھر بتا کیا کہوں میں سکھ رہے گا۔۔۔ بڑے دھڑکے  
ہے اپنا تھا کہ اس کو انور میری ماں لے گا۔ روزیہ کو بھی سمجھتے  
تھے۔"

جواہر  
"پہلے وہ انور تھا۔ مجھے باپس کرنا۔ گھر انور کو بھی  
اس کے جتن کی بکھر سزا ہوئی تھی۔ پتہ۔"  
"اپنی زمین غریب جواہر کو دے کر تو نے سب  
کے گناہوں کا گناہ وار کر دیا ہے۔"  
وہ ہنس۔ "یہ تو اسے سمجھنے کے ساتھ کہیے کہ سنا  
ہے؟"

"بہت بڑی قربانی دینی ہے تو نے۔ میرے اسلاف تو  
ایک اچھے زمین کی بی بی کے نام کرنے کو بھی تیار نہ تھے۔ اب  
مجھے دعا بھی دینے والے کہتے ہیں۔ جو وہ خواب میں نہیں  
دیکھ سکتے تھے وہ وہ ہو گیا۔ وہ اپنی زمین کے مالک بن گئے  
ہیں۔ عزت و اراوں میں شامی ہو گئے ہیں۔ ان کی خوشیوں  
کا اندازہ کر سکتا ہے کوئی۔۔۔ وہ ساری عمر مجھے دعا دینا  
دیتے رہیں گے۔"

"میں نے سوچا تھا کہ اپنی چاہاؤں کو۔ بعد میں یہ  
حوالیہ کے وہاں اپنا کام شروع کروں گا۔ سکھ رہے کی طرف  
کھنکھاتی ہیں بھائیوں کا۔ اس ملک میں جہاں مزدور بکھر رہے  
بعد رات۔۔۔ اور رات بالآخر اچھڑ رہی جاتا ہے۔ کسی  
آد کی کیفیت کو کون پوچھتا ہے۔ مجھے پتہ تو کون کے سوا کوئی  
اپنے گل کی بڑائی نہیں کر داتا۔ سب باہر کے رسالوں کی  
تصویروں سے کام چلاتے ہیں۔ میں گھبراتا ہوں کہ کون سا  
اختلاف لاسکتا تھا۔ گھر میں بہتر گھر بنا سکتا تھا۔ یہاں کو  
مشورے دے سکتا تھا کہ گل بنائیں تو اپنا اور کچل آجیلا  
سارے رہیں۔ آج وہ کسی کو کالی کر رہے ہیں کس کوئی انہیں  
کوئی کرے۔"

"یہ کام تو سکھ رہے کے کر سکتا ہے۔"  
"سبکی بہتر ہے۔ اگر مراد نہ تو سکھ رہے کب تک  
رہے گا۔ مراد کے بچے کو سب کچھ سنبھالنے میں کم سے کم  
بھینس رہا تو کہیں گے۔ چرچائی مدنی۔۔۔ جب تک میرا  
کوئی مستقبل نہیں رہے گا۔ میری بی بی کی بولی غارتگر رہ  
جائیں گی گھر ان میں انور کی مہارت کی کو نظر آئے گی۔ اپنا  
کام کرنا تو یہ بہت بات کرنا کہوں گا کہ بہت زیادہ چسپا  
تھا کہ۔ میرے دل میں اب کوئی بڑی نہیں مگر جس فیصلہ کم  
تھا۔"

میں نے کہا۔ "ہم سکھ رہے بات کر سکتے ہیں۔ فرض  
کر سکتے ہیں فیصلہ میرے ہوں اور اس کے میرے۔۔۔ جب  
میں چاہوں فیصلہ میری آؤں گے گا تاکہ تو دیکھا رہے گا۔"  
"گھر روزیہ مانے کی؟"  
"ساتھ کی انہیں اور کے لیے نہ کسی۔۔۔ میرے اور

نے اسے ڈانٹا۔  
وہ چپ چاپ گاڑی میں بیٹھ گیا اور میرے گانے کی آواز  
واپس کے راستے پر گونجنے لگی۔ گھر پہنچ کر چشم نے مجھ پر ہنس کر کہا  
اور میں نے اسے ٹھکڑاٹھا کر کیا کیا اور میں نے پھر کیا کیا اور  
میں کیا کیا اور اس کے حکم کے مطابق چلا اور اس کی جی پی پر کیا کیا اور  
کہ وہ راتوں رات گھر چھوڑ کے چلے گئے۔ روز بروز خاموش  
رہی مگر سکندر شاہ نے میری حمایت کی۔ معاملہ رات بھر کے  
بعد دس بجے ہو گیا۔ مجھ سے ایک ٹکلی ہو گئی تھی۔ میں نے  
اور کو پہلے بتا دیا تھا کہ ملک غلام کو کے گھر نہیں اب وہاں  
کے ساتھ سکندر کے گھر آئے۔ سب سو رہے ہیں اس نے اسے  
اس صورت حال سے آگاہ کیا۔

اس سے سکندر کو فرق نہیں پڑتا تھا کہ چشم اس کے گھر  
میں روزیہ کے ساتھ رہے یا والد اسے یہاں سے بھاگے  
لے جائے۔ وہ ملک غلام کو کے اپنے گھر کو واپس آنے سے  
تشویش میں مبتلا تھا۔

"اس اٹو کے ٹھکانے اب کہاں ہیں کیا؟" اس نے  
فرست اور سوئیٹ لے لی تھی مجھ سے یہ پوچھا۔  
"مجھے کچھ انتہائی معلوم ہے جتنا آپ کہ۔"  
"اس کی تشریح تم نے کی تھی۔ تم لائے تھے اسے  
یہاں۔"

"فطو، وہ مجھے اپنے ساتھ لایا تھا۔ مجھ سے زیادہ  
اسے تم جانتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ تمہارے ذہنی معاف  
کر دینے پر اسے اعتبار نہیں تھا، اسے ڈر ہو گا کہ میرے  
ساتھ تم نے بڑی فراخی دل رکھی لیکن بعد میں تم ضرور ہمو  
کر دو گے۔"

وہ برہم ہو گیا۔ "کیا کروں گا بعد میں؟"  
"مرا دو گے اسے وہب ایسا ہی کرتے ہیں۔ جو  
سارے حالات سے واقف ہو۔ وراڈا جانتا ہو جو بعد میں  
کمروری بن جائیں اور ڈر ہو کہ وہ ٹانہ وٹا دے، بلیک  
کیل نہ کرے، اس کو ڈر اور کھینے کا رسک کیوں لیا جائے۔"  
وہ غصہ اڑ گیا۔ "ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا میرا۔"  
"اسے تو ڈر تھا، جانے دو اب وہ کیا تو کیا۔ بھول  
جاؤ اسے۔"

اس نے ایک گہری سانس لی۔ "اور کے، میں بھول  
گیا۔ کیا وہ بھی بھول جائے گا۔ اس کی کیا حفاقت ہے کہ وہ  
مجھے بلیک کیل نہیں کرے گا۔"  
"میں رچا ہوں اس کی حفاقت۔" میں نے بیٹے پر  
ہاتھ دیکھ کر کہا۔

فیضان کی مجھے سب معلوم تھا۔ گینٹ کی لائٹس چل رہی تھیں  
مگر بارش ٹھنی تھانے کے باوجود کوئی بھی دروازہ کھولنے  
نہیں آیا۔  
"معلوم نہیں اسے بچے کہاں چلے گئے دونوں۔"  
"چشم نے کہا۔" اور والد نے پڑوسی سے یہ پوچھ لی۔ ان کا  
آپ بچا تھا۔ "وہ ٹیم کا لڈا اور دست لڈا۔ پڑوسی کا بچا نہیں  
پہنچا۔" مگر پڑوسی کو دور ہو گیا اور انہوں نے مجھے  
دیکھ کر کچھ حیرانی کا اظہار کیا۔ "تم کہاں چلی گئی تھیں  
ریشم؟ تمہارے بھائی اور بھائی انکا کر رہے رہے۔۔۔  
پہنچے تھے۔"

"چشم پر کی۔" چلے گئے؟ کہاں چلے گئے؟ اور انکی تو  
ممبر تو کہیں کہاں ہیں۔"  
"تمہیں کچھ دانشمندیں زور ہو گیا۔" چوہا مجھے تو خبر یہ  
سب کچھ معلوم وہ گھر چھوڑ گئے۔"  
"چشم کا رنگ اڑ گیا۔" گھر چھوڑ گئے؟ آج اس کا کیا تھا؟

"اس نے کہا۔"  
"بھئی یہ سب پھر تو مجھے بتا نہیں۔ تمہارا اسباب  
وہ کچھ مجھے کہہ آئے ریشم تو دے رہا۔ میں نے  
پوچھا میں نے کہا۔ اب اس کی کیا ہے کیا نہیں ہے، یہ  
مجھے ہے بہت شرم اس کی دلے دار ہوں۔ چار سو سوٹ کس  
نے۔"

"تمہیں کیا اور ایک خاصا بار ہوٹ کس کے ریشم کے  
دستہ کو دیا۔ پڑوسی اس پر ہمارا جسم کی صورت حال سے  
پتہ چل گیا تھا۔ اس کو وہ بتائے بغیر استعمال کیا گیا تھا۔  
"مگر اسے اس رات ہوتا تو اسے بھوت کیوں بولا جاتا۔ وہ  
میرے دو اب میرا بھائی بھول گیا اور میں اٹھ کھڑی ہو گئی  
پتہ چل گیا تھا کہ آپ کا دست چشم کو تو کھٹک  
کے پاس پانی کا۔۔۔ یہ وہی تقریباً خست کرنے کا تھا  
کہ اب آپ جانتے ہیں۔ میں سوٹ کس کو کھینچ رہا ہوں  
بھائی! کیا چکر ہے۔ کہاں گئے یہ لوگ؟" ریشم  
تک رہ بیٹھ گئی۔ "اب تک ناپ ہو گئے۔"

"یاد مجھے کیا معلوم؟"  
"بھوت کیوں رہے ہو تم۔۔۔ جس میں ضرور پتا ہو گا۔  
"بھوت دوست تھا وہ۔" ڈو پلائی۔  
"جب دوست ملے گا تو پھر میں اس سے کہہ دوں گی  
تو اسے پتہ چل جائے گا کہ میں نے کہا تھا کہ وہ  
تو اس سے، یہاں تک پتا چلے گا کہ وہ کون ہیں۔" میں

"اب تو کاشا تھا۔۔۔ ایسا ضرور ہو گا۔"  
"تو کبھی گواہی کاں (گم شدہ گانے) کی طرح  
میر۔۔۔ وہ جو تیری بھائی ہے کلچم۔۔۔ وہ کہہ رہی تھی  
میں کرتی ہوں اس کا کبھی بندہ سوٹ اس کی ہے تیری بھائی  
میں کیا بتاتا کہ وہ ابھی بھائی تم ہو گئی ہے۔ تو  
ہوئے تار سے کی طرح جو اپنی روشنی تاریک آسمان میں  
چھوڑتا ہے اور غائب ہو جاتا ہے۔ میں کہہ رہا ہوں  
چلا آیا۔ اس وقت تک رات ہو گئی تھی۔ سکندر شاہ مجھے ہاتھ  
میں لپیٹ لیا۔ وہ کچھ پریشان تھا۔  
"بھئی وہ چشم کا بار بار فون کر رہی تھی۔ گھر ہی نہیں  
تھا۔"

"مجھے فون کر رہی تھی مجھے۔"  
"تمہیں وہ اپنی کلچم بھائی فون کر رہی تھی۔  
تم آگے۔ میں اسے کبھی ڈرنا کے ساتھ مجھے کچھ  
اور وہ خود بھی تیار نہ ہوئی۔ تم جلد سے چھوڑ آؤ۔"  
میں اقرار میں سر ہانپنے کے سوا کیا کر سکتا تھا۔ ریشم  
نے خبر لی سے ڈر ہو کر بیٹھ گیا۔ "کیا تمہیں کوئی  
پتہ نہیں ہے۔ ایسا تو کبھی نہیں ہو گا۔ کوئی نہ ہو تو کرہو  
ہیں۔ تمہیں مجھے پتا چلے گا فون کر رہی ہوں میں۔"

"اور نہ ہی۔۔۔ فون خراب بھی ہو جاتا تھا۔"  
میں نے کہا۔ "پریشانی کی کون سی بات ہے؟"  
"پھر کبھی۔۔۔ کبھی نے میری فوننگ نہیں لی۔ مجھے  
پتہ کوئی نہیں آیا۔ یہاں سے ڈرنا میرا ہے۔ سکندر شاہ نے خود  
ہی کسی کے ساتھ نہیں سمجھا۔ کلچم میرا کوئی تو بڑی گھر  
ہے میری۔"

"افو۔۔۔ تم کہہ رہے تھی ہو۔ تم کیا کسی دھم کے  
گھر میں تھیں کہ انہیں لکھ رہی۔ روزیہ بھی تمہاری بیٹی تھی  
طرح ہے اور یہاں تم آئی ہو اس کا دل بھانے، اس کا کچھ  
پتا ہے۔"  
"اب تو بہت سنبھال لیا ہے اس نے خود کو۔  
معلوم ہے کہیں؟"  
"میں غیب کا کوئی علم نہیں رکھتا۔"

"اس نے کیا دجہ ہے۔۔۔ دو کبھی نہ کہ یہ ہو گا تو  
میں مراد کے بغیر زندہ کیوں رہی۔ میں ساتھ ہی مر جائی  
اپنے ساتھ اس کے باروں؟ مجھے تو اب اس کے لیے زندہ  
رہنا ہے کہ مراد ایک دستہ دار ہے مجھ سے کیا ہے مجھ سے  
میں سکندر شاہ اور سب کا کہہ رہی تھی کہ اس کا ہاتھ  
کاڑ لیا ہو گا۔ میرا دل اور پریشانی کا مظاہرہ مجھے بھی کیا

خبر سے لیے مانے گا۔ یہ پھر بھی ایک چلی پڑھ رہے ہیں  
کو سٹرول سکندر کرے گا۔ اس کے بعد روزیہ پھر مراد کا  
دارمٹ۔۔۔ یہ بڑے دور کی بات ہے۔"  
"گھر پر قانونی معاملہ ہے۔ اس کا دروازہ میرا نہیں  
اور میرا حصہ اس وقت تک دارمٹ سے کہ جب تک ہم جا چکا  
گے۔ وہ روزیہ وارڈوں کا بھی ہو گا۔ لیکن ہم جتنا حصہ کسی کو  
فرورخت کر کے باٹا پنا ہے تو ایسا کر سکتے ہیں۔ وہ پھر ہم سے  
فریہ نہیں ڈھاری چکی کی اور پھر پھر قول کر رہی۔"  
"تو بہت دور کی سوچ ہے۔"  
"یہ کوئی خیالی بات نہیں۔ کیا پتا ہے مجھے میری فون لی  
جائے۔" وہ بیٹھ گیا۔

"مجھے یہ پتہ نہیں لگتا ہے؟"  
"نہیں، نورین نام کی دنیا میں ایک ہی تو نہیں تھی۔  
اس نام سے چارے ترم اشتہار دے رہی تھیں کہ نورین  
نام کی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ایک کس دہلی جا میں لیا  
اختیار کے لیے سارے پاکستان میں سے۔"  
"تو جتنا ذاتی پتا ہے اڈا ہے۔ مجھے نہیں ہے کہ  
میری نورین مجھے ملے گی۔"

"وہ مجھے پھر سٹرولوں سے دیکھتا ہوں۔" فرض کر دوں  
جانی اور تیری ہی ہوئی شاید؟"  
"نورین سے کہہ دیجئے کہ اب باقی کام تیرا۔"  
"کون سا ذاتی کام؟"  
"میں کی کوئی نامی کر لے کر پار۔" میں نے کہا۔

وہ ایک دم سیریس ہو گیا۔ "اب ان کی مرضی کیا۔"  
"پار ہی ہوئی توں کی آخری صف میں ہیں۔ انہوں نے شکست  
قبول کر لی ہے۔ اپنی مرضی کرنا تو بہت پہلے ہی چھوڑ دیا تھا۔  
اب انی کے ذہن میں ہی۔"  
"ایسا ہی حال مراد کی اس کا ہے۔ زندہ ہے کیونکہ  
اپنی مرضی سے نہیں مر سکتی۔ اس انکا دیکھ ہے کہ وقت چورا  
ہو۔"

وہ ابھی سے پہلے میں نے ماں کی کو سلام کیا تو انہوں  
نے خود سے دیکھا۔ "نورین؟ پھر نورین؟"  
میں نے کہا۔ "میں سیریس ہوں۔" اور لائٹ جلا دی۔  
"اچھا اچھا کب آیا؟ سب کچھ ہے؟"  
میں نے کہا۔ "آپ کی ماں ہے اس نے۔ بس اب  
انور کی شادی کر دیں جلد ہی سے تاکہ آپ کو پتہ چل جائے۔"  
انہوں نے ایک آہ بھر کر کہا۔ "پتہ بھی کچھ ہوا ہے  
میرے چاہتے ہیں؟"



مجھے کیا کرنا ہے۔ اگر وہ جھوٹے گتے ہیں تو میں ٹھکرائیں سکتا  
اور واپس کرنے کہاں جاؤں؟"

پیشتر نے چاہا تھا کہ "کیا اب میں گناہگار ہوں؟"

”میرے ساتھ کیوں نہیں؟“ اس مارشلٹھمونی۔

189 - نومبر 2014ء







**f PAKSOCIETY**





## لاحاصل

بارہ

معلوم سے نامعلوم کا سفر بہ حد کثرت اور مشکل ہوتا ہے... سفر کرنے والا اس سے لاعلم ہی رہتا ہے کہ اس سفر میں مصائب اور المیے بھی جنم لے سکتے ہیں... ایک ایسے ہی خود غرض... مفاد پرست کی روایت... جو تمام مواصلات نہایت جالانسی اور منصوبہ بندی سے تدویر کر رہا تھا...

ماہرنگل پتیلی والی اپنی بڑی بی بی کو کہہ سکتے ہو شہنشاہی کے اس حصے کی جانب بڑھنے لگا تھا جس طرف سے ہونے سامان کی ادائیگی کی جاتی تھی... جیسے ہی وہ ایک خالی... چیک آؤٹ لائن پر پہنچا اور اپنا سامان کو بیئر بیئر پر رکھ کر شروع کیا تو برفیوں سمیت میں بڑی ایک دروازہ قامت شخص بھڑکی سے اس کے قریب سے گزرا ہوا آگے نکل گیا اور کچھ گھر گھر دیکھ کر ایک جگہ ٹھہرا۔ اس شخص نے پلٹ کر مائیکل کی طرف دیکھا اور بولا۔

جاسوسی 15 اگست 1971ء - نومبر 2014ء

کے واپس گاڑی کی طرف جانے کا سوچ رہا تھا کہ اس نے مجھے اس کے بارے میں مفید معلومات فراہم کر دی ہیں۔  
”وہ امر فیر میں لٹا ہوا ہے۔“  
میں نے سب سے پہلے اس سے دیکھا۔ ”تو تم نے کیا لیا ہوا ہے؟“  
”پتا نہیں۔“ وہ بے نیازی سے بولا۔ وہ آخری سال کا شریر سا بچہ تھا۔  
”تم مجھے لے جاسکتے ہو یاں؟“

اس نے اقرار میں سر ہلایا اور آگے آگے چل گیا۔ مجھے زیادہ نہیں چلنا پڑا۔ گاڑی کے چھوٹے سے قریبی کچھ آگے ہوئے تھے۔ قریبی دور دور اور میں نے اس میں تیروں کے پاس سے گزرا اور پھر ایک کچھ دیکھا۔ وہاں انٹاروٹھکی ہوئی تھیں۔ تیرہ گھنٹہ کی تھیں۔ کئی کوئی اس میں سیدھا لیت جاتے۔  
اور بولا۔  
”کیا پتہ؟“ میں نے کہا اور قالی قیر میں اس کے پاس میں بھی رہتی تھی۔ ”اس میں تو کوئی نہیں۔“  
”وہ میں بھول گیا۔“ اس نے کہا اور اپنے پیچھے دیکھا۔

مجھے شک ہوا کہ وہ شرارت نہ کر رہا ہو اور مجھے اس وقت تک یہاں نہ لے آجائے۔ میں نے اس کے پاس سے گزرا اور وہ ہنسنا اور ہانک جاتے گا۔  
”اگر وہاں دو جو بیڑے گا بچے ہیں۔“ وہ میری ہوا کے بغیر دوسری طرف بھاگا۔  
میں اس کے پیچھے گیا۔ یہ واقعی تازہ اگھڑی اور تازہ تھی۔ جس کے کناروں پر کئی کے اچھے تھے۔ کئی نامعلوم ہو گئی تھیں۔  
پھر اس قیر کا استمالی تھی۔ وہ تھا اور میں باور میں پڑنے سے نہیں آتی تھی۔

یہ قاتحانہ انداز میں مسکرایا۔ ”یہ دیکھو، یہاں لے آئے ہیں۔“  
میں نے بے چنگی سے دیکھا مگر قیر میں وہاں سیدھا لٹا ہوا تھا۔ ابھی وہ کھل پہلے میں نے اسے اپنے گھر تک زور و سلامت دیکھا تھا۔ میں نے اسے آواز دی۔  
”وہاں؟“  
اس کے راستہ میں کئی حرکت میں ہوئی۔

یہ محاذ پر ایک بڑے دائی میں مسطر جواری تھی۔ تیسویں اگلی مادی ہے

طرف چلا شروع کیا۔ میں اس طرح دھنسی کی اوت میں آگے بڑھ رہا تھا کہ وہاں سے کئی کی نظر بھہ پر نہیں پڑ سکتی تھی۔

جس راستے سے رمضان کا بھانجا نہیں گزرا تھا۔ اب وہ میرے سامنے تھا۔ خود میں بے یورگر کے اس راستے سے آیا تھا۔ میں ایک درخت پر پڑھ گیا اور اس کی شاخوں میں چھپ کر یاد کرنے لگا کہ خواب میں میری گرفتاری کیسے ہوئی تھی۔ بالائی پہلے رمضان نے مجھے ساری بات بتائی تھی کہ نورین مرگئی تھی اور وہ دھنسی میں تھی۔ وہ کسی اور کی بی بی تھی جسے وہ پال رہا تھا۔ وہ کوئی بات سننے میں کافی وقت کا تھا۔ شاید آدھے بجے سے کئی زیادہ۔ میں نے غزنی دیکھی۔ خواب اگرچہ خواب نہیں گوارا تھا۔

میں بیٹھا ہوا اور گزنی کی بونچوں کو آگے بڑھا دیکھا رہا۔ روز دہ بجے اسے پانچ پانچ کا ٹھکانے آئے۔ وہ ایک گھنٹہ گزرا۔ پھر وہ کھلے ریت کے۔ خواب کا کچھ میرے سامنے نہیں آیا۔ رمضان کا بھانجا ایک اگھ انعام کے لالچ میں چلے گئے تھے۔ لڑکیاں لے کر آئے۔ اب مجھے اپنی حرکت پر شرم آنے لگی تھی۔ میں خوش فتنہ سے بھاگا تھا۔ اسی نے طرف کی طرح جرموت سے بھاگا تھا۔ میں نے انسان کے اختیار میں ہے؟ وہ کھلی اتفاق تھا۔ عام سا اتفاق کہ رمضان کے کمرے کا حشر دیا تھا۔ کوئی اس کے لیے کھانا نہ ہوگا۔ برتن تو سب تھے ایسے ہی ہوتے تھے۔ لکھنؤ میں چلے۔  
پتھر، لکھنؤ میں کا سیدہ دیا۔... شاید بڑھ کر میں ہوگا۔  
وہ کھتے بعد میں درخت سے اتر آواں الف سمت سے رمضان کے گھر گیا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں وہ اندر نہیں تھا۔ اس کی چار پائی ٹائی تھی۔ اس نے بڑوں کے سوا اجڑی پر رتے ہوئے تھے۔ کمرے میں وہ کھلی نہیں تھا۔ رمضان نے جانے کہا۔ چار پائی گیا تھا۔ اب شام ہو رہی تھی۔ کچھ توں سے مرد عورتیں محروم رہے تھے۔ کچھ بچوں کو بچے دے دے۔ اسے جانوروں کو ہانک کے وہاں لے رہے تھے۔ میں نے ایک نو جوان کو روک کے اس سے رمضان کے بارے میں پوچھا۔ اس نے مجھے اوپر سے بچے تک دیکھا۔ ”وہ کھنڈ میں تھا۔ وہ توں ماسوں بھانجا۔ ماسوں شایر بیہوش کیا تھا اور واپس آ گیا ہے۔ بھانجا ابھی اندر ہی ہے۔ تم کہوں بچہ رہے ہو؟“

”مجھے رمضان سے ملنا تھا۔“ میں نے کہا۔  
وہ جواب دے بغیر مجھے گھورتا چلا گیا۔ عجیبہ ہونٹ آوی تھا۔ شاید وہ مجھ کے اصرار سے بھڑکا ہوگا۔ میں لاپرواہ رہے ہو؟

”مجھے رمضان سے ملنا تھا۔“ میں نے کہا۔  
وہ جواب دے بغیر مجھے گھورتا چلا گیا۔ عجیبہ ہونٹ آوی تھا۔ شاید وہ مجھ کے اصرار سے بھڑکا ہوگا۔ میں لاپرواہ رہے ہو؟

جاسوسی ڈائجسٹ 1961ء - نومبر 2014ء

## شکونے

”تم نے شادی کی، مگر مئی لگا رہی میں پہلے ہوئی  
 ”روست: ”ہاں میں نے شادی بھی موندلہ آری سے کی  
 ”

☆ ☆ ☆  
ایک آدمی نے اپنی بی بی سے کہا: "خود کو گدی رو سے  
وقت کے گزرتے رہے جو آج ہیں۔"  
عالمی نے کہا: "موت کون ہے؟"  
شوہر نے کہا: "ابھار، بہتر، بہترین، اوسم ایک بہترین  
حالت ہے۔"  
یہ سن کر وہ لڑھے سے بولی: "اور اپنی دوا دے تو کون  
جسم؟"

☆ ☆ ☆  
جہاں بھی انسانیت سے دہائی غیر مضر واقعہ ہے۔  
ایک دن محمدی اور ان کے بھائی کر رہے تھے اپنی جہاں  
کی مشینوں کو۔ اسے ماہر سے کئی دن تک دی گئی تھی  
نئے ٹیکہ لگایا۔  
"اے میرے عزیز بھائی۔"  
"ہم نے اسی کے شوقین کوئی سے ہمارے بھائی" کہہ کر  
کہہ گئے۔

ملک محمد حسن گنی طور، کھیڑا

”تم یہ کہجے کہ میں پاگل ہوں۔ میں جانتا ہوں شاید اس کی وجہ شایگہ مال میں میرا وہ ناشتہ روٹیہر ہاتھوں میں اٹھانے کے لیے مصروف تھا ہوں۔“

”اوکے کوئی بات نہیں۔“

”ٹھیک ہے۔ میری کار میں آ جاؤ۔ میں جیتاں جھارے گر چھوڑ دیتا ہوں یا محرم جہاں جاتا چاہے ہو وہاں لے جاتا ہوں۔“

”فکریہ میں۔“ ناٹیکل محرم کو بغیر سامنے پر آگیا اور دروازہ کھول کر بیچ میں بیٹھا۔

”تم ہار اٹھ کر کیا ہے؟“

”ناٹیک۔“

”تم سے مل کر خوش ہوئی۔ ناٹیک۔ میرا نام بیگ ہے۔ اگر تم چاہے تو میں اسی شخص کو چھو کر ملتا ہوں جو جھڑا لوگ کے لئے گر جاتا ہے۔ شاید ہم اسے بٹانے میں مدد دے۔ اور جیتاں۔“

جاسوسی ڈائجسٹ - 1994ء - نومبر 2014ء

جس میں لاف سے تم مجھ سے بدتر اور بدتر ہو چکا ہا ہے  
 اور جس سے تم اس لیے کہ تم کو ہم سے ایک نفسی سویت ذہب سے  
 کہ ایک صاف سحر سے محو دفتر میں کام کرتے ہو اور جہاں  
 حق انجیل پہنچے ہے ہے اور میں اچھے درجے سے متعلق  
 رہنے میں یقین سے اچھی جگہ میں اور ہم جیسے لوگ نہ  
 جو ہے کہ کسی دھوپ میں دن بھر کام کرتے اور اپنے ہاتھ  
 میں سے کرتے ہیں تو تمہارے پاس کام کرنے کے لیے کوئی  
 چیز نہیں ہے بلکہ یہ کہ وہ تو ہے  
 انہیں نے دیکھا کہ اس شخص کا رہا ہا تھا تو تم سے  
 آج ہے۔ یہ سب ایک جھوٹے میں ہوا تھا لیکن میں دیکھ جیسے  
 اس میں نہ صرف تک کیا ہو۔ باطل ملیہ میں اس طرح۔ ہر  
 کے نفس کی روشنی میں اس شخص کے ہاتھ کی حرکت پہ نظر  
 نہ رہی تھی جو تیری ہے بلکہ وہ تھا۔

تجربہ کرنے والے اس شخص کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے اس شخص کے بارے میں اچھے احوال... ایک شخص ہے جو اپنے آپ کو ایک شخص قرار دیتا ہے جو خود بخود ہے... اسے جو کچھ اس کا اظہار ہے وہ سب سچا ہے۔ اگر وہ شخص اسے پاک کرتا چاہتا ہے تو اسے اس میں دیکھنا بھی نہیں چاہیے۔

تب ہی سنہ ویکھا کہ اس شخص کے ہاتھ میں کیا تھا۔  
 وہ ہاتھ اور اس میں کچھ کھائی کسی دوسرے ہاتھ سے  
 اسے مانی ہاتھ سے بائیں کے غور و غور کی جانب اشارہ  
 کرتا تھا۔

انہیں نے بروقت سرگرمی کر دیکھا تو اس کا فک آگے  
 نہ پہنچ سکا شروع ہو گیا تھا۔  
 اس نے ایک چھوڑ دیا تھا کہ اس کا ہوا دار واٹر پمپ گرا ہوا  
 پھر وہ حیرت انگیزی سے آگے نکلی کیونکہ مائیکل ابھی وہی  
 کھڑا تھا اس نے اسے نہیں گور سکتا تھا۔

[illegible]

اس شخص کو اپنا کار آگے نکال لے جانے کا اشارہ کیا۔  
اس شخص نے تو جیسے خام راسے اس کے ٹرک کے پیچھے  
کاٹ پیٹ کیا ہوا تھا پھر اس شخص نے اپنی کار کی ہیل لاسٹ  
کرنا شروع کر دی۔  
"کیا یہ شخص پاگل ہے؟" انیس نے سوچا۔  
اپنے ٹرک کے برے ٹیک پر سلاہاؤ مین والے ہے تو ان کے  
دو سٹار تھیرو ازم والی تھا۔  
وہ شخص اب پاگلوں کی طرح اپنا کار کی ہیل لاسٹ  
کرتا رہا تھا۔

حب مانگنے کے لئے اپنا ایک ایک چارکیہ دیا اور چارکیہ  
 سڑک پر پھار دیا۔ چارکیس بدستور اسی کیسے خواب میں گئے۔  
 مانگنے والے ایک ہی لکڑی پر رہا۔ وہ بدستور رہا۔  
 چارکیس کی رفتار بھی تیز ہوئی اور اس کے چارکیے  
 میں حب سے چل رہی تھیں۔

”میں بہت ہوں گا۔“ انہیں نے سوچا کہ ان کے پاس  
 کوئی شے نہ تھی۔ وہ ان کے پاس سے گزرتے تھے اور ان کے پاس سے  
 گزرتے تھے۔

مانگیں چھوڑ گئیں ہمارے گھر سے توڑ کر اسے چھوڑ کر آیا۔  
 وہیں سے بھرا ہوا تھا۔ اس نے تو اپنے ترکہ کا انکی یاد  
 کیا اور یہی دروازہ بند کرنے کی زحمت کی۔ وہ یہ دیکھ  
 کر اس شخص کی کار کی معزکی کے پاس پہنچا اور پوچھنے لگا  
 "تمہارے ساتھ کیا ہے؟" اس نے کہا "میں نے اپنے گھر سے  
 اس شخص نے اپنی کار کی معزکی کا کیشہ چھوڑ کر آیا۔  
 لیکن وہ کیشہ مجھے بننے کے لیے تیار نہیں تھا اور وہ اس کے  
 سے دو شخص تھے۔۔۔ اب سوٹ دکھائی دے رہا تھا۔  
 میں کار سے باہر نکلا آؤں گا کہ ابھی دروازہ ہوا جا رہا  
 تھا۔" نے کہا۔  
 "تو کیا؟"

[illegible]

”میرا صرف بچا ایک۔ اہم ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم برا شخص متاؤ گے۔“

”بھلا میں کیوں برا متاؤں؟“ مانگیں نے سنا۔

”اگر کارم مفید کام ہو اور تم دن بھر کسی کام سے دفتر میں کام کرتے ہو تو مجھے جالوں کے حساب سے دس سال کا جاتا ہے اور تمہارے خیال میں شاید میں فیروز کوئی طور پر یہاں تکم ہوں دوست۔“ مانگیں نے سب بلند آواز سے کہا جاپا لیکن اس وقت تک وہ شخص کچھ کچھ کراہی کر چکا تھا اور تیزی سے باہر دوڑنے کی جانب جا رہا تھا۔

جس کا تعلق شاپکھ الی سے باہر نکلا تو اس نے اسی  
 شخص کو ٹولو کہ کڑی قیاس سچوہ نہیں میں جیتے ہوں ہے۔  
 "یہ شخص اس کی کہ یہاں کیسے موجود ہے؟" شاپکھ  
 تھا کہ یہ بہت جلد میں ہو گا نکالنے۔  
 اس شخص کی نظر میں اس کا تعلق ہی ہوئی تھیں جو  
 بارنگ لائٹ میں دوسری جانب کھڑے سپر سے اسے ٹوڑ  
 کرک کی جانب بڑھ رہا تھا۔ جب اس کی فرک کے نزدیکی  
 پہنچا اور اس کے اوردانچ رسالہ کا وردانچ دیکھ کر جاندار تھا  
 کہ اس شخص نے اپنی فرانت پینٹر کھڑکی کا شیشہ پیچ کر یا اور  
 پینٹر کھڑکی۔

"اے سرگ جادو!"  
 ہانگی حیران ہو کہ منہ پر کبک شات اسے چلے کر کیوں  
 ہار رہا ہے۔ شاید شاتنگ مال میں تقارنوں نے کی کٹلی  
 کا احساس ہو گیا ہو اور وہ اس کی معذرت کر رہا جا رہا ہو۔  
 "اے شیک ہے۔" ہانگی اپنے ٹرک میں سوار ہو گیا اور  
 اپنے سامان کے بھرے دوکان چانگ جگہ پر پتھر طور پر رڈ  
 پر روک دیا۔ پھر ٹرک اشارت کرتے ہی وہ اس سے نکل دیا۔  
 جب وہ پھر کنگ لائن سے نکل کر ہاتھو اس نے  
 اپنے ٹرک کے چٹائی آئینے میں دیکھا کہ وہ دھڑلے لائن کے  
 درمیان میں کھڑا اپنے کے ساتھ ساتھ ہاتھ بھی مار رہا تھا۔  
 ہانگی کو یوں دوا پر پہنچا ایک بے بسی میں نہیں ہوا تھا  
 کہ اسے اپنے مقصد میں پہلے لائن دھماکی دیں جو تیزی  
 سے تروک آ رہی تھی۔ وہ دھڑلے اس کے ٹرک کے منہ کے  
 ایک آگیا اور ہی کی جیسے بے کو کوئی اوراد جیسے ٹرک را  
 ہوا۔ اسے اس بات کی غلطی پر دھڑلے ہی کہ ہانگی اپنے  
 ٹرک کی رڈ پر بڑھا۔ ہانگی اٹک کر رہا۔ وہ اس کے ساتھ  
 آٹھ چیک کر چل رہا تھا۔ ٹرک پر اور کوئی دوسری گاڑی  
 نہیں آ رہی تھی۔  
 ہانگی نے اپنی ٹرک کی شیشہ پیچے اتار دیے ہوئے

حاجیوسی ڈائجسٹ - [198] - نومبر 2014ء



"نہیں، اچھا ہے۔ ویسے بھی میں اس پرانے رُک کو بدلنے کے لیے خود کو سناٹہ کر چکا تھا۔ وہ کھنسل کاٹھ کھا لئی تھا۔" مانگیں نے جواب دیا۔  
جیک یہ سن کر مسکرایا۔ اس نے اپنی ٹیس کی جیب میں اچھو ڈال کر ایک بڑس کاڑھ نکالا اور مانگیں کی جانب بڑھا دیا۔

"استعمال شدہ گاڑیوں کی خرید و فروخت میرا کاروبار ہے۔ میں ایک عمدہ استعمال شدہ کار کے لیے تمہاری خاطر ایک مردہ سودا کر کے کے لیے تیار ہوں، مانگیں۔"

"کیا تم نے اس کو سنا ہے؟"  
"نہیں، کبھی نہیں۔ تم کتنی رقم خرچ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو، تم پر ہوا کتنی قسطوں کا کتنے ہو؟" جیک نے پوچھا۔  
"گینٹ آؤٹ!"

"کیا؟"  
"تم نے سنا نہیں تھا میں نے کیا گینٹ آؤٹ۔" مانگیں نے اپنی ٹھٹ سے دھڑ سے ایک پستول نکال لیا۔ "ابھی اور ای وقت۔"  
"تم یہ کیوں کر رہے ہو؟"

"اس لیے کہ مجھے تمہارا یہ طرز پریت پسند نہیں آیا۔ جیک۔"  
"کیا؟ میں تو تمہاری مدد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔"  
"تائیں، تم نے میری مدد کر دی، مگر کارگر ہے۔ اب نیچے اتر جاؤ۔"

اب معاملہ جیک کی سمجھ میں آ گیا تھا۔  
"وہ شخص جس نے تمہارا رُک چوری کیا ہے وہ تمہارا ہی ساتھی تھا۔۔۔ ایسا ہی سے ہوا؟"  
"یہ اچھا ہوا، جیک، کہ تم نے خود کج اندازہ لگالیا، تم ایک اساتذت میں ہو یا سچے کیونکہ اب سے پانچ سینکڑہ ہونے والے ہو۔"

جیک نے اپنے اچھو اور اچھا دیکھ۔ "اؤکے، اؤکے۔" اس نے دواؤں کو کھولا اور تیرے تے لگا۔  
"رُک جاؤ۔" مانگیں نے کہا۔ جیک اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔

"مجھے سائزن کی آواز میں سنائی دے رہی ہیں۔ کیا تم نے پولیس کو نوں کیا تھا؟" مانگیں نے پوچھا۔  
"اس میں سمجھا کہ شاید وہ شخص نہیں قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، میں نے تین دن دن پروفون کر دیا۔"  
"واپس اندر آ جاؤ۔"

"واقعی؟"

"میں نے کہا تھا کہ ابھی اندر آ جاؤ۔"

مانگیں نے اپنی جانب کا دروازہ کھولا اور کمرے کے نیچے اتر گیا۔ سائزن کی بڑی ہوتی آواز میں اس کے کھنسل سے آ رہی تھیں۔

"رہاؤں ہو جاؤ اور جتنی تیز رفتاری سے تمہیں ہو سکتی ہے گرن۔" مانگیں نے کہا۔ جیک نے فوراً دروازہ بند کر دیا۔  
"میں پڑو۔" مانگیں نے پستول تانے ہوئے کہا۔  
"یامیں کو کیا یہ رساٹا شرا کر دے گی۔"

جیک نے فوراً اپنی ٹھٹس کا انجن اساتذت کیا اور نہایت تیزی سے وہاں سے دوڑا میں کو لیا۔  
مانگیں قریبی جھاڑیوں کے پیچھے چھپ گیا۔ اپنی آواز میں وہ پولیس کار میں تیز رفتاری سے اس کے سامنے سے گزری تھیں۔

جیک نے فوراً پستول سے فائر کر دیا۔ ان گاڑیوں کو ٹھٹس سے روک دیا۔ وہ گاڑیوں میں چھپ گئیں۔  
"انہیں کب کے۔" مانگیں نے سوچا۔

اس نے اپنا پستول ٹھٹس سے نکالا اور فائر مارتے ہوئے پوچھا۔  
"اے، واپس آ جاؤ اور مجھے بھی لے لو۔۔۔" اس نے پولیس کو نوں کر دیا تھا۔ بات چیت میں تھیں، میں لیکن میں کوئی اور سادہ لوح کو بتاؤں کرنے میں زیادہ وقت نہیں کے گا۔  
پس اب تم بھلی سے واپس آ جاؤ۔ اس سے مل کر پولیس واپس واپس آ جائے۔"

جیک نے تین دن دن ان کال کے جواب میں صرف ایک پولیس پٹرول کار میں گزری تھیں۔ مانگیں نے ان کا کمرے کوئی کار کیوں نہیں آئی تھیں یہ مانگیں کا خیال تھا۔ ایک تیسری کار بھی ان کے پیچھے آ رہی تھی۔ اس پولیس پٹرول کار کا ڈرائیور اگلی کاروں تک پیچھے کے لیے اس سوگ پر ایک سو گھنٹیں سکی کی گھنٹہ کی رفتار سے ڈرائیور کر رہا تھا۔ وہ سائزن ہوا، ہمارا دروازہ اس کی لائسنس لیش کر رہی تھیں۔  
مانگیں بدستور سوگ کے درمیان کھڑا تھا اور اس کی فکریں خانہ مست میں تھیں جب وہ تیسری برق رفتار پولیس گاڑی اس کے تین سر پہنچ گئی۔

اس سے مل کر وہ سوگ کے درمیان سے بہت گریز کر کے تیز رفتار پولیس گاڑی کی آواز میں آئے سے بھانے کے لیے کوئی تدبیر کرتا۔ اسے بہت دیر ہو چکی تھی۔  
اور۔۔۔

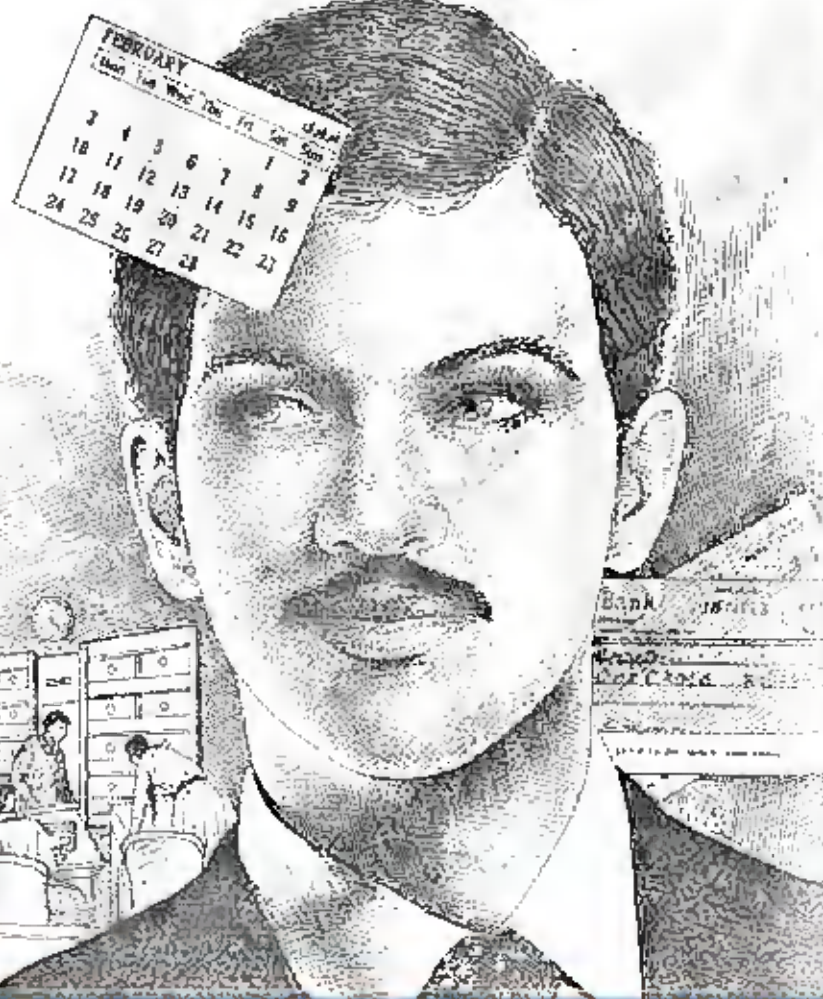
اور ملے اپنے آفس میں آ کر جگہ جگہ سا کر رہی پر ملے میں آج کے اس کی طبیعت خراب تھی۔ بڑے کی وجہ سے اس کے سر میں ہلکا سا درد ہوا تھا۔ بڑے سے اس کی پانی پانی تھی۔ بخار اور ایک سو دو ڈگری تھی ہوتا تھا۔  
پرا نہیں ہوتی تھی لیکن یہ بڑے۔۔۔  
اس نے کتنی بھاری چڑی کو لیا اور کہا۔ "نورم ایک کب کاٹی لے آؤ لیکن کافی گرم ہوا پانیے۔" اس نے تپ سے انداز میں کہا۔

گھر والی کے بڑے سے منہ پر۔۔۔

## گتشر آیا

سیر مسراتی

چھوٹ شومناک اور قابلِ نفرت ہوتا ہے۔۔۔ جبکہ سچ حراف شفاف آسمان کی طرح چوڑا ہے۔۔۔ چھوٹ بڑیوں کی علامت اور سچ جرات و ہمت کی۔۔۔ وہ مسودہ سمجھ واسطے پر کا مزن تھا۔۔۔ اچانک ہی بولت کی چٹا و چونڈ نے اس کی آنکھیں۔۔۔ دھندلا دیں۔۔۔ اور پھر وہ ان دھندلکوں میں ڈوبتا ہی چلا گیا۔۔۔



مکتوب شایع

"فیک ہے۔" دادرمل نے کہتے ہوئے مکتوب کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔  
نیکر کو کام کرنے کی جلدی تھی، اس نے سرعت سے بس اس کا دل رکھنے کو ہاتھ پیر اور قسم لگا کر اندر ہات کی طرف متوجہ ہو گیا۔ دادرمل نے اس جی کا ٹوکس نہیں لیا، بھروسہ آج کے شیلڈنگ کا فرائی ادا کرے گا ہونے چیک سے باہر آ گیا۔

☆ ☆ ☆

وہ شیطانی خیال اس کے ذہن میں کارائستار کرتے ہوئے آیا۔  
"کیا ایک کروڑ روپے میرے ہو سکتے ہیں؟" اس نے راج میں نیکر کا کراہتیل پر ہاتھ پیر کرتے ہوئے سوچا۔ سوچوں کی گاڑی بھی ہار کے ساتھ ساتھ منصوبہ کی شاہراہ پر دوڑ پڑی تھی۔

"یہ تو ممکن نہیں ہے کہ آفس میں رہتے ہوئے رقم بھرم کر سکیں۔" فیک کا انداز میں خاور صاحب سمیت چند دیگر لوگوں کے غم میں تھا۔ اور پھر طبعاً "دادرمل نے کارٹاپ گھیریں ادا دل دی۔

اب اس کی سوچ دوسرے زاویے سے حالات کا جائزہ لے رہی تھی۔

اس کی ماہانہ تنخواہ تو اتنی اسی اسی سمیت کل پانچ سو روپے تھی۔ فیک میں لاسے کے فریج کی قسط، اپنے روزمرہ کے اخراجات، سکرین، چائے اور لکاس پر خرچ کرنے کے بعد اس کے پاس بے مشکل چند ہزار بچتے تھے۔ انکی غیر معمولی اخراجات کی بنا پر اس کے اکاؤنٹ میں کل سات ہزار روپے کی رقم تھی۔

اب اس نے ایک کروڑ۔  
دور کے سفر میں پائی آ گیا۔ نیکر کو خوار رہی بھر دادرملی تھی لیکن برادری اپنے راستے خود کو افسر کر گئے تھے۔

"کیوں نہیں شری سے یہ بھاگ جاؤں اور باقی روز ہاؤس تاکہ ایک کروڑ کے ساتھ ساتھ یہ چند لاکھ کی کاروباری سیر ہو جائے۔" اس نے سوچا۔

وہ سوچ میں غافل تھا۔ سامنے سے آنے والی ایک تیز رفتار کار نے اسے بریک دے کر بکھڑ کر دیا۔ ایکسپرنٹ ہوتے ہوئے چاہتا لیکن حصول زر کی خواہش نے اس علاقہ کی سمجھ بے مشق نہ کیا۔ وہ اپنی سوچوں پر بریک نہ لگا سکا نہ معاملہ بچا ہو سکا۔

"میں اگر کوئی کوٹ کر ہائی تعلیم پانچا کرو دوسرے

دور کام کے لیے ایک ہارٹ چینین کرتا تھا۔ ہر اسے چرتی صحت اور اس سے حاصل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔  
بیش کا سیلاب رہتا تھا۔  
جب اس نے فرم میں باب شروع کی تو اس کے پاس ہزار لاکھ کی رقم تھی۔  
اس نے ہارٹ پانچا کر ایک سو پانچ سال کے اندر اندر میں ایک گاڑی لے لیا۔

پانچ سال بعد اس نے ایک سیکنڈ ہینڈ گاڑی خرید لی۔ ہر اس کی صحت اور اس کو دیکھتے ہوئے فرم نے اسے پیرہ، اہل کی پڑا اسکی دوسری۔ نہ صرف گاڑی بلکہ ہنگامی آپ کے لیے بھی کوچہ کا کھانسی دوانے کے نتیجے میں عام سے آپٹ میں غم دادرملی میں سے لکھنا پڑتا تھا۔  
گاڑی کی رقم فرم کو قسطوں میں ادا کرنی تھی جو اس کی نو روپے ہر ادا کرتی جاتی تھی۔

اور خوش تھا۔ اس کے کئی خواب پورے ہوئے تھے۔ آج تک وہ جلدی جلدی تیار ہو کر آفس کے بجائے سیدھا اپنا بیگ پٹینا اور نیکر کو چیک پڑا دیا۔

"ایک کروڑ کا چیک ہے؟" نیکر نے چیک کو الٹ پلٹ کر دیکھنے کے بعد فریج خیال انداز میں کہا۔ "میرے ٹیکس سلسلہ میں ہے لیکن یہ گاڑی چیک ہے اور اسے ٹیکس ہونے میں ہر وقت کے گاڑی۔"

"میری سر، میں جانتا ہوں کہ اسے ٹیکس ہونے میں چند دن ہیں۔ اس لیے میں آج تقیلات شروع کر رہا ہوں۔ اسے اپنے آگیا ہوں تاکہ چیک دوبارہ ملنے سے چیک کیش ہو سکے۔"

دادرمل نے قس کے ساتھ اٹھانے کا سہارا پانچا تو نیکر نے جھکا کر بولا۔ "ابھی کہاں صاحب۔ یہ جس چیک کا چیک ہے؟ آج تو اس میں نہیں جاکے گا۔ اس سے چار دن کی تقیلات ہیں۔ پانچویں دن چائے گا اور پھر دس دن بعد آپ کے اکاؤنٹ میں یہ رقم آئے گی۔"

"اوو" دادرمل نے غصی ہوا فرمندی سے بوند بوند کر کے چار ہزار پھر پانچ لاکھ کر دیا۔

"فیک ہے۔" میں یہ چیک لے کر دیتا ہوں۔ اب آپ ایک شخص تارخ بنادیں تاکہ میں آخر کو 10 لاکھ تک پہنچاؤں۔"

نیکر نے ایک دو دن کے اور پھر جلتے ہوئے۔  
23 فروری ہے، آپ کو کوئی تاریخ کو یہ رقم مل جائے۔  
نیکر نے چیک چار دن بعد دے گا۔

لپا تھا۔

"مگر آپ نے چیک کو ایک نظر دیکھنے کی بھی زحمت نہ کر انیس کی؟" نیکر نے زبردستی اس کا ہاتھ پکڑا۔  
"اسٹار گروپ والے ہمارے پانے کا کسٹ تھا۔  
ان کا کوئی چیک بھی ہاتھ نہیں ہوا۔"

"میں ابھی خاور صاحب سے بات کر رہا ہوں۔" اس نے یوں کہا جیسے دادرمل نے کوئی نہیں کیا۔ "آپ کو ایک خرچہ پھر اسٹار گروپ کے آفس ہانا ہو گا اور یہ چیک منسل کر کے دوسرا چیک لیا ہو گا۔ آپ چیکیں اس آفس آج ہوں۔" چیک کو نیکر اپنے کمرے سے لے گیا۔

دادرمل نے خاور صاحب سے بات کر کے اپنے کمرے کی کوشش کر کے۔ وہ خاور صاحب کو یہ چیک دلائے گا کہ اس نے جان بوجھ کر لیا گیا ہے۔

دادرمل نے خاور صاحب اس کی کارٹاپ میں چیک آج کے۔ وہ اسے بہت پسند کرتے تھے۔ کوشش میں اس سے اس کی کئی میں ستر نیکر کے مہم سے کام کر رہا تھا۔  
اپنی صحت، صحت اور پیشہ ورانہ سمات سے اس نے خاور صاحب کے دل میں ایک خاص مقام پیدا کر لیا تھا۔

اس کی توقع کے پچھلے خاتون نیکر کی پر ہند تھی۔  
نیکر کے کمرے میں داخل ہوا اس نے ہنگامے سے ہنگامے سے خاور صاحب کو دے دیا۔  
"خاور صاحب کب وہ ہے؟" فیک نے غصی انداز میں کہا۔

اسٹار گروپ کے اکاؤنٹس منیجر کی ہے۔ اب چیک دوست کرانے کا وقت بھی نہیں رہا۔ کل اسٹار گروپ کا آفس ہنگامہ ہو گا۔ آپ یہ چیک کل اپنے اکاؤنٹ میں شیڈ کروائیں۔  
چار دن کی سرکاری تقیلات تھا۔ جب یہ چیک کل ہو جائے گا تو دادرمل فرم کے اکاؤنٹ میں شیفٹ کر دیں۔

دادرمل نے خطرہ انداز میں اسے دیکھا اور چیک اس سے لے لیا۔ پھر دسویں بجایا اور اس کے کمرے سے نکل گیا۔  
دور کی کوشش تھی کہ خاور صاحب سے ملے بیابان سے خاور صاحب کے اسٹینڈ ڈائریکٹر کی سیٹ خود بھالے۔ اسے امید تھی کہ اس سال کے آخر تک خاور صاحب کی ہنگامی ہوا جائے گی۔

وہی سچ انتہائی خوش گوار تھی۔ نیکر میں اسکی خاصیت تھی۔  
خاور صاحب کی شان و شوهر میں بیدار ہو، کیونکہ اب اس کی طبیعت بالکل فیک تھی۔  
وہ ایک بہتر میں نیکر میں تھا۔ یہ ہنگامہ دادرمل کی گاڑی اور ایک کئی میل فرائی اسے ملنے والی تھی۔  
وہ ابھی تک خاور صاحب اور اسکی دولت مند کمرانے میں شادی کر رہا تھا۔

دور دھار اس کے حوالے سے واقعہ تھا۔ وہ صرف اسی وقت چھوڑتا ہوتا جب اسے خوراک کا ہوتا تھا۔ وہ عام حالات میں وہ بہت خوش مزاجی سے پیش آتا تھا۔  
نیکر کی دیر بعد دور دھار کا لپا۔ وہ ابھی کافی لپا رہا تھا کہ اس کا کام کی نکل بچتے تھے۔  
اس نے رات کو ایک چیز خوار کر اس کا کام لپا اور سرو لپے میں کہا۔ "نیکس!"

"دور دھار کمرے میں آئیے۔" دوسری طرف فرم کا اسٹینڈ ڈائریکٹر تھیں۔  
"اوکے!" نیکر نے بھنگا کر بیٹھ کر دیا۔  
نیکر سے اس کی کئی نہیں تھی۔ جب سے اس نے فرم جو اس کی کئی دہائیوں میں سے نیکر کو ستر کر دیا تھا۔ جس لوگ اپنے ہوتے تھے جنہیں دیکھ کر خاور صاحب اسے فیکس کرتے تھے۔  
نیکر بھی ان میں سے ایک تھا۔

وہ اطمینان سے کافی پینا رہا۔ کافی ختم کرنے کے بعد اس نے سکرین سے اٹھ کر اس کے بٹے بٹے کس لپے لپے۔  
اسٹار گروپ ایک دفعہ پھر نیکر کا۔ وہ جانتا تھا کہ دوسری طرف خاور صاحب کی دوسری طرف فرم کے ایک ایسی خاور صاحب بھی ہو سکتے تھے۔ اس نے دوسرے لپا اور بولا۔ "مٹی!"

"خاور صاحب! میں نے میں صحت پہلے آپ کو بلا لپا تھا۔" دوسری طرف خاور صاحب تھا۔  
اس کا کھانا لپکھ کر دادرملی فیکس کیا۔ اس نے قی لپے میں کہا۔ "میں بھی کام ہی کر رہا تھا۔ ابھی قی ہو کر حاضر ہوا ہوں۔" اس کا انداز طنز تھا۔

پھر سکرین میں اس کے میں شیفٹ کر دیا اور اسے خاور صاحب کے کمرے کی طرف روانہ ہو گیا۔  
کمرے کے باہر انتہائی خوب صورت حروف میں خاور صاحب کے نام کی کئی تھی۔ سید خاور صاحب اسٹینڈ ڈائریکٹر۔  
دادرمل نے پردائی سے دروازہ کھول کر اس کے کمرے میں داخل ہوا۔

نیکر اسے دیکھنے ہی لپا۔ "خاور صاحب! یہ اسٹار گروپ آف مینجر کا چیک آپ نے اپنے نام کیوں لپکھ کر لیا ہے؟"

"میرے نام؟" دادرمل نے حیرت سے کہا۔  
"جی ہاں، آپ کے نام!" نیکر نے طعنے انداز میں کہا۔ "ایک کروڑ کی رقم معمولی نہیں ہوتی۔"

"یہ میری فیکس اسٹار گروپ کے اکاؤنٹس ڈائریکٹر کی تھی ہے۔ میں نے تو دیکھ لپکھ چیک طرف میں میں دیکھ

جاسوسی ڈائجسٹ 102 - نومبر 2014

جاسوسی ڈائجسٹ 102 - نومبر 2014

جاسوسی ڈائجسٹ 102 - نومبر 2014

جاسوسی ڈائجسٹ 102 - نومبر 2014



کھودش ابیام

کا خدات حاصل کرنے کے بعد نوکل ماڈن نے نادر  
فی کا مطلقہ رقم کا چیک دے دیا۔

تمام سہولتیں ملنے کے بعد اس نے لیاہٹ سے  
کہا۔ "میں کبھی تک گھر نالی کر پاؤں گا۔ دراصل میرے  
پاس اور کوئی جگہ دینے کی نہیں ہے اور جو گھر میں لیا ہے  
اس کا قبضہ مکمل ہو چکا ہے تو مل رہا ہے۔" ہماری بات سن کر  
نوکل ماڈن خوشی منی سے کہنے لگا۔

"لڑت بکتر۔ ہمارا سہولت پر توجہ کو ختم ہوتا ہے۔  
میں بھی اس دوران میں اپنے تنگے کے مالک سے بات کر کے  
اس سے اپنا دیا ہوا مال و اس کا ادھیں مانگوں گا۔ کرا۔ جو تاریخ  
تک چر دا ہوگا۔ اس سے ملے وہ مجھے بھگائی کرنے کے لیے  
نہیں کہہ سکتا۔"

"میں اس خدان پر آپ کا شکریہ ادا کروں۔" اسی نے  
معاذ کرتے ہوئے کہا۔

دونوں میں دیکھی کالالت کی اداسی ہوئی اور پھر دور  
ملی والیں اس سے سہو سامان تنگے میں آگیا۔ قرا کر انا  
سکل ہوتا ہے اسے انداز نہ تھا۔

اب وہ دہرا کر ہوا تھا کہ تنگے کے مالک یا فریجیہ رات  
دائے کو وہ یاد نہ آجائے یا ان دونوں میں سے کوئی اور نہ  
آئے۔

☆ ☆ ☆

انہی دنوں دو درختوں کی فیم مہولی رنڈر کے ساتھ چپک  
لے کر چپک بچھا۔ خیر نے اعلیٰ کر دیا چپک لے کر اسے  
اوپر سے نیچے دیکھا۔

"میرا نکلا ہے۔" یہی کسی اور کا چپک ہے جو میرے  
ہاتھ لٹو ہوا ہے۔" دور نے سرمت سے خوشی منی کی۔  
حالانکہ خیر نے یہ کہنا چھوڑا کہ یہ اس کے اتار کا ہر تھا۔  
خود کو خیر محسوس کرے تو آدمی بلا جہی دلیل پیش کرے گا  
ہے۔

"رقم بڑی ہے۔" ہینڈ آفس سے آئے کی۔ اس رقم کے  
لے آپ کو انتظار کرنا ہوگا۔" خیر نے جیب سے بچے میں  
نہاں دیا۔

"آخر کتنا۔۔۔" دور علی نے بے تابی کے ساتھ  
پوچھا۔

جواب میں خیر نے ہلکی ٹون اور ہار کے اور اسے  
تھپتھپایا۔ "میں یوں محسوس کر رہا ہوں کہ آپ کے بچلے  
چپک کے ساتھ مکمل تاریکی ہو چکی ہو جائے گا۔"

"ایک کارش کرنا چاہتا تھا۔"

جاسوسی ذائقہ 204 - نومبر 2014

میں نے کا خدات بنائے میں کم وقت کے گا۔"  
"نہیں میں کا خدات کے بغیر کیسے جا سکتا ہوں۔"  
پس۔" انہیں پریشان دکھائی دینے لگا۔

"نہیں۔ میں نے کا خدات بنائے ہوں کہ آپ کو دوسرا  
بھارت کے سامنے انگریز ہست ہو گا کہ میں کہیں  
نہ پڑے۔"  
"آئی بڑی رقم پیش نہیں مل سکتی۔ مٹی بیگ میں میرا  
دور ہے۔ میں دیکھنا چپک آپ کو دے سکتا ہوں۔"  
اس کے بعد نادر نے بہت چار کو کسی طرف نوکل  
ماڈن کو دیکھ کر دوسرے دور بڑی خوش ہوئی سے بات  
کرنا۔

☆ ☆ ☆

آخر پہلا ہی دن تھا۔ دور علی نے بہت نہیں پائی۔  
اس کی سب سے بڑی جیت۔ یہی کہ تعلیمات سرکاری تھیں۔  
جاری۔ خیر سرکاری اور جڑے اس سے بندھے۔  
جیسے سربراہ دور اور آدمی کا خیر رکھنے والوں نے کاروبار  
دراں رکھا تھا۔

ان چاروں میں دور علی نے سب سے پہلے خیر کو  
نور نے لایا۔ تعلیم پرایا ہوا جس فریجیہ اور الیکٹرانک کا  
کاروانے۔ یہ فریجیہ رات کرنے پر بھی تقریباً تین لاکھ  
پڑے۔ فریجیہ اس نے رات کی تاریکی میں اٹھایا تھا۔  
اور اسے اٹھاتے ہی کوئی لوشن نہ لیتا نہ ملاقات ہی لیا  
فریجیہ کو کسی کی خبر نہ تھی۔ ان حالت میں بچوں میں  
ماتے والے انسان بڑے بچوں کے ملحق یا داخل ہوتی  
تھیں۔ میں بھی کسی ایک دوسرے کو دیکھ لیتے ہیں اور  
تھیں۔۔۔

☆ ☆ ☆

ملائے کی کچھ اسٹنٹ ایکٹریاں بھی کاروبار جاری  
ہے۔ وہ بھی۔ انہی ایکٹریاں کے بہت سے چکر مار کر دور علی  
نے اپنے مطلب کا چپک بھی دھونڈ لیا۔

یہ برکت اللہ تھا۔ اس نے بھی کا خدات بنائے کے  
نہیں بڑا لے اور اسی "نہیں" میں مجاہدیت بھی بن گیا۔  
مجاہدیت کا ایک پہلو دفتر بنایا گیا تھا۔ نوکل ماڈن خیر کی قرا۔  
نور اور اگر یہاں ہوں اور ملاقات سے ذرا وقت  
چوڑے روز تعلیمات ختم ہو گئی تو دور علی ماڈن کو اپنی  
اسی اس لے گیا۔ ماڈن کے سامنے برکت اللہ نے  
مجاہد کی مصروفی چھان بین کی۔ سخت لے میں سہولت  
نے اور آخر کا خدات اصل ہونے کی گواہی دے دی۔

نوکل ماڈن کے ہندو نامہ سے اور دیکھا جانب گاڑی موڑ لی۔  
آفس کی پر شکوہ محاورات اس کے سامنے تھیں۔

☆ ☆ ☆

نوکل ماڈن امریکی ریاست اور نیٹو کا رہنے والا تھا۔  
دو پاکستان مستقل طور پر رشتہ ہو گیا تھا۔ اور جیسا ہے وہ ایک  
لیبارڈر کر کے ہوا تھا اور تقریباً دو لاکھ کے ساتھ میں دو لاکھ  
ہو چکا تھا۔ اپنے مقصد کے حصول کے لیے اس نے  
پاکستان منتخب کیا۔

وہ گزشتہ پندرہ روز سے وینس کے ہسٹریل لین 8 میں  
نادر کے تنگے کے دائمی طرف دانے تنگے میں مقیم تھا۔  
تقریباً اس دن ہسٹریل لین 8 میں دو لاکھ کے دور میں  
میں دور علی کی اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ اگر بڑی اچھی  
جانتا تھا پھر دور نوکل ماڈن سے خاص ویر چپک کر  
رہا۔ اسی روز اس نے نادر کو بتایا تھا کہ وہ کرائے کے  
ادارہ چاہتا ہے کہ کہیں کسی کو بھگائی نہ لے۔

دور علی نے یہ بات سننے کے بعد اور بار بار اسے  
میں سر چاٹتے تھا۔ اس کا کوئی واسطی نہ تھا لیکن آج دور  
کا نادر اور نوکل ماڈن نے دیکھا تھا۔

آج آفس سے واپس آکر اس نے سید خان نوکل ماڈن  
کے تنگے کو دیکھا۔  
"کوئی مسئلہ نہ آگیا ہے تم۔" ماڈن نے معاف  
کرتے ہوئے بڑے خیر انداز میں اسے بار بار دیکھ کر  
کہا۔

دور اس سے باقی گفتگو میں دور میں کر کے آگے  
وہ بے چارے سے ٹانے اچھا کر ہوا۔ "ارڈو" میں  
چلے گا۔

اس کے بعد کی گفتگو آخر بڑی میں ہوئی۔ دور نے  
اسے اپنی آمد کا مدعا بتانے کے بعد کہا۔ "یہ وہی ضرورت  
آج بڑی ہے کہ میں بلکا غری طور پر فراہم کرنے چاہتا  
ہوں۔"

"دور کو اور فنی لاکھ۔" ماڈن نے سید چارگی سے کہا  
"میں اس سے زیادہ دوسری کچھ پیش نہیں ہے۔"  
نادر کو ایسا کہ جسے ایک وقت کی خیر رنڈر غیاروں نے  
اس کے سامنے سے نکل کر ان سے غماش پر ہانڈ کی ہو۔  
"پیش کیا ہے۔" اس نے معافی سے بھی  
کہا۔ "لیکن میری ایک چھٹی ہی چیز ہے۔"

"دیکھا۔"

"تنگے کے کا خدات نوکل کی وادعات میں چوری ہو

شیر ہوا کہ تو شاید نادر صاحب میرے کے ہندو جائیں مگر تنگے صبا  
خیبت میرا چھٹا نہیں چھوڑے گا۔ وہ دوسرے شہر تک میرا  
چھٹا کرے گا۔ دو لاکھ اس طرح کہ کہیں بھڑا ہے گا اور اپنے  
دراں بروئے کار لکھے دھونڈ لے گا۔"

سوچ کی راہ میں ایک بڑی وادعات حاکم ہو گئی تھی۔  
اب وہ خامے "مفترب انداز میں ڈرا کر ہر ہوا تھا۔ آفس میں  
لیا ہوا دور تھا۔ اب یہ مشکل صرف پندرہ منٹ کی ذرا  
پائی ہو گئی تھی۔

دور بھی تنگے "مفترب" کے خدات میں تنگے کا ایک مل  
سوچ گیا۔

"کیوں تا میں ملک ملی سے فراہم ہواؤں۔ یہ دینی  
ملک مجھے غیر تو کیا اس کا پاب بھی تابش نہیں کر سکتے گا۔"  
نادر میں خوش ہوا جیسے وہ ایک گزروہ ہے اس کی

جیب میں پڑے ہوں۔ اس نے سوچا کہ اگر ایک کامیاب  
مضروب ہونے کی چاہت تو یہ پڑنا جیب میں آئے میں ریت  
تنگے کی۔ اب اسے دور سے فنی کی میں کواریں دیکھا دینے  
دی میں وہاں تک پہنچنے کی اسے۔" میں جانب مر تھا۔

"تنگے سے باہر جائیں اور صرف اتنا سا پیالے کر  
جائیں۔" دور علی نے اپنی ہی فنیٹک اڑاتے ہوئے کروں  
تنگے۔ "انہم۔۔۔ بھگائیوں سا میرے باپ کا ہے۔ بھگائی  
فروخت کرنے پر جو رقم تنگے کی وہ بھی حاصل شدہ آدمی کا  
بعد ہوگی۔" اس نے تنگے کا کیا۔ اگر میں نے اچھی نہیں میں  
بھی بھگائی فروخت کیا تو میں دو کروڑ سے کم نہیں میں کے اور  
بڑا۔۔۔" تنگے کے ملنے دروازے ہوتے جا رہے تھے۔ "اور  
پھر اس کے اندر دیکھا ہوا لاکھوں روپے کا فریجیہ خرچ کر لی دی۔  
اسے ہی اس نے مجھے بھی صاحب بھی کیا تاکہ ضروری جائے  
کے۔" اس کے بعد جب ان کے کشتیاں لیز نے امدادی کا  
مجھ بھگائی اس کے پندرہ منٹ درجن ہو گئے۔  
فنیٹک ایک کامیاب ملائیک۔ فنیٹک ایک بہت اسے  
کہاں سے کہاں بھی گئی۔

انگلی سے دور نے اپنے حواس پر قابو پانے کی  
کوشش شروع کر دی تھی کہ اسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے وہ  
بدن کی ہر جس میں دھڑکے لگے۔ نوکل ماڈن میں غور کری  
مارنے لگا تھا۔ میں ستار کے تاروں میں کسی کوئی محسوس  
ہو رہی تھی۔

اگر یہ کیفیت کسی حد سے کے نیچے میں ہوتی تو روتیوں  
فریٹکی کی نو میں آکر اپنی محسوس کہ دوروں سے گرا بیٹھا  
تھیں یہ شاہی مرگ کی کی کیفیت تھی۔ اس نے اپنی بے انتہا

جاسوسی ذائقہ 204 - نومبر 2014

PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY





کود شریام

"ہاں، ہاں۔ میں نے کہا تھا کہ کبھی کو ازلز چاہیے ہوں گے۔ بس میں پاکستانی دوستوں کے کرتوتوں سے ناواقف رہا ہوں۔"

نار نے کہا اور بغیر جواب سے فون رکھ دیا۔ وہ نہایت گھٹ میں تھا۔ اس نے کاروبار بھی دیکھا تھا۔ تھوڑے قدموں سے ایک کی طرف بڑھنے لگا۔ دھڑکتے دل کے ساتھ ایک میں قدم رکھا اور پھر استقبالیہ کاؤنٹر کے پاس ٹھہرے مگر جیب سے چیک بک نکالی۔

اس نے تین کروڑ تین لاکھ روپے کا چیک نکھا اور ٹھہرے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ عکبر دھیمے سے ہت فون بھی کر سکتا تھا۔ دسکری دسک تھا۔ اس نے سوچا کہ اگر وہ پیش دینے سے منع کرے گا بھی تو صرف ایک کروڑ روپے دسک کے گم ہائی رقم کا تو اسے مل ہی سکتا ہے۔

ٹھہرے کمرے کے دباؤ میں ایسی کوئی بات نہ تھی جس سے کسی "میلی فون" کا اعزاز ہو، تاہم اس نے جملہ امت آئیر حیرانی سے معاملے کے لیے بڑھا دیا۔ "تمی؟" اس نے اٹھانے کے کھاتے نہایت ہوسے نار سے سوال کیا۔

"کیش لینے آیا تھا۔ ذرا جلدی کیجیے۔ میرے فرم کے مالک کا کیش ہے اور وہ ملک سے باہر جا رہا ہے۔"

"لیکن آج کیسے دے دوں کیش۔ آپ نے تو پریس کر دیا۔ آپ سے کہا تھا کہ فرسٹ راج تک انا کیشی ہوگی۔"

"ہاں، فرم آج فرسٹ راج ہی ہے۔ کس اٹھائیس فروری تھی۔" اس نے تھوڑے تھوڑے حیران ہو کر کہا۔

"بے شک، کس اٹھائیس فروری تھی لیکن آج کچھ نہیں۔"

29 فروری ہے۔

"ہاں... 29 فروری؟"

"آپ کو یاد نہیں یہ یسپ کاسال ہے۔"

ٹھہرے کمرے کا دروازہ بارہ اندراجات میں مٹھک ہو گیا۔ پوچھنے کی سوباکی کا پر شور سڑکن کس قریب ہی سٹائی دے رہا تھا۔ اس کا نتیجہ بھی مطلب تھا کہ ٹھہرے اس کے کیش نکالنے کا خیال کر کے ایک ہی کاروبار کیا ہے۔

کاش اسے یاد نہ آتا کہ لیب کے سال میں فروری 29 اپریل کا ہوتا ہے۔۔۔ جیسی ہونے والا تھا وہ اس کے حق میں بہت برا ہوئے والا تھا۔

راہے ہی ایک لمبی کارڈ پر غور کرتا تھا۔ غصہ کیا وہ سارے گیارہ تک دفتر پہنچتا۔ ابھی وہ کمر پر ہی ہو گا۔ میرے متعلق سننے ہی وہ اور اصرار فون کرے شروع کر دے گا۔ اسے یہ غم نہیں ہو گا کہ میں اپنی بانی فرم کے بھاگ رہا ہوں۔ وہ تو صرف کاروبار سوباکی اور ایک گروہی کے بارے میں سوچ رہا ہو گا۔ دوسری طرف مکمل جاری تھی۔ نار نے شدید اضطرابی حالت میں زخم پر کے بارے میں شروع کر دیے۔ جب ہی فون ریڈ کر گیا تھا۔

"ہیلو۔" خلاف توقع ایک نسوانی آواز سٹائی دی۔

"تمی مجھے کبھی صاحب سے بات کرنی ہے۔"

"اور تم کبھی؟"

"کیا آپ نے مجھے آئی بیج آئی تو کیا وہ سارے کیا رہ چکے ہیں؟"

"نہیں، ابھی ایک قسم کی ملتی جلتی تھی۔ مگر اب یہ سب کچھ کے ہاتھ میں آ جاتے کے بعد ہی شک کے مالک کو فون کی ہو گا۔ اس کے نہیں سے اسے تھوڑے تھوڑے ہیں۔"

اس نے بیٹھ کر اور سوباکی کی طرف سے روکا دیا۔ اس کا بوجھ تھا کہ وہ کاروبار سوباکی کی طرف سے منسوک ہو گیا ہے۔

اس کا فون کھول رہا تھا۔ جوں جوں وہ ٹھہرے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس نے سوسچا۔ میں کسی غلطی تک آف کرنے سے پہلے فون کر سکتا ہے اسے ایسی بے نظریہ کا کہہ کر دے گا۔

ٹھہرے کا غصہ بھرا چڑھائی کی تھوڑے تھوڑے میں ٹھہرے کے تصور میں دیکھا کہ وہ اس پر اس رہا ہے۔ خلاف ازلز ہے۔ پوچھنے سے کھڑی ہے اور وہ بڑے غریب انداز میں غور حسن سے نہیں اس کر اس کے بارے میں سوچ رہا ہے۔

میں میں اس نے آنکھیں کھول دیں۔ کھڑی دیکھی۔ وہی نہ کر پوچھنے منت ہوئے تھے۔ اب غلطی میں کس ایک گھنٹہ آج منت پائی ہو گئے تھے۔

اس نے سوچا کہ اگر ٹھہرے اپنی چوٹی کا زور بھی لگا دے تب بھی ایک گھنٹے میں اسے کیسے روکا سکتا ہے۔ اسے یہ قہر معلوم نہیں ہے کہ وہ ہوتی راستے سے لٹکے سے فرار ہو رہا ہے۔ کیوں نہیں دیکھا اس نے فون کر دیا۔

جیب میں گریٹ کارڈ تھے۔ قوی کارڈ بھی تھا۔ ایک بھی آچکا تھا۔ اس نے ٹھہرے کے کارڈ پر کارڈ اور اصرار نظر نہ دیا۔

جاہاں تمام نہیں۔ اس کے بعد بہت جلدی جلدی میں رہی۔ ٹھہرے کوئی اور معاملہ کر کے برکت اللہ اور ڈائریکسی میں چلے گئے۔

"اس بار کے پینے ٹھہرے نے آخر اپنا کام دکھائی دیا۔"

نار نے براہ راست بتا کر کہا۔

"کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں مجھے نار ہے گا کہ ہادی مجھے پتہ نہیں ہے۔"

"اس وقت بھی خوب بھانڈا میں آیا۔" نار جیسی پڑا۔

"اب دیکھنے کا مالک جانے اور مارنے جانے۔"

دووں اس قسم کی باتیں کر رہے تھے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک کارڈ اور سوباکی کی طرف سے روکا دیا۔ اس نے سوسچا۔ میں کسی غلطی تک آف کرنے سے پہلے فون کر سکتا ہے اسے ایسی بے نظریہ کا کہہ کر دے گا۔

اس کا فون کھول رہا تھا۔ جوں جوں وہ ٹھہرے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس نے سوسچا۔ میں کسی غلطی تک آف کرنے سے پہلے فون کر سکتا ہے اسے ایسی بے نظریہ کا کہہ کر دے گا۔

ٹھہرے کا غصہ بھرا چڑھائی کی تھوڑے تھوڑے میں ٹھہرے کے تصور میں دیکھا کہ وہ اس پر اس رہا ہے۔ خلاف ازلز ہے۔ پوچھنے سے کھڑی ہے اور وہ بڑے غریب انداز میں غور حسن سے نہیں اس کر اس کے بارے میں سوچ رہا ہے۔

میں میں اس نے آنکھیں کھول دیں۔ کھڑی دیکھی۔ وہی نہ کر پوچھنے منت ہوئے تھے۔ اب غلطی میں کس ایک گھنٹہ آج منت پائی ہو گئے تھے۔

اس نے سوچا کہ اگر ٹھہرے اپنی چوٹی کا زور بھی لگا دے تب بھی ایک گھنٹے میں اسے کیسے روکا سکتا ہے۔ اسے یہ قہر معلوم نہیں ہے کہ وہ ہوتی راستے سے لٹکے سے فرار ہو رہا ہے۔ کیوں نہیں دیکھا اس نے فون کر دیا۔

جیب میں گریٹ کارڈ تھے۔ قوی کارڈ بھی تھا۔ ایک بھی آچکا تھا۔ اس نے ٹھہرے کے کارڈ پر کارڈ اور اصرار نظر نہ دیا۔

میں بتا کر وہ آج بارہ پہلے تک ٹھہرے کے ہاتھ سے کسی نے اسے اطلاع دی ہے کہ آپ ذرا اپنے دھنکے کی خبر فرمائیے کیونکہ اسے شہر سے گریپ کے کرائے وار دینے کو کرنا پڑی ہے۔"

اسی اٹھائیس ایک ہی آئی دکھائی دی اور اس نے بھرتی سے اسے روکے گا، نار اور نار۔

"بارہ پہلے تک آئے گا کہ ہے۔"

"ہاں۔ کارڈ لے کر آئی تھی مجھے فون کر کے یہ ساری بات بتائی کہ تم تک پہنچاؤں گا۔"

"تم ٹھہرے سے۔ ہاں، بیک تک تو میں دلی کے آٹھوں پر ہوا کر رہا ہوں گا۔"

"کیا آپ تک پہنچاؤں گے؟"

"ہاں، اور یہ لہو۔" نار نے دانٹ لگا کر اپنی چڑا کر فون برکت اللہ کے ہاتھ پر رکھ دیا اور بولا۔ "تم بھی چند دن کے لیے اور اصرار دیا۔"

نار نے پگھلت کر کہا اور اپنا ستری ایک اٹھ کر ٹھہرے کی پچھلی سیٹ پر رکھ دیا۔

اسی وقت ٹھہرے کی دروری ٹھہرے کی۔

ٹھہرے کا فون کھول رہا تھا۔ جوں جوں وہ ٹھہرے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس نے سوسچا۔ میں کسی غلطی تک آف کرنے سے پہلے فون کر سکتا ہے اسے ایسی بے نظریہ کا کہہ کر دے گا۔

ٹھہرے کا غصہ بھرا چڑھائی کی تھوڑے تھوڑے میں ٹھہرے کے تصور میں دیکھا کہ وہ اس پر اس رہا ہے۔ خلاف ازلز ہے۔ پوچھنے سے کھڑی ہے اور وہ بڑے غریب انداز میں غور حسن سے نہیں اس کر اس کے بارے میں سوچ رہا ہے۔

میں میں اس نے آنکھیں کھول دیں۔ کھڑی دیکھی۔ وہی نہ کر پوچھنے منت ہوئے تھے۔ اب غلطی میں کس ایک گھنٹہ آج منت پائی ہو گئے تھے۔

اس نے سوچا کہ اگر ٹھہرے اپنی چوٹی کا زور بھی لگا دے تب بھی ایک گھنٹے میں اسے کیسے روکا سکتا ہے۔ اسے یہ قہر معلوم نہیں ہے کہ وہ ہوتی راستے سے لٹکے سے فرار ہو رہا ہے۔ کیوں نہیں دیکھا اس نے فون کر دیا۔

جیب میں گریٹ کارڈ تھے۔ قوی کارڈ بھی تھا۔ ایک بھی آچکا تھا۔ اس نے ٹھہرے کے کارڈ پر کارڈ اور اصرار نظر نہ دیا۔



## معاوضہ

عکس منسلک

معاشی بدحالی انسان سے زندگی کی ہر خوشی اور مصورت چھین لیتی ہے... سرمایہ دار ہمیشہ اپنے نفع کی خاطر غریب کی کندھوں کا استعمال کرتا ہے... ان کی شان و شوکت و تعیشات غریب کی بدحالی سے جڑے ہوئے ہیں... استحصالی لوگوں کے سپاہ کار ناموں کو ادا کر کر کے ایک بل کی شکل میں لے لیتے ہیں...

دوسرا سال تک فراہمی کی مدتوں میں مشقت کرنا بہت زیادہ تھکانا پڑتا تھا۔ اس کے بعد میں ایک سال تک آوارہ گردی کرتا رہا مگر وہاں اپنے گھر چاہتا تھا اور نہ سنسنی میں ملازمت اختیار کرتی۔ یہ میرے لیے نسبتاً آسان کام تھا۔ یہ ملازمت دو سال جاری رہی مگر ایک ہی بجے احساس ہونے لگا کہ مہینوں کو دی جانے والی تنخواہ بہت کم ہے تو اس وقت تک میری شادی نہیں ہوئی تھی اور مجھے صرف اتنا ہی پیسہ ملتا تھا لیکن اس کے باوجود میری دیگر ضرورت بات تھیں۔ اس تنخواہ میں زندگی میں آگے بڑھنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

ایک دن میں گشت پر تھا کہ میری فکر ہون لڑکیوں کی بھینسی کے چوڑے پر پڑی۔ انہیں زیر تربیت مہاجر رسالوں کی ضرورت تھی۔ مجھے یہ آئیڈیا پسند آئی۔ دوسرے دن میں نے اپنا بھتیجی سوٹ زیب تن کیا اور کچھ سویرے انہیں کے دفتر پہنچ گیا۔ بھتیجی کو نے اسے کھڑک سے لے کر سڑک پاؤں تک دیکھا اور میرا نام پوچھنے کے بعد بولا۔

”کوئی تجربہ ہے؟“  
”فرائض کی جنگ میں حصہ لے چکا ہوں اور گزشتہ سال میں ماہ پانچ میں عدالت ہراہم دے رہا ہوں۔“  
اس نے ایک بار میرے گھر سے دیکھا اور بولا۔  
”تمہارا اپنا تالی ملازمت سے کوئی تعلق تو نہیں؟“  
”نہیں، مجھے انتہا پسندوں یا کیونستوں سے کوئی بہت نہیں ہے۔“

اس نے سر ہلایا اور ایک کانڈ پر کچھ کہنے کے بعد بولا۔ ”فیک ہے، تمہیں ملازمت ملتی ہے۔ کیا تمہارے

جاسوسی ڈائجسٹ - 212 - نومبر 2014ء

نے تمہارا ہاتھ نہیں پکڑا، تم جانتے ہو۔“ یہ سن کر سلوب کا سارا بدن جھٹک کی طرح تڑپا گیا اور اس کے لبوں پر خاموشی کی مہلک گئی۔

”تمہارے کیا مسئلہ ہے؟“ میں نے پوچھا۔  
”وہاں ایک دہلیز ہے پارٹ ہے جس میں ٹرینوں کے لیے مسافر لایا گیا تھا۔ کچھ جانی تھا۔ کچھ بائیں بازو کے لوگ گزشتہ دو سال سے وہاں کام کرنے والے کارکنوں کو مستحکم کر رہے تھے۔ انہوں نے دہلیز درگزر کی ایک ڈیم نہاد بین الاقوامی تنظیم بنائی ہے جو صرف کہنے کی حد تک بین الاقوامی ہے دراصل یہ چند بدعاشوں اور کام چوروں کا گروہ ہے جو مزدوروں کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ انہوں نے دہلیز بازو کے مالک دیشیہ مارکوس سے ادھارت کار میں کمی اور دہلیز میں امن کے کام لینے کا مطالبہ کیا ہے۔ اپنے مطالبات منوانے کے لیے وہ آئے دن دہلیز کے دھکے سے کام بند کرتے رہتے ہیں۔ جب مارکوس نے ان کی توڑ پڑتال پر پلے گئے حالانکہ مارکوس کے پاس ایسے کئی مزدور تھے جو ہڑتال کے مخالف تھے اور کام پر واپس آتے

ہزار ہا رہے تھے۔ جہاں کہیں ہمیں کوئی سرمایہ داروں کا زمین نظر آتا ہم اس کا قلع قمع کرتے پھرتے جاتے۔ ہورن انجینی کا مشین سرخ کھڑے کو پکڑا تھا اس سے پہلے کہ وہ پورے ملک پر چھا جائے۔ ہمارا دستہ بھی اسی مقصد کو ذہن میں رکھتے ہوئے کارروائیاں کر رہا تھا۔

اس وقت میں میرے علاوہ ابوریث سلوب اور دین جوڑ تھے۔ ہم تینوں کنساس پٹی آفس میں بیٹھے تھے۔ گروہ کے تھے کب باہر نکلے گا، وہی لے اور ہم اپنے لیے ایک فطری تڑکی بول کر رہے تھیں۔ اسی دن میں ہمارا کانڈر بھی کالٹر کرتے ہیں وہی ملتا ہے اور وہ بھی ہمارا ہی سے لیتے ہوئے بولا۔

”تم لوگ تیار ہو؟“

”ہم بھی اور جا رہے ہیں۔“ جوڑ نے کہا۔

”تمہیں کتنی میں رات گزارنا چاہیے؟“

”نی الحال ہم اس بارے میں نہیں سوچ رہے۔“

سلوب نے کہا۔

”دروازہ کھلا ہوا ہے۔“ کالٹر غصے سے بولا۔ ”کسی









## مشہوری

عالم عکرات میں فلیج صاحب نے دسیت لکھوائی۔  
"جس لائونگ نے بھی میری 20 سال سے زیادہ خدمت کی  
ہے۔ اسے میرے ترکے میں سے 50 ہزار روپے دیا  
جاتے۔"

"لیکن چاہ 20 سال آپ کو بڑبڑ کرے  
میں ہوتے۔" دیکھنے نے جواب دیا۔  
"مجھے فم ہے لیکن مشہوری تو ہو جائے گی۔" فلیج نے  
مرے کرتے کہا۔

محمد طاہر جلالیہ پرمیانی

کوئی اور نہیں تھا۔ میں نے کرے کا بغور جائزہ لیا اور جب  
مجھے ہمیشہ یوں ہو گیا کہ وہ فلیج بول رہا ہے تو میں نے کہا۔  
"میں نہیں دیکھتا کہ اس نے کیا کیا ہے۔"  
"تم ایسا کیسے کر سکتے۔ وہ مجھے چاکلی دے دیں  
گے۔"

"جس میں بات میرے ساتھیوں کو نقل کرنے سے  
پہلے سوچنا چاہیے گی۔"  
"میں ایسا کوئی اختیار نہیں کرتا۔"

میں نے اپنی جیکٹ کھولی اور اسے سینے پر لگا ہوا  
راٹھو کے پٹی شرف کا کچ دیکھا۔  
"اوو غدا۔" وہ بولا جاتے ہوئے بولا۔ "اب تو میں  
جینا مارا ہوں گا۔"

اسٹیشن تک پہنچے دیکھتے دو کسی حد تک ٹھیک ہو چکا  
تھا۔ میں نے اسے زمین میں سوار کر دیا اور اس کے ایک  
ہاتھ کی پھکڑی کے دوسرے سرے کو برآمدگی کی صلاح سے  
باندھتے ہوئے کہا کہ یہ سڑ بہت مختصر ہے اور اسے برآمدگی  
لینے یا کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس نے جواب  
میں ایک قہقہہ بھی ہنسی کہ لیکن جب زمین میں چلی پڑی تو اس نے  
کاٹی دیر بعد اپنی زبان کھولی اور بولا۔ "تم جانتے ہو کہ یہ  
زمین کار راتھو کے ریل کی پار میں بنی ہے اور میں جن لوگوں  
کی لماندگی کر رہا ہوں ان میں سے ایک میں کیا معاوضہ  
دے گا؟"

"میں نے اسے اس کا پورا پورا جائزہ لیا اور اس کے ایک  
ہاتھ کی پھکڑی کے دوسرے سرے کو برآمدگی کی صلاح سے  
باندھتے ہوئے کہا کہ یہ سڑ بہت مختصر ہے اور اسے برآمدگی  
لینے یا کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس نے جواب  
میں ایک قہقہہ بھی ہنسی کہ لیکن جب زمین میں چلی پڑی تو اس نے  
کاٹی دیر بعد اپنی زبان کھولی اور بولا۔ "تم جانتے ہو کہ یہ  
زمین کار راتھو کے ریل کی پار میں بنی ہے اور میں جن لوگوں  
کی لماندگی کر رہا ہوں ان میں سے ایک میں کیا معاوضہ  
دے گا؟"

"میں نے اسے اس کا پورا پورا جائزہ لیا اور اس کے ایک  
ہاتھ کی پھکڑی کے دوسرے سرے کو برآمدگی کی صلاح سے  
باندھتے ہوئے کہا کہ یہ سڑ بہت مختصر ہے اور اسے برآمدگی  
لینے یا کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس نے جواب  
میں ایک قہقہہ بھی ہنسی کہ لیکن جب زمین میں چلی پڑی تو اس نے  
کاٹی دیر بعد اپنی زبان کھولی اور بولا۔ "تم جانتے ہو کہ یہ  
زمین کار راتھو کے ریل کی پار میں بنی ہے اور میں جن لوگوں  
کی لماندگی کر رہا ہوں ان میں سے ایک میں کیا معاوضہ  
دے گا؟"

"میں نے اسے اس کا پورا پورا جائزہ لیا اور اس کے ایک  
ہاتھ کی پھکڑی کے دوسرے سرے کو برآمدگی کی صلاح سے  
باندھتے ہوئے کہا کہ یہ سڑ بہت مختصر ہے اور اسے برآمدگی  
لینے یا کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس نے جواب  
میں ایک قہقہہ بھی ہنسی کہ لیکن جب زمین میں چلی پڑی تو اس نے  
کاٹی دیر بعد اپنی زبان کھولی اور بولا۔ "تم جانتے ہو کہ یہ  
زمین کار راتھو کے ریل کی پار میں بنی ہے اور میں جن لوگوں  
کی لماندگی کر رہا ہوں ان میں سے ایک میں کیا معاوضہ  
دے گا؟"

"میں نے اسے اس کا پورا پورا جائزہ لیا اور اس کے ایک  
ہاتھ کی پھکڑی کے دوسرے سرے کو برآمدگی کی صلاح سے  
باندھتے ہوئے کہا کہ یہ سڑ بہت مختصر ہے اور اسے برآمدگی  
لینے یا کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس نے جواب  
میں ایک قہقہہ بھی ہنسی کہ لیکن جب زمین میں چلی پڑی تو اس نے  
کاٹی دیر بعد اپنی زبان کھولی اور بولا۔ "تم جانتے ہو کہ یہ  
زمین کار راتھو کے ریل کی پار میں بنی ہے اور میں جن لوگوں  
کی لماندگی کر رہا ہوں ان میں سے ایک میں کیا معاوضہ  
دے گا؟"

میں ہونا چاہیے کہ اور ان کی بجائے میرے لیے کام کرتی ہے  
اور میں اس کے لازم ہوں۔ اس لیے میں میرا حکم لکھا ہوا کہ ان  
توڑ کر دیا جائے کہ آؤ۔"

"جیک ہے، تم ضروری کاغذات اور شناختی  
پرواز۔ میں کل ہی روانہ ہو جاتا ہوں۔"

دوسرے دن شام کے وقت میں مارکوس کے بتائے  
پہنچے پتے پر پہنچ گیا۔ وہ پولیس اسٹیشن سے دس بلاک کے  
نہایت پر تھا۔ مارکوس کی وی وی ہوئی اطلاعات درست تھیں۔ وہ  
روڑ میں جہاں کوکرن اور نوٹس پڑتے تھے پر ایک گھونٹے کے  
تھیلے میں کچھ سے بھرے تھے۔ میں فوراً کوکرن کے تھیلے سے

پتے پر تھا۔ مارکوس کی وی وی ہوئی اطلاعات درست تھیں۔ وہ  
روڑ میں جہاں کوکرن اور نوٹس پڑتے تھے پر ایک گھونٹے کے  
تھیلے میں کچھ سے بھرے تھے۔ میں فوراً کوکرن کے تھیلے سے

پتے پر تھا۔ مارکوس کی وی وی ہوئی اطلاعات درست تھیں۔ وہ  
روڑ میں جہاں کوکرن اور نوٹس پڑتے تھے پر ایک گھونٹے کے  
تھیلے میں کچھ سے بھرے تھے۔ میں فوراً کوکرن کے تھیلے سے

پتے پر تھا۔ مارکوس کی وی وی ہوئی اطلاعات درست تھیں۔ وہ  
روڑ میں جہاں کوکرن اور نوٹس پڑتے تھے پر ایک گھونٹے کے  
تھیلے میں کچھ سے بھرے تھے۔ میں فوراً کوکرن کے تھیلے سے

پتے پر تھا۔ مارکوس کی وی وی ہوئی اطلاعات درست تھیں۔ وہ  
روڑ میں جہاں کوکرن اور نوٹس پڑتے تھے پر ایک گھونٹے کے  
تھیلے میں کچھ سے بھرے تھے۔ میں فوراً کوکرن کے تھیلے سے

پتے پر تھا۔ مارکوس کی وی وی ہوئی اطلاعات درست تھیں۔ وہ  
روڑ میں جہاں کوکرن اور نوٹس پڑتے تھے پر ایک گھونٹے کے  
تھیلے میں کچھ سے بھرے تھے۔ میں فوراً کوکرن کے تھیلے سے

پتے پر تھا۔ مارکوس کی وی وی ہوئی اطلاعات درست تھیں۔ وہ  
روڑ میں جہاں کوکرن اور نوٹس پڑتے تھے پر ایک گھونٹے کے  
تھیلے میں کچھ سے بھرے تھے۔ میں فوراً کوکرن کے تھیلے سے

پتے پر تھا۔ مارکوس کی وی وی ہوئی اطلاعات درست تھیں۔ وہ  
روڑ میں جہاں کوکرن اور نوٹس پڑتے تھے پر ایک گھونٹے کے  
تھیلے میں کچھ سے بھرے تھے۔ میں فوراً کوکرن کے تھیلے سے

پتے پر تھا۔ مارکوس کی وی وی ہوئی اطلاعات درست تھیں۔ وہ  
روڑ میں جہاں کوکرن اور نوٹس پڑتے تھے پر ایک گھونٹے کے  
تھیلے میں کچھ سے بھرے تھے۔ میں فوراً کوکرن کے تھیلے سے

پتے پر تھا۔ مارکوس کی وی وی ہوئی اطلاعات درست تھیں۔ وہ  
روڑ میں جہاں کوکرن اور نوٹس پڑتے تھے پر ایک گھونٹے کے  
تھیلے میں کچھ سے بھرے تھے۔ میں فوراً کوکرن کے تھیلے سے

پتے پر تھا۔ مارکوس کی وی وی ہوئی اطلاعات درست تھیں۔ وہ  
روڑ میں جہاں کوکرن اور نوٹس پڑتے تھے پر ایک گھونٹے کے  
تھیلے میں کچھ سے بھرے تھے۔ میں فوراً کوکرن کے تھیلے سے

پتے پر تھا۔ مارکوس کی وی وی ہوئی اطلاعات درست تھیں۔ وہ  
روڑ میں جہاں کوکرن اور نوٹس پڑتے تھے پر ایک گھونٹے کے  
تھیلے میں کچھ سے بھرے تھے۔ میں فوراً کوکرن کے تھیلے سے

پتے پر تھا۔ مارکوس کی وی وی ہوئی اطلاعات درست تھیں۔ وہ  
روڑ میں جہاں کوکرن اور نوٹس پڑتے تھے پر ایک گھونٹے کے  
تھیلے میں کچھ سے بھرے تھے۔ میں فوراً کوکرن کے تھیلے سے

پتے پر تھا۔ مارکوس کی وی وی ہوئی اطلاعات درست تھیں۔ وہ  
روڑ میں جہاں کوکرن اور نوٹس پڑتے تھے پر ایک گھونٹے کے  
تھیلے میں کچھ سے بھرے تھے۔ میں فوراً کوکرن کے تھیلے سے

مارکوس باہر پڑی پتے پر میرا انتظار کر رہا تھا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی  
اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے دفتر کا جتنا کھانا کھانے کو  
میرے پیچھے بھیج دیا اور کھانا اور کرسی پر گرتے ہوئے بولا۔

"تمہارے لیے ایک کام ہے۔"  
"میں جس کاتر سے انکالات لیتا ہوں۔"

"یہ اچھی بات ہے۔ میں پہلے ہی اس سے ہمت  
کر چکا ہوں۔ میں بائو کوکرن اور نوٹس پڑتے تھے۔  
پارے میں ایک اطلاع ملی ہے کہ کوکرن سکائی کے ایک  
ہول میں چھپے ہوئے ہیں۔ میں نے ہول کا پتہ مارکوس کو  
معلوم کر دیا ہے۔"

"میں نہیں کہیں کہ اس نے معلوم ہوا۔"  
"ایک بہت ہی سبزو ہے۔"

"بہتر تو فلیج ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ اس سبزو میں  
ستای ہو جس کی وی وی جانتی ہے۔"

"نہیں، میں چاہتا ہوں کہ تم یہ کام کرو۔"  
"کیوں؟"

"کیونکہ تم اس معاملے میں شامل ہو۔ تمہارا ایک  
ساحی ان کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔"

"وہاں سے آتے ہوئے مجھے ایک فروغ میں  
ایک جان سے باخبر ہو رہا تھا۔ میرا خیال ہے کہ ان ہاتھوں پر  
باجو لائے گئے ہیں۔ وہاں کے لوگ ہتھیاروں کے۔"

"کونتر چاہتا ہے کہ اس کام کے لیے تمہارا ہاتھ  
جائے۔"

"کہا اس نے وجہ بتائی کہ وہ مجھے ہی کیوں سمجھتا تھا  
ہے؟"

"نہیں لیکن اس نے صاف صاف کہا کہ تمہیں کو  
مجھ سے اس نے یہ بات زور دے کر کہی۔"

"گو یا تم چاہے ہو کہ میں زمین کے ذریعے وہاں  
جاؤں تمہارے مطلوبہ لوگوں کو پکڑوں اور انہیں یہاں لے  
آؤں اس کے لیے کسی کاغذ کی ضرورت نہیں جبکہ ہر گز کی  
تحویل کے لیے ایک ضروری کارروائی ہوتی ہے۔"

"میں نہیں سمجھتا ہوں۔ وہ لوگوں کی امر کی وضاحت  
ہے اور ان کی کوششوں نے چالیس سال پہلے وہاں اس تنظیم کی  
بنیاد رکھی تھی۔ اس لیے وہاں کی پولیس ان مجرموں کو ہتھیار  
تحویل میں دینا پسند نہیں کرے گی۔"

"تم چاہے ہو کہ میں انہیں ان لوگوں سے؟"  
"میں چاہتا ہوں کہ تم انہیں یہاں داپس لے آؤ۔"

تاکہ انہیں انصاف کے سبب سے کھڑا کیا جاسکے۔ انہیں  
جس میں ہون ان کی جگہ کے دفتر داپس لے کر آنا چاہیے

جس میں ہون ان کی جگہ کے دفتر داپس لے کر آنا چاہیے  
جس میں ہون ان کی جگہ کے دفتر داپس لے کر آنا چاہیے  
جس میں ہون ان کی جگہ کے دفتر داپس لے کر آنا چاہیے  
جس میں ہون ان کی جگہ کے دفتر داپس لے کر آنا چاہیے

بتاؤ گے جو ابھی مجھے بتایا ہے کہ کوئی بھی شخص میری وردانہ سے  
کی گھرائی نہیں کر رہا تھا اور تم نے بائو کوکرن کو دفتر میں  
جاتے یا پار آئے نہیں دیکھا۔"

"میرا خیال ہے کہ اب ہمارے پاس ہاتھ کرنے  
کے لیے کچھ اور نہیں ہے۔" میں نے بے ڈاری سے کہا۔  
اس نے میرے خیال سے اتفاق کیا اور اپنا سیت اٹھا

کروڑ سے باہر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں کچھ دیر  
تک اس سے ہونے والے شکوک کے بارے میں سوچتا رہا پھر  
میں ہی اپنا سیت اٹھا کر باہر آ گیا۔

مجھے کے ڈاکٹر کوئی میں فریج کا فلیج ہمارے دفتر  
سے آدھن لاک کے قاصط پر فلیج میں وہاں پہنچا تو وہ  
ایک ٹرک کے ہاتھ پر بائو سے اٹھا۔ جب وہ لاٹھ ہوا تو  
میں نے اٹھا کر اسے دکھاتے ہوئے کہا۔

"میں تم سے ان لوگوں کے بارے میں بات کرنا  
چاہتا ہوں جنہیں کوئی تھیلے کے بعد تمہارے فلیج میں لایا  
گیا تھا۔"

"میرے دفتر میں آ جاؤ۔"

دفتر میں پہنچنے کے بعد میں نے اس سے کہا۔ "میں ان  
کے جسم سے نیچے والی گولیوں کے بارے میں جاننا چاہتا  
ہوں۔"

"میں ایک ڈاکٹر ہوں سسر کرین اور مجھے گولیوں کے  
بارے میں کچھ معلوم نہیں۔"

"یہ تو جانتے ہو کہ وہ بڑی گولیاں ہیں یا پھوٹی؟"  
"نہیں، میں نہیں دیکھتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے

کرسی چھری اور عتب میں دیکھے کیبٹ سے ایک برقی ڈال  
کر مجھے پکڑا دیا۔ "اگر مجرموں کے خلاف  
مقدمہ چلایا جاتا ہے تو تم انہیں ثبوت کے طور پر پیش کر سکتے  
ہو۔"

میں نے اس کی پوری بات سے بغیر ہول کا سائنہ  
شرع کر دیا۔ اس میں سات گولیوں کے غولی تھے اور میں  
پہا سائی انڈر لاک کھانے کا یہ معاوضہ نہیں آٹھا اور معاوضہ  
چاہا یا مجھے کہہ دیا ہوں سے چلائے گئے تھے۔

"یہ پڑوہ قحی معلوم ہوتے ہیں۔" میں نے کہا۔  
"میں نے اس کے بعد میں نے دفتر کا معاوضہ کیا تھا۔ صرف اس جگہ  
کے علاوہ جہاں لائیں پڑی ہوئی تھیں کسی جگہ خون کا ایک  
قطرہ نظر نہیں آیا۔" انہوں نے بھی دروازہ کھولا اور تیزی  
سے باہر نکل گئے۔

جب میں ہون ان کی جگہ کے دفتر داپس لے کر آنا چاہیے  
جب میں ہون ان کی جگہ کے دفتر داپس لے کر آنا چاہیے  
جب میں ہون ان کی جگہ کے دفتر داپس لے کر آنا چاہیے  
جب میں ہون ان کی جگہ کے دفتر داپس لے کر آنا چاہیے

جب میں ہون ان کی جگہ کے دفتر داپس لے کر آنا چاہیے  
جب میں ہون ان کی جگہ کے دفتر داپس لے کر آنا چاہیے  
جب میں ہون ان کی جگہ کے دفتر داپس لے کر آنا چاہیے  
جب میں ہون ان کی جگہ کے دفتر داپس لے کر آنا چاہیے

جب میں ہون ان کی جگہ کے دفتر داپس لے کر آنا چاہیے  
جب میں ہون ان کی جگہ کے دفتر داپس لے کر آنا چاہیے  
جب میں ہون ان کی جگہ کے دفتر داپس لے کر آنا چاہیے  
جب میں ہون ان کی جگہ کے دفتر داپس لے کر آنا چاہیے

جب میں ہون ان کی جگہ کے دفتر داپس لے کر آنا چاہیے  
جب میں ہون ان کی جگہ کے دفتر داپس لے کر آنا چاہیے  
جب میں ہون ان کی جگہ کے دفتر داپس لے کر آنا چاہیے  
جب میں ہون ان کی جگہ کے دفتر داپس لے کر آنا چاہیے



ہوں اور انہیں مسلسل کام دے رہے تو وہ سال میں کچھ ایک ہزار دن ہی کا کیا میں کے بجائے اس کی حکومت کا کہنا ہے کہ چار افراد کے خاندان کے لیے کم از کم بائیس سو ڈالر دو کار لگا۔ اس لیے ریل یارڈ کے محرابوں میں سب معاوضے کے تحت داویں۔ یہ داری یا معذوری کی صورت میں بھی انہیں کچھ نہیں ملتا اور یہی بڑے معاملے میں انہیں کوئی حاشیہ ملتی ہے۔

”اآئی پر ایک مشکل زندگی ہے لیکن تم اپنی باتوں سے مجھے مت ڈرنا نہیں کر سکتے۔ میں یہ سب کئی بار سن چکا ہوں۔“

”میں کبھی نہیں کیا دیتی ہے؟ اب اس سے ہی اندازہ ہو رہا ہے کہ تمہارا معاوضہ چنانچہ تینتیس فی صد سے نہیں زیادہ ہوگا۔ میرا اندازہ ہے کہ کم سال میں پانچ چھ ہزار ڈالر ضرور کما لیتے ہو گے اور یہ ان مزدوروں کی آمدنی سے بھی زیادہ ہے جو صرف اپنے خرواروں کے لیے وہ وقت کی بددی چاہتے تھے۔“

”مگر تو انہیں ہسپتال پر جانے کے بجائے کام کرنا چاہیے۔“ میں نے بھلائے ہوئے کہا۔

”وہ یہ سب بھتر معاوضوں کے لیے کر رہے ہیں۔ ایک آدمی کی کوئی طاقت نہیں ہوتی بلکہ چار پائی لوگ بھی احتجاج کرتے تو انہیں کوئی سے کھلی کر دوسرے لوگ بھرتی کر لیے جاتے ہیں۔ لیکن جب تمام ملازمین ہسپتال پر چلے جائیں اور تفریق میں کام بند ہو جائے تو ماموں کے پاس بات چیت کے سوا کوئی راستہ نہ ہوگا اگر وہ اس پر آمادہ ہو جاتا ہے تو بہت بڑے نقصان سے بچ سکتے ہیں۔“

”تم اس سے میں کیا جانتے ہو؟“

”مجھے معلوم ہے کہ ہسپتال شروع ہونے کے بعد اس کی فیکٹری کی پیداوار میں ستر فی صد کمی واقع ہوگئی ہے۔ جنہاں اس نے نہیں اور تمہارے ساتھیوں کو بچ نہیں کے دفتر بھیج دینا کہ اس کا خیال تھا کہ لینڈروں پر چاہے ہر ہسپتال ختم کر دیا جاسکتی ہے۔“

”تو کیا میں فائدہ کھاتا ہوں؟“

”میں خاموش رہا تو وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔

”جب تمہارے آدمی دفتر میں داخل ہوتے تو میں اور نوکریں وہاں نہیں تھے۔ ہم دونوں پہلے ہی وہاں سے نکل گئے تھے۔“

”کیوں؟“

”کیونکہ کسی نے پندرہ منٹ پہلے فون کر لیا تھا کہ اس کی اطلاع دے دی تھی بلکہ ہم بھی اور اس سے کچھ کرنا تھا۔“

”میں نے اس کے قاتل پر ایک مکان میں چھپ گئے اور جب کوپیاں بننے اور دھماکوں کی آواز کی تو ہم کچھ گئے کہ اس کا الزام کس کے سر آئے گا لہذا ہم ملکر ہلکے ڈر رہے تھیں۔“

”میں اس کہانی پر کچھ نہیں کرتوں؟“

”تم پر میرے اس نئے فون کال کے بارے میں اتنا سوچ کر نہیں ہو۔“

”اگرچہ ہم رات کو پہنچے اور میں کوکروں کا گھونٹ کر سیدھا چلا گیا۔ میں نے لوگوں کو اپنی آمد کے بارے میں پہلے ہی خبر کر دی۔ دس بجے وہاں پہنچے لیکن میں شین کو دیکھ کر بالکل بھی حیرت نہیں ہوئی۔ شین مجھ کو دیکھا وہاں موجود تھا۔

”میں سسٹم کوکروں کی صفات فیس اور کرنا لینی کرنا چاہتا ہوں۔“

”نیک ہو رہے کہا۔“

”میں نے اس کے پاس سے جو آگے نکلے سے پہلے یہاں نہیں آئے گا لیکن مجھ پر چنانچہ ہونے کی ضرورت نہیں، ہم اس کا پورا خیال رکھیں گے۔“

”شین نے سے شریف کو کھڑا کر دیا۔ انہیں سے باہر نکلا گیا۔ شریف نے کوکروں کو شین کی کوسری میں بند کر دیا تو وہ ملاخوں کے چپے سے چلتے ہوئے بھگتے ہوئے نکلتے گئے۔

”یاد ہے میں نے کیا کیا تھا۔ بھول مت جاؤ۔“

”وہ پیر کے کہنا کے بعد شین نیک ہو کر گئے۔“

”کیا ہاں اس کا ایک باب راولی موجود تھا۔ میں نے اس سے کوکروں کے بارے میں پوچھا تو وہ بولا۔

”یہ ہے۔“

”میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو وہ بولا۔

”یہ ہے۔“

”میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو وہ بولا۔

”ایک منٹ غصہ۔ میں نے گرا دیا ہوں۔“

”وہ گھر سے کے گئے تھے۔“

”میں نے گرا دیا۔“

”میں نے گرا دیا۔“

”میں نے گرا دیا۔“

معاوضہ

کوکروں کی موت نے میرے دہن میں کئی شبہات کو جنم دیا لیکن یہ میرا کام نہیں تھا کہ اس معاملے کی حقیقت کوکروں کے ہسپتال میں کرواتے کے لیے بھیجا جاتا اور۔

اس کے بعد میرا کام ختم ہو جاتا۔ میں اور سلوب کئی کئی کم پر نکل جاتے اور شاید وہ بارہ بھی رات کو آنے کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن ایک چیز مجھے شدت سے بے چین کیے دے رہی تھی کہ کوکروں کی بے وقت موت سے انصاف کے تقاضے پورے نہیں ہوئے اور اس سے جتنی سے نجات حاصل کرنے کا ایک ہی راستہ تھا کہ میں بچ جانے کی کوشش کروں۔

نئی فون آپرے سے میری ملاقات تین ماہوں کی لاپی میں ہوئی۔ اس کا نام جرنیا غریبی تھا۔ وہ ایک خوش مزاج قدرے قریب و دور مہمانی مری کی عورت تھی اور میرے خیال میں اس کام کے لیے بالکل مناسب تھی کیونکہ میں نے ملکی ملاقات میں ہی اندازہ لگا لیا کہ اسے بولنے کا مرض تھا۔ میں نے اسے اکثر دیکھا۔ پہلے تو وہ خود اسامانچا لپٹی لیکن جب میں نے اسے آگے کا مقصد بتا تو اس نے مجھے مطلوبہ معلومات فراہم کر دیں۔

اس سے رخصت ہو کر میں اس عذرت کی طرف آیا جہاں عدالت کا کرتی تھی۔ باہر جانے میں چند منٹ بھی پڑی ہوئی تھی۔ میں وہاں پہنچ کر سوسنی غریب ہونے کا اظہار کرنے لگا۔ غریب آگے بڑھ کر دیکھ لیکن اپنے لٹری سے براہ ہو اور اپنے گھر کی جانب پھیل کر چل پڑا۔ میں اسے دیکھنے ہی نہ کر سکا اور تھوڑے تھوڑے قدم بڑھاتا ہوا اس کے قریب پہنچا اور بولا۔

”اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو کچھ اور تمہارے ساتھ چلوں؟“

”ہاں، اس ضرور۔“ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ وہ خوش دلی سے بولا۔

”مجھے تمہارے شوکی کی موت پر بہت افسوس ہے۔“

”ہاں۔“ وہ افسردگی سے بولا۔ ”میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ خود بھی کھڑا کر سکتا ہے۔“

”میں بھی جی بکھرتا ہوں، غریب کے منتر کے دوران اس نے ایک مرتبہ بھی ایسا اشارہ نہیں دیا جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ وہ اپنی جان لے لے گا۔“

”میرا خیال ہے کہ وہ عدالت کا سامنا کرنے سے بھجوا دیا جائے گا۔“

”کوئی قسمیں امید تھی کہ اسے جرم گردا دیا جائے گا۔“

اس نے کھانچا نیچے میں کہ۔ ”پہلے ہی بول دیتے۔“

”مگر وہ مسکراتا اور اٹھتا اور پھر اور۔“

”میں نے اسے اسے اٹھا کر۔“

”میں نے اسے اسے اٹھا کر۔“

”میں نے اسے اسے اٹھا کر۔“

”میں نے اسے اسے اٹھا کر۔“

اس سے زیادہ سوچنے کی مجھ میں ہمت نہیں تھی۔ میں نے اسے چھوڑ دیا اور وہ اپنی کوششیں کر کے باہر گیا۔

☆☆☆

دوسری صبح اطلاع ملی کہ مائیکو کوکروں نے رات میں عدالت میں کی کوسری میں چند اڑال کر خود کشی کر لی۔ لوگوں کا کہنا تھا کہ شین نے اس کی کوسری میں نہیں نکالی تھی۔ اس نے اس کا چند اڑال کر مائیکو میں ڈالا اور ہسٹری پر کھڑے ہوئے۔ اس نے وہ چند اڑال میں ڈال لیا اور جب اس نے اس سے ہسٹری پر کھڑے ہوئے تو اس کا جسم بندھنے میں بھول کر رہ گیا۔

”نہاں اس خود کشی کی کوئی وجہ نہ تھی۔“

”میں نے اسے دیکھا۔“

”میں نے اسے دیکھا۔“

”میں نے اسے دیکھا۔“

”اگر انہوں نے مجھے مل میں ڈال دیا تو میں اپنے کے اختتام تک زندہ نہیں رہوں گا۔ ماموں مجھے قاسمی شین کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔“

”میں نے اسے دیکھا۔“

”میں نے اسے دیکھا۔“

”میں نے اسے دیکھا۔“

”میں نے اسے دیکھا۔“

”میں نے اسے دیکھا۔“





# پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

## یہ تمام پاک سوشل ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

### ہم خاص کیوں ہیں :-

- ☆ ہر ایک ایک کا ڈائریکٹ اور ریویو سسٹم انٹیل لنک
- ☆ ڈاؤن لوڈنگ سے پہلے اسی لنک کا پرنٹ پر پریو
- ☆ ہر پوسٹ کے ساتھ
- ☆ پہلے سے موجود مواد کی پیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ☆ مشہور مصنفین کی منتخب تصاویر
- ☆ ہر کتاب کا ایک سلیکشن
- ☆ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ☆ سائٹ پر کوئی بھی لنک ویڈیو نہیں
- ☆ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ☆ ہر ایک ایک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ☆ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں ایلو ڈنگ
- ☆ ہر ایک ایک ہائی کوالٹی پیکر بند کوالٹی
- ☆ عمران میرزا مظہر کلیم اور
- ☆ انہی کی مکمل رینج
- ☆ ایڈ فری لنکس، لنکس کو سب کمانے کے لئے شریک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

✓ خاص ویب سائٹ جہاں ہر ایک فورم سے بھی ڈاؤن لوڈ کی جاسکتی ہے

← ڈاؤن لوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

← ڈاؤن لوڈنگ کے لئے نہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور آپ لنک سے کتاب ڈاؤن لوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیگر مستعاروں کو اے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety



Twitter com/paksociety

”سب کا کیا کرنا ہے؟“

”اس نے کیا کرنا ہے؟“ مارکوس نے پوچھا۔

”اگر وہ اپنی فکری کا احساس ہو گیا تو وہ اپنی پسند و ناپسند کو بتا سکتا ہے۔“

”اکیس سو تیس میں وہ خود بخود ہمارے پاس آئے۔“

”اس نے پہلا کہ میں کوئی دیکھ کر نہیں آتا۔ میں نے اپنی پہیلیوں پر کئی سخت چیز کاواڈا محسوس کیا۔ یہ سب کا رویہ اور تھا۔ اس نے کمر میں ہاتھ ڈال کر ہولڈر سے بیروں اور بھی ڈال لیا۔“

”میری خود بخود ہی کہہ دیتے سب کچھ نہ سن جائے۔“

”اس نے کہا: ”اب مجھے کچھ بار سے بھی بوجھ رہا ہے۔“

”اب یہ کچھ بھی بوجھ میں باری ہوتی آگئی۔“ میں نے کہا۔

”میں نے نہیں بوجھ کیا اس کے عقب میں مارکوس نے کچھ بوجھ تھا لیکن تم نے بتایا کہ وہاں کئی کوشش دیکھا جبکہ تم بھول رہے تھے۔“

”میرا خیال ہے کہ مجھے یہ باتیں اندر ہی اندر کر رہی ہیں۔“ اس نے ہولڈر کی بال میری بالی میں چھوئے ہوئے کہا۔ وہ مجھے دروازے کی طرف لے گیا اور اندر دھکیلتے ہوئے مجھ پر گہنہ تان لی۔

”یہ سب کیا ہے؟“ میں نے کہا۔

”اس نے سب سن لیا ہے۔“ سب نے کہا۔

”اس نے سب کے بارے میں کچھ جان لیا ہے۔“

”یہ وہی مسکراہٹ ہے۔“ مارکوس بولا۔

”اب مجھے ماری خفیت معلوم ہوئی۔“ میں نے کہا۔

”خفیت ہے، تم بہت ہوشیار ہو۔“ مارکوس خبر کرنے ہوئے بولا۔

”تمہارے خیال میں تم کو کیا جانے ہو؟“

”گورکھن اور نورس کو جیسے تھا کہ میں ان کے لیے کام کر رہا ہے جبکہ تم اور صرف اسے خرچ کرتے تھے تاکہ وہ انجین کی جاسوسی کرنے کے علاوہ ان کے بارے میں معلومات بھی فراہم کرے۔“ وارن جوز کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس لیے اس کو مارنے سے پناہ ضروری ہو گیا۔ اس کے بعد ہم نے پچیس آفس پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ سب نے فیئر کوڈ دیکھا تاکہ وہ ان کے ساتھ آئے۔ ان کے لیے اور کوئی کے دوران اسے مار دینے پر تم نے اسے کام کے لیے تھے۔ یہ وہی سب ہے۔“

”اب اس کی کوئی اہمیت نہیں۔“ سب نے کہا۔

”لیکن دو تہہ بگڑا ہوا ہے۔“ میں نے اعتراض کیا۔  
 ”وہ گریسٹ تھا۔“ سلوب چٹاتے ہوئے بولا۔  
 ”جو جس انداز اور پائپے کے تم کسی کے ساتھ ہو۔ میں نے  
 جو کچھ کیا، اس کا مارکوس نے بہت اچھا سا دھڑرایا۔“  
 وہ ایک ہی خاموش ہو گیا۔ اس نچوڑ دیکار کی وجہ  
 سے ہم نے جی میں ابھرنے والے قدموں کی آواز پر توجہ  
 نہیں دی لیکن وہ آواز پھر بول کر قریب آئی جا رہی تھی۔  
 مارکوس بے چنگا ہوتے ہوئے بولا۔ ”یہ شور کیا ہے؟“  
 میک ہورٹون نے دروازے سے جھانک کر دیکھا اور  
 بولا۔ ”بہت مہربانہ لوگ ایک جگہ میں اس طرف  
 آ رہے ہیں۔“

”کیا مصیبت ہے؟“ مارکوس نے کہا اور وہ بھی  
 دروازے سے جھانکے۔ ”توڑ پھوڑ سے پارڈ کے بڑائی  
 حذر رہا اور کچھ شریکیت چھوڑ کر اس طرف آ رہے ہیں۔“  
 اس موقع پر سلوب کوئی مدد نہیں کر سکا تھا حالانکہ وہ میرا  
 آؤٹریک رہا اور پہلے ہی اس پلے میں لے چکا تھا لیکن اس  
 نے میری جیکٹ کی اندر ہلی جیب کی تلاش لینے کی دھمکتی تھی  
 کی جہاں فیس کا اشتہار چھپا تھا۔ مارکوس نے کہا ہوا تھا۔  
 ”جیسے ہی اس کا سر دروازے کی طرف گھوما میں نے  
 جلدی سے وہ ہسٹل نکالا اور اس کے کان سے قریب رکھتے  
 ہوئے بولا۔ ”اسے اچھا رکھو۔“  
 ”سچا جی بات نہیں ہے۔“ وہ جڑا ہوا ہونے لگا۔  
 ”اگر بھیا نہیں دو گے تو یہ اسی سے بھی زیادہ بُری  
 بات ہوگی۔“

اس نے مجھ کو عالم میں دوڑوں اور الود میرے  
 حوالے کر دیے۔ میں نے اس کا راج اور اپنی جیب میں  
 دیکھا۔ ایک ہاتھ میں اپنا اور دوسرے ہاتھ میں فیس کا  
 راج اور تھا جسے ہونے شرف کو حکم دیا۔ ”اسے ہاتھ لاپہ  
 اٹھاؤ۔“

وہ مجھ پر قائل کرنے کے لیے ایڑیوں کے ٹپس مچھا  
 لیکن میرے ہاتھ میں دو راج اور دیکھ کر اس نے اپنا  
 اشتہار چھپا کر راج اور فیس پر ہونک دیا۔  
 ”میک اب ایک قریب آ چکا تھا۔ میں نے میک ہورٹون  
 فیس مارکوس اور سلوب کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا اور وہ  
 لوگ جیسے ہی پورے ٹپس پہنچے، مجمع کمارت میں داخل ہو گیا۔  
 اس مجلس کی قیادت لوگ فیس کر رہا تھا۔  
 ”میرا خیال تھا کہ شاید کبھی مدد کی ضرورت ہو۔“  
 اس نے مجھ سے کہا۔ ”لیکن میرا اندازہ غلط ثابت ہو گیا۔“

ان پر ہجڑی ہو۔

”کوئی کام میرا خائب کر رہے ہے؟“

”میں تو گنگائی سے ہی جھڑپ کر رہا ہوں۔“  
 جب کہ مارکوس کا بولنے آئے۔ ہم سے شین کو بھیجے جی  
 ہوئی جب اس نے میں جھڑپ سے شین کے بارے میں شین  
 اطلاع دی تو اسی وقت کچھ لپٹا پائپے تھا کہ مارکوس نے شین  
 کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہے۔ ورنہ اس کے پاس شین  
 کیسے معلوم ہوا۔ میں شین میں جھڑپ کر رہا تھا۔ جب میں اسے شین  
 قائل پر وہ کہتا تھا کہ مارکوس۔ جب میں اسے شین  
 پہلے نہیں اس وقت شین کا دل بول رہا تھا۔ دیکھ کر مارکوس کی کچھ  
 مدد کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔“

”تمہارا بہت بہت شرف ہے۔“  
 ”میرا خیال ہے کہ جب کہ ہمارا کام اس کے پاس ہے۔“  
 وضاحت سے بتاتے ہوئے۔  
 میں نے مجمع کو تفصیل سے بتایا کہ کس طرح شین  
 یونین کے مفادات کا راز دیکھا اور جب داران ہونے لگا  
 روکنے کی کوشش کی تو کس طرح اسے زندہ کیے۔ ہمارا  
 پنے لادو کہ مارکوس کو مارا گیا۔ میں اور ہمارا کام  
 سب بچے تھے۔ کے بعد مکمل ہو جائے لیکن لوگوں نے  
 انہیں قاپو میں رکھا۔ وہ میرے برابر آ کر ہمارا کام اٹھا  
 نے ان لوگوں کے سامنے ایک مڑا ہوا قریب کی جس کا خاتمہ اس  
 الفاظ پر ہوا۔

”میں مارکوس اور شرف جیسے لیکن میں تھے۔ ہم کو ان  
 کے دائرے میں وہ کہہ رہے تھے کہ ان کے واسطے لوگ لپٹا  
 وقت یہ لوگ زیر حراست ہیں۔ ہم انہیں میں نے گریبا  
 جہاں بچے کے آئے تھے ان کی سانس دیکھ کر حال ہو گیا۔“  
 مجھ وہ مجھ سے قاضی ہوتے ہوئے بولا۔ ”میں میں  
 مارکوس کی مقدس کی ہمت کے دوران اور مجھ میں اس  
 فیس میں کس طرح میں اسے قائل کیا جائے گا۔ ستر کر رہا  
 تم مارکوس اور ہمارا جیکٹ شرف کے پاس انجام دینے کے لیے  
 تیار ہو۔ جب تک اس لیے کوئی شرف میں مل جاتا۔“

میرا حال میں ایک قریب شاس اور دیانت دار سا  
 تھا اس لیے خاموش رہا البتہ مجھے اپنے اوپر اتنا اعتماد تھا  
 کہ ایک بار قائل شرف کے طور پر کام شروع کر دیا تو  
 انہیں کسی شرف کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ میں نے  
 رضا مندی میں سر ہلادیا کیونکہ ایسے مواقع قسمت والی  
 ہی ملتے تھے۔

## بے ضمیر

قریب دینا... جھوٹ بولنا... نہ کوئی اضطراب اور غلطی ہے... نہ اتفاقی  
 حادثہ... یہ کردار تو ایک خاصیت ہو رہی ہے... جس کی جنس وقت  
 کے ساتھ گہری پوٹی چلی جاتی ہیں... ایک ایسے ہی بے ضمیر  
 شخص کی داستان... جو بڑی آسانی سے... جھوٹ بولتا تھا... پر  
 شخص اس کی ملمعاتی شخصیت کے سحر میں اس قدر کم ہو جاتا  
 کہ کسی کو شک نہ کہ احساس نہ ہوتا... تھکے... پتھر لے اور  
 خطرناک راستوں میں نہ ڈرنے والے بھی سناپ کی طرح بل کھاتے  
 شخص کے قریب و جھوٹ میں الجھتے چلے گئے... اس کے ذہن پر اس  
 شخص کو ڈسا... جہاں اس کے لیے یہ پناہ محبت... عزت اور چاہت  
 رکھتا تھا... دلوں کی ہستیاں تاریخ کو رہنے والی کی حقیقت کھلی تو  
 جیسے دھماکا کھلنا چلا گیا...



لڑکے کی آواز ہنسنے لگی تھی... میں بھی تھا کہ سوت  
 سے ہی وہ قریب حیات سے نجات پا گیا ہے۔ وہ چھپ چھپ  
 خوش تھا کہ اس کے سہریاں اس کی فراخ بشتانی  
 میرے بہت بھلے لگ رہے تھے۔ سرسری نظر سے دیکھنے پر  
 میں تھا کہ وہ کبھی خیر خود ہاں لیکن ایک شہر شہر سیریت  
 میں میں خود بانی نہیں بھی دیکھتے تھے کہ وہ اپنی زندگی  
 میں اس کی موت کی وجہ بھی واضح تھی۔ سر ہانے دگی سر پر  
 اور ہونٹوں کی خالی ہوش اور ان کے ساتھ ہی رکھا شرف  
 لیکن یہ ظاہر کر رہے تھے کہ ان کے نے غور کیا ہے۔  
 ”آجے ہم دوسرے کر رہے ہیں میں مگر بات کرنے  
 سے۔“ کمرے کا چارہ لپٹے کے بعد ایک شہر شہر نے  
 اسے لیے میں وہاں سے خود ہونے سے کہہ تو انہیں میاں بھی  
 نہ چروں پر واضح طور پر اطمینان ہوتا تھا۔ ظاہر ہے ایک ایسے



کمر سے میں جہاں ایک بعد لاش ہو جو وہ ان کے لیے  
اعصاب شکن تھا۔ پرانی واقفیت کی بنا پر وہ ان دونوں کے  
مزاج سے بھی اچھی طرح واقف تھا۔ دونوں ہی بڑے نرم  
مزاج کے شریف شخص تھے۔ شاید زمانہ طالب علمی سے ان  
سے واقف تھا کیونکہ چھوٹی باتوں والا بچا اس سال مدرسہ میں کا  
پروفیسر اور دلگدنگ تھیں جس سال کی وہ عورت ان کی کلاس فیلو  
رہ چکی تھی۔ پروفیسر کا مران اور ان کی بیوی رافد کی محروم  
میں واضح فرق تھا۔ پروفیسر اور رافد کی شادی چند بلکہ زور  
دار عشق کا نتیجہ تھی اور ان کی شادی رافد کی طرف سے  
ہوئی تھی۔ خود نے عمر میں بڑے عام سے میں لاش کے  
پروفیسر کا مران کے عشق میں وہ کچھ اس طرح جلا اڑی تھی  
کہ انھیں بھی اپنے وہام الفت میں بھگتا رہا۔ خاص طور سے  
بہت کر پروفیسر کی شخصیت تھی جس کی بہت بھرپور تھی ان کے  
بات کرنے کا انداز اور انداز اور ان کی باتوں کی معلومات انھیں  
طلباء کے لیے کوشش پڑا دیتی تھی۔ شاید خود بھی انھیں بطور  
استاد بہت پسند کرتا تھا لیکن رافد بھی حسین و جمیل لڑکی کو ان  
کے عشق میں جلا کر کھاتے سے بعد حیرت ہوئی تھی۔ رافد  
بھی بھی کمال کی لڑکی۔ لڑکیوں کے معمولی مزاج کے برعکس  
اس نے بھی بھی اس بات کو چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی کہ وہ  
پروفیسر کا مران کی محبت میں جلا ہو چکا ہے۔ وہ بجا بجا کر  
ان سے اپنی محبت کا اظہار کرتی تھی۔ اس کے اس رویے پر  
پروفیسر کا مران خود سے گھبرائے ہوئے دیکھتے تھے لیکن  
رافد نے ان سے خود کو اور اپنی محبت کو کھانا چھڑا کر خود کی  
زندگی گزارتے پروفیسر کو بالآخر اس سے شادی کرتے ہی  
گئی۔ اس شادی کے انجام پاتے وقت سب کا یہی اندازہ تھا  
کہ رافد کا یہ وقتی اہل جلد ہی دھڑ جائے گا اور اسے اندازہ  
ہو جائے گا کہ اس جسم کی بے جوش شادی کو زمانہ کتنا مشکل ہے  
لیکن چھ سال گزار جانے کے باوجود نہ صرف یہ شادی  
ملاست تھی بلکہ ان کے درمیان عشق کی شدت بھی وہی  
ہے وہ پروفیسر کا مران کے ساتھ خوش بہت اور اب بھی ان  
سے پہلے کی طرح دلاہند محبت کرتی ہے کیونکہ اس بھیر  
صورت حال میں بھی اس نے ان کا ہاتھ چھو لیا نہیں ہے  
تھا ہوا تھا جسے انھیں ملے وہی ہو۔ پروفیسر کے مقابلے  
میں وہ خاصی جلی ہوئی بھی محسوس ہوتی تھی۔ اس نے ان  
کے لیے بھی فون کر کے شام سے اپنے گھر آنے کی درخواست کی  
تھی اور اس کی آواز کی بھیر تانے ہی شام کو گناہ کی میز  
سے اٹھ کر سیدھے جہاں پہنچے پروفیسر کو دیا تھا۔ کچھ دنوں  
دلا شاید کول شیشوں کی بیگ استعمال کرتا تھا۔ اس نے

اور سائے مار کر کیونچیں۔ کچھ ہوئی تھی۔ جہاں اس کے  
پہنچا تھا۔ چار سال قبل شادی کی اپنی کزن سے شادی  
ہوئی تھی لیکن پہلے پہلے کی دلوری کے وقت کچھ ایسا ہی  
ہوئی کہ اس کی بیوی اور اپنے دونوں کی جان میں کھینچا  
اگلے کے بعد وہ اپنی والدہ کے گھر کے باغیچہ میں  
شادی پر کام نہیں ہوا اور اب تک تھا تھا۔ وہ پروفیسر کے  
گھر پر بھی جو نظام کے بجائے سادہ لباس میں آجاتا تھا  
اس پاس والے چوک سے جا کر لکھن میں اس کی صورت حال  
سے ظاہر تھا کہ اسے اپنے گھر کے کچھ لوگوں کو بلانا چاہیے  
اور اس صورت میں کچھ باتوں کا سہہ ہونا لازمی تھا  
"لوگ کا نام کیا ہے؟" دونوں میں ابھی کے گھر  
مشک دہم میں بیٹھنے کے بعد شاید سہہ پراساں کیا۔ اس  
سے بھی وہ اپنے ایک اسٹنٹ کو فون کر کے خبر دینی چاہی  
سے کہ پروفیسر کے گھر پہنچنے کا کیا نہیں ہو تھا۔  
"نہیں شاہ۔" جواب پروفیسر نے دیا۔  
"کوئی مسئلہ ہے؟" آپ کے گھر کے آدمی کی جینے  
سے وہ اچھا تھا۔  
"کوئی مسئلہ ہے؟" جان سے نہ مارو کہ غصہ ہو چکا ہے۔ میں  
میں پروفیسر صاحب کے ایک چائے والے نے سفارش کی  
تھی کہ ہم اسے اپنے ہاں سے ایک گیسٹ کی حیثیت سے رکھ  
لیں۔ ہمارے پاس ادھر کی سڑکی پر ایک گھر خالی پڑا ہوا  
اس لیے ہم راضی ہو گئے۔" اس بار رافد نے بتایا۔  
"مادرتعالیٰ اور احوال کے لحاظ سے خیر کیا کر سکتے ہیں؟"  
شام نے ایک اور سوال اٹھا۔  
"خاصاً خوش مزاج اور شوخ و شنگ لڑکا تھا۔  
"ماتنس میں باسٹر کمرہ تھا۔ پورے گھر ایک دفتر میں  
لازمیت بھی کرتا تھا۔ اس کے باوجود اگر میں ہرگز سودا گری  
و غیرہ سکواڈ تو خوش دلی سے میرا کام کر دیتا تھا۔ اس کے  
پیسے رہنے سے پروفیسر صاحب کو بھی دسرا بہت ملتی تھی  
اور فرصت میں پر دونوں بھی کچھ شطرنج کی بازی کھیل لیتے  
تھے۔" رافد نے خود سے تعین سے جواب دیا جبکہ  
پروفیسر کا مران درمیان میں چلے جاتا ہے وہ جیسے ہی اس کی  
بات کی تائید کر رہے ہوں۔  
"آپ دونوں میں سے کسی کس نے پہلے اس کی لاش  
دیکھی؟"  
"میں نے۔" جواب دیتے ہوئے پروفیسر کی آواز  
کامپ گئی۔ "نہیں شاہ انداز سے ساتھ ہی کرتا تھا جبکہ وہ  
اور اس کا کھانا اس کی گھر میں موجودگی سے مشروط تھا۔"

ان سب رافد نے ناشائستہ کر کے بدمیز پر کچھ یاد اور  
جب معمولی شہر کا شکار کرنے نہ چھوڑتا تو پہلے میں نے اسے  
فون کی بھیر خیال آنے پر کہیں رات کو درتے ہوئے  
موت اس کی آنکھیں جلی ہوئے جگہ خود ہی اور پر چلا  
تھا۔ وہ روزانہ میرے ساتھ جاتا رہتا تھا اور میں  
نہیں دیکھتا تھا کہ اس کی وجہ سے میں بھی لیٹ ہوجاؤں۔  
"میں نے پہلے میں نے اس کے کمرے کا دروازہ کھٹک کھا  
لیکن وہی رہا میں نہ ملے پر دروازہ دھکیں گرا کر اندر چلا گیا۔  
خود بہت بھیر کی فینڈ سہا ہوا تھا۔ کم از کم اس وقت تک میرا  
پیشاب تھا کہ وہ سو رہا ہے لیکن جب میں نے اسے جگاتے  
تے یہ ہاتھ کی پتھر اس کا سر اس کا سر گھٹنے اور اس کا  
اگر ہے۔ میں نے گھبرا کر رافد کو آواز دی۔ اس کے آنے  
سے بعد ہم دونوں نے فیصلہ کیا کہ یہ نہیں کیسے ہے اس لیے  
پتھر کے لیے نہیں پڑا تھا چاہیے۔" کاش دہم میں  
کاش کے حساب سے پتھر دیکھنے والے پروفیسر کا مران  
ان کی تسلیل جاتے ہوئے ہاتھ کھینچے تھے۔ رافد نے ہندی  
سے اپنی کانٹیں بھر کر یاد دلانی چاہی تھی۔  
پروفیسر صاحب نے ان کی باتوں میں شاید سہہ دیا۔ یہ  
"جہاں لے گا۔"  
"مجھے شاید پتھر پتھر سے لکھ میں اپنے ذہن سے  
بات دیکھ کر کچھ یاد ہوں کہ ایک دفعہ میں بھیر و  
سے اپنے ہاتھوں اپنی جان کیسے سنبھالی؟ وہ اسے  
اور اس صاحب کا مالک لکھ کر چلا گیا تھا۔"  
"آپ کی بڑی بھیر و چھ کا نام سے پروفیسر صاحب  
نے معلوم نہیں ہوتا کہ پتھر پتھر کا کھانا دیکھ کر کچھ  
سے اس صاحب کب جواب دے جائیں۔" رافد نے تھابت  
تائید کی سے انھیں سمجھایا تو شاید بھی اس کی تائید کی۔  
"رافد پتھر ایک کمرہ میں ہے سر۔ میں اپنی پانچ  
پانچوں میں ایسے ہی واقعات دیکھ چکا ہوں۔"  
"ہاں۔" پتھر تو اس منہ کے عادی ہوئے لیکن میرے  
صاحب پر برا بھلا نہ کیا ہے۔" انہوں نے تھکے تھکے  
کہا۔  
"پتھر ہو گا کہ تم انہی کوئی رنگ اور دھڑ سے کمرہ دار۔  
وہ ان کی ساری کارروائی میں اپنے اساتذہ کے ساتھ مل کر  
خود ہی کھانا کھاؤں گا۔" ان کی حالت دیکھتے ہوئے شاید نے  
خود بخود یاد تو اس نے اذیت میں رہا دیا۔  
"ایک آخری سوال۔ رافد۔" اور اس سے اپنے گھر  
تو کہ شاید نے اسے روکا۔

نہیں کرے دیکھیں وہ شمار پر مشتمل ہوتے ایک ڈیم کا  
نشان ہے۔ اس نشان کے بارے میں تم کو بتا دیتا ہوں۔  
"وہ ڈیم اسے دو تین دن پہلے کا تھا۔ اس نے بتایا تھا  
کہ دفتر سے اٹھ کر آتے ہوئے میں اس کا چہرہ لکھوں  
سے بھلا ہو گیا تھا اور اس لڑکی میں اسے وہ ڈیم کا تھا۔"  
رافد نے پتھر لکھنے میں جواب دیا ہی تھا کہ کال منظر کی  
آواز گونجی۔  
"میں دیکھتا ہوں امیر اساتذہ ہو گا۔ تم سرگراں لے  
جاؤ اور امیران سے ان کا خیال رکھو۔ سارے معاملات میں  
خود دیکھ لوں گا۔" شاید نے پتھر وقت تن شاکر دی اور دینی  
ادا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا اور خود بیرونی  
دروازے کی طرف بڑھ گیا۔  
اسپیکٹر شاہ سلیم نے خود سے حیرت سے اس ملاقاتی  
لڑکی کا جائزہ لیا۔ وہ درمیانی قامت کی دلچسپ شخص  
تھی جس کی بھیر و انھیں قدر سے دیکھتا تھا۔  
اس نے سفید اور سیاہ سٹرائٹ کا ڈال اور یہ قراچی خراش  
کا شلوار کیش زیب تن کر رکھا تھا اور وہ کچھ پر دینی  
سے اس کے گلے میں پڑا ہوا تھا۔ شاید اپنے تجربے کی بنیاد  
پر اندازہ لگا کر اس کی کھانسی سنبھالنے سے ہے اور  
پتھر پر سو ہونے سے ہے کہ کوشاں سے تھکے ہوئے ایک تک  
برائے کے حصول کے لیے ان نے خود بوجھ دی ہے۔ وہ  
یہ بات بھی دیکھ سے کہ کھانا کھانسی شریف اور اچھے  
گردہ کی ایک ہے اور اسی وجہ سے اسے اپنے ساتھی دیکھ  
کر حیرت ہوئی تھی کیونکہ اس کا تجربہ تھا کہ متوسط طبقے سے  
تعلق رکھتے دلی شریف خواتین قاتلے کا رنگ کرنے سے  
گرم نہ کرتی تھیں اور ضرورت پڑنے پر بھی کم از کم انھیں ہاں  
آپنا ہاتھ نہیں کر سکتیں لیکن یہ لڑکی نہ صرف یہاں آئی تھی بلکہ اس  
نے بطور خاص اسپیکٹر شاہ سلیم سے ملاقات کی خواہش کی  
تھی۔  
"اسپیکٹر شاہ سلیم۔" اسے اپنے جائزے میں  
مصرف پا کر لڑکی نے سوالیہ لکھ میں غائب کیا۔  
"جی ہاں۔ میں ہی ہوں۔ آپ تعریف دیکھیں۔"  
شام نے سامنے پر پتھر کی طرف اشارہ کیا۔  
"میرا نام کاشین اختر ہے اور میں شہر شاہ کے کیس  
کے طبقے میں آپ سے ملنے آئی ہوں کیونکہ میری معلومات  
کے مطابق آپ نے ہی اس کیس کو منسلک کیا تھا۔" لڑکی کا  
اچھا اور پتھر پتھر تھا۔

”آپ کی معلومات درست ہیں۔ وہ خود بھی کا ایک انوس تاک میں تھا۔ لڑکے نے مشرباب میں خواب آور گولیوں کی بڑی مقدار ملا کر پی لی تھی۔ میں نے خبر دہری کارروائی کے بعد اس کی لاش کو اس کے گاؤں بھگوارا پاتا۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ آپ کی اس کیس میں کیا وجہیں ہیں؟“

”مہذب انداز میں کیس کے متعلق مختصر امانت کے بعد اس نے لیکن اخترنی لڑکی سے درخواست کی۔

”میں میرا شاہ کی دوست ہوں اور اسکی دختر میں ملازمت کرتی ہوں جہاں میرا شاہ نام باب کر رہا تھا۔ اس کی موت کے وقت اٹھ تالیس دختر سے بچی لے کر اپنی بہن سے ملنے خواب شاہ کو بولی گئی۔ وہاں آنے پر مجھے ضمیر کی خود کشی کی اطلاع ملی تو مجھے کسی طور پر نہیں نکال آیا اور میں نے آپ سے ملاقات کا فیصلہ کیا۔“ اپنے بارے میں یہ سب بتاتے ہوئے نوشین کی آنکھوں میں ہلکی سی آنکھیں چھٹی جس سے شاید کو اندازہ ہو سکے اس کا اور ضمیر شاہ کا تعلق دوستوں سے جو آگے کا تھا۔ اس نے لڑکی کے لیے اپنے دل میں دیکھ گھسوی کیا۔ ورنہ سے لڑا۔

”میں آپ کی کیفیت کا اندازہ کر سکتا ہوں۔ جب کوئی قریبی ساری اس طرح خود کشی کر کے زندگی جیسی نعمت کو بھگوارا سے تو واقعی بڑی بے بسی کا عالم ہوتا ہے اور ہمارا دل کسی طور اسے بردھائے کو تیار نہیں ہوتا۔“

”میں ایک حقیقت پسند لڑکی ہوں انکس صاحب۔ میں نے ضمیر کی موت کو ایک حقیقت کے طور پر تسلیم کر لیا ہے لیکن میں یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ اس کی موت کا سبب خود کشی ہے۔“ نوشین..... کے منہ پر طے سجدے نے شاید کہ

”کیا مطلب؟“ آپ اتنے جہن سے یہ بات کیسے کہہ سکتی تھی؟“ اس نے حیرت سے کہا۔

”ضمیر کی شہر سے کافی زیادہ دور تھی اور میں اسے اس کے کردار کی خوبیاں اور قابو میں سمیت جانتی تھی۔ وہ کسی حور مجی خود کشی کرنے والا آدمی نہیں تھا۔ وہ زندگی سے بہت محبت کرتا تھا اور اس کے ایک ایک لمحے سے لطف اندوز ہونا چاہتا تھا۔ مستحق کے لیے اس کی خاموشی بکری بڑی بات تھی۔ اور ایسے شخص کے بارے میں یہ ماننا کہ وہ خود کشی کر سکتا ہے کسی طور ممکن نہیں۔“ نوشین..... نے اپنے دل کی دیتے تو شاید کہ ایک گہرا سانس لیا اور دل سے بولا۔

”آپ اپنی جگہ درست سمجھ لیکن اپنی ملازمت کے دوران یہ بات میرے تجربے سے آتی ہے کہ اچھا بھلا آدمی

سے بھرپور آدمی بعض اوقات احساس کے شے بہت بڑے کی صورت میں خود کشی کر سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ شہر کے ماحول میں ایسا دیکھ ہوا ہو۔“

”نیکو سب سے اہم یہ اہمیت ہے۔“ اس کی بات سن کر نوشین قدم سے جوش سے بولی۔ ”ضمیر شاہ کی ہولناکیوں کا مزاج کا نہیں تھا بلکہ میں صاف کوئی سے کو نام تو وہ خاص حد تک خود غرض آدمی تھا جہاں ذات کی خوبی کے لیے دھوکا دیتی تھی کام لے سکتا تھا۔ ایسے لوگ خود کشی کو کرتے اور اگر کریں تو بھگوارا کے پیچھے کوئی بہت سی لڑکی وہ ہوتی ہے۔ کیا آپ نے وہ دوجہ معقول کی؟“ نوشین کے سوال نے شاید کہ کو اندازہ ہو گیا اس کیس پر اس نے ایک خاص محنت نہیں کی تھی۔ جانے تو وہ کے معاملے اور بھگوارا میں موجود مشروب کی معمولی مقدار میں خواب آور گولیوں کی آمیزش کے علاوہ کچھ اس پر جو ضمیر شاہ کے تھے۔ یہ خود کشی کی کوئی سے اس کیس کو خود کشی کا نہیں قرار دیتے تھے لہذا کافی بھگوارا تھا۔ ضمیر شاہ کے پاس۔ دارم کی روایت سے

”میں ثابت کر دیا تھا کہ اس کی موت بڑی مقدار میں خواب آور گولیوں اور مشروبات کر کے کے باعث واقع ہوئی ہے۔ یہ حالات میں اسے سختی اور زلزلے سے متعلق کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کی اور نہ ہی اس نے یہ دعوت گوارا کی کہ ایک پروٹیکس جہاں اس کی شہر میں تقریباً وارث قرار اس کی خود کشی کی وجوہات ذکر نہ کرے۔ اس کے خیال سے وہ کو اس حادثے کی اطلاع دے کر لاش کو اس کے گاؤں چھپا دینے سے اس کا غرض اورادہ کیا تھا لیکن اب نوشین نے اسے مجھ کو اندازہ ہوا ہے احساس ہوا تھا کہ اس کیس میں درحقیقت اس کی دلچسپی اتنی تھی کہ چند روز جلد اس معاملے کو حل کر پروفیسر کامران اور رافد کو ذہنی اذیت سے بھارت دلائے۔

”مجھے یقین ہے کہ آپ نے اوجہ جاننے میں دلچسپی نہیں لی ہوگی۔ خاص طور پر بھاری پروفیسر اسی انداز سے کام کر رہی ہے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ ضمیر جیسے شخص کی خود کشی نام وارد نہیں ہے۔ مجھے اب بھی یقین ہے کہ وہ خود کشی نہیں کر سکتا۔“ شاید کہ کیفیات سے بے خبرا رافد بھی بولی بھاری تھی۔

”آپ کے اس یقین کو دیکھتے ہوئے کیا میں آپ سے کچھ سوالات کر سکتا ہوں؟“ شاید کہ اسے بطور دیکھتے ہوئے پتہ چھا۔

”بالکل۔ میں آپ کے ہر سوال کا پوری پائی سے

جواب دے گی۔“ نوشین نے صاف لہجے میں جواب دیا۔

”کیا آپ کے اور ضمیر کے دوستانہ ایک دفتر تری درست سے جو آگے کے قصص تھے؟“ اسے اندازہ تھا کہ اس کا پیرایہ سوال خاصا مذاک اور جھٹکا ہوا ہے۔

”میں ضمیر کے اپنے دفتر میں ملازمت کے چند ماہ بعد ہی اس کی محبت میں جھلا ہو گئی تھی بلکہ آپ میں کچھ نہیں کہ اس کی خود پر مد سے زیادہ خود سے مجھے اس سے محبت کرنے پر مجبور کیا تھا۔“ نوشین نے بلا جھجکا اعتراف کیا۔

”کیا بعد میں بھی آپ کو احساس ہوا کہ ضمیر سے محبت کرنا آپ کی غلطی تھی؟“ نوشین نے ضمیر کو ایک خود غرض آدمی قرار دیا تھا اس لیے اس نے یہ سوال کیا۔

”ہی ہاں۔ لیکن اس کے باوجود میں خود کو اس سے محبت کرنے سے نہیں روک سکی اور بدستور اس سے تعلق قائم رکھا۔“ اسی بار بھی نوشین نے بہت آسانی سے اعتراف کیا۔

”ضمیر کے کردار کی وہ کوئی خاصاں نہیں جس کی بنیاد آپ کے ذہن میں اس کے لیے مثالی ہدایات پیدا کرتے؟“ شاید کہ اس سوال نے اس کو بھاری بھاری تھی۔ ”ضمیر کی اہمیت کا“ لیکن میں مجھے سب سے پہلے تو کہ وہ جب اپنے مستقبل کی منصوبہ بندی کر رہا تھا تو اس میں اس کے گھر والوں سمیت کسی کا ذکر نہیں ہوا تھا۔ نہ وہ اپنے بڑے ماں باپ کے بارے میں سوچتا تھا نہ اس کے بھائی کے لیے جس نے دن رات میٹھن میں مزدوری کر کے اسے تعلیم دلانی کی اور اسے اپنے مستقبل کے لیے شہر لایا تھا۔“

”کیا اس منصوبہ بندی میں جہاد بھی کوئی ذکر نہیں کرتا تھا؟“

”جہاد کا یقین بہت جلد ہی حیثیت سے بلکہ بعض اوقات تو مجھے یہ لگا تھا کہ اگر اسے کوئی اچھا شخص ملا اور اس کی شرائط مجھ سے جلد ہی ضمیر کی تودہ ہو بھی گئے تھے سے

”تمہارے اس کے باوجود تم اس شخص سے محبت کر لے۔“ شاید کہ جہاد کا اظہار کیے غمیں نہ ہو سکا۔ نوشین کے یہ نہ تھا کہ وہ اس کے درمیان ان کی بے تکلفانہ گفتگو ہو رہی تھی کہ شاید کہ خود بھی وہ اس کا دوست تھا کہ وہ اب آپ جہاد سے“ تم“ پتہ چلا آتا ہے۔

”محبت شاید اسی چیز کا نام ہے انکس صاحب۔ سب

بہت دیکھائی دینے کے باوجود آپ کچھ نہیں دیکھتا چاہتے۔ تمہارے کام لیتے ہوئے کہوں تو حقیقت محبت میں دھوکا دہرہ آخر میں جھٹکا کرتا ہے پہلے ہم خود اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہیں۔“ وہ کچھ تشایانہ مود میں آئی تھی۔

”کیا ضمیر کی دیکھ لڑکیوں سے بھی دوستی تھی؟“

”ہاں۔“ نوشین نے تسلیم کیا۔ ”میں جانتی تھی کہ اس کی دوسری لڑکیوں سے بھی دوستی ہے۔ اس کے کل نوٹوں پر ان لڑکیوں کی کارگزاری رافد بھی لیکن اس کا کہنا تھا کہ یہ مادی دوستی دوستانہ ہیں اور وہ انہیں اس لیے جہاد ہے کہ اسے اس سے کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ الٹا فائدہ دیتی ہوتی ہے اور استعمال کے لیے کپڑوں سے لے کر کچھ تو پر فخر ہر لکھ لکھ رہا تھا اور وہ بڑے بڑے تشایانہ خیال دہانی تھا۔“

”تمہارے بھی اس نے ہی متحدہ کے تحت روٹی کر دیکھی تھی؟“ انکس شاید کہ بھاری تھی اس سوال کو بڑا۔

”شاید نہیں۔ میرے خیال میں وہ کچھ غصے سے محبت کرتا تھا۔ اس کے طے میں یہ بات تھی کہ میں اپنے گھر کو سہارت کرنے کے لیے یہ ملازمت کر رہی ہوں۔ چھ ایک خاص دہائی کے سوا میں نے اسے کب تھا نہیں دے بلکہ وہی انکس اذیت مجھے مختلف اذیت تھا۔ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس کی غاصبوں سے واقف ہونے کے باوجود میں اس سے بدمذہبی رہی۔ مجھے لگا تھا کہ وہ دیکھ کر انور اور دشمنوں کے مقابلے میں مجھے کچھ اذیت دیتا ہے اور کچھ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ اس کی اسی محبت کا قیام ادا کرنے کے لیے میں آپ کے پاس آتی ہوں اور جانتی ہوں کہ آپ اس کی خود کشی کی کچھ کو سمجھا کر میری غلطی کا سامان کر دیں۔“

اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے تھے۔ ان آنسوؤں کو صاف کرنے کے لیے اس نے شاید کہ میز پر رکھے اپنے شولدر ہیک سے دھال نکالنے کے لیے حرکت کی تو گھٹے میں بڑا اس کا دھوا اٹھ گیا اور شاید کہ نظر اس لاکٹ پر پڑی جو ایک پارک سونے کی چین میں موجود تھا۔ لیکن کی لکائی میں وہی تھی کہ لاکٹ کا لڑکیوں تک ہی آ رہا تھا اور اسی وجہ سے اب تک وہ سونے میں چھپا رہا تھا۔ بڑے سے شفاف گھٹے کے گرد وہ دوسرے کے ہتھ دالا یہ لاکٹ شاید کہ شامسا محسوس ہوا۔

”یہ لاکٹ ابھی میں دھال رہی تھی ضمیر نے مجھے میری ساگر پر پڑ دیا تھا۔“ اس کی توجہ آنکھوں کے گوشین نے خود ہی لے لے بتا دیا اور اسی وقت شاید کہ ان میں ہمزہ کا



”کیا تم یہ لاکٹ کچھ فرسے کے لیے مجھے دے سکتی ہو۔ میرے خیال میں اس کی مدد سے مجھے تھیش کرنے میں تھوڑا سہارا ملے گا۔“ میں نے اس کی دھمکی سے فرما کر اس کی دھمکیوں کی بجائے اس کی بات پر تامل نہیں کیا کہ میرا تھوڑا سا سہارا خود کس پر ہرگز نہ ہو گا۔ لیکن اس لاکٹ نے اس سے اپنا تھوڑا سا سہارا دیا تھا۔

”رہید کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ جب تک چاہیں یہ لاکٹ اپنے پاس رکھ سکتے ہیں۔“ اس نے اپنی جین کا لاکٹ کھول کر اسے دے دیا اور پھر اس میں سے لاکٹ نکال کر شاہد کی طرف بڑھا دیا۔

”میرے لیے صرف یہ لاکٹ کفٹ کیا تھا۔ لیکن میری اپنی شکایت ہے لیکن اگر آپ چاہیں تو میں یہ بھی آپ کے حوالے کر سکتی ہوں۔“

”نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں یہ لاکٹ ہی کافی ہو گا۔“ شاہد نے لاکٹ اپنے ہاتھ میں لے کر بغور دیکھا۔ اس لاکٹ کے لیے اپنے ذہن میں پیدا ہونے والے شامانی کے احساس پر اب اسے کوئی شبہ نہ تھا۔

”میرے سیدھے دھمکیوں کو آپ اس سلسلے میں کچھ کر رہے ہیں؟“ اس کی دھمکیوں کو محسوس کرتے ہوئے ٹوشین نے بے چینی سے دریافت کیا۔

”تم مجھے اپنا ذہنی دھمکی اور لاکٹ نمبر دے دو۔ کوئی دھمکی دہاؤ تو میں تمہیں آگاہ کر دوں گا۔“ شاہد نے کہا تو اس نے جلد ہی جلدی ایک گانڈ پر اپنا ذہنی دھمکی اور ٹیکسٹ نمبر لکھ کر اس کے حوالے کر دیا اور جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

”میں بہت شگرت سے آپ کی طرف سے رابطے کا اظہار کر دیا کی سر۔“ ڈاکٹر نے اس نے اپنی آغوش میں لے لیا۔ اس کے جاتے ہی شاہد کو کچھ کراٹائی غالی مانتے لگا اور احساس ہوا کہ ملازمت کے عرصے میں شاید پہلی بار اس نے کسی غالی کا کچھ جڑا سہارا اس کے پاس آیا ہو گا۔

”کھانا کھا لیں پر دھمکی صاحب۔“ غائب دھمکی سے کتاب پر نظر پڑا۔ دھمکی کا سر ان کو دھمکی مترجم میں پیش کیا۔ دھمکی نے اس کے سامنے کھڑی ہوئی۔

شاہد کی ان چہ سالوں میں انہوں نے کبھی اپنے اس طرح تک شک سے تیار اور تیار رہی دیکھا تھا۔ وہ سالوں میں کبھی اس میں کبھی ایک خوب صورت تقریباً چاروں ہوں کہ آپ کی نظر مجھ سے بہت کم ہو رہی ہے۔ دوسرے ہونے۔ اس کی اس طرح کی باتیں سن کر ہر دھمکی کا ہر جہت میں پڑتے اور کہتے۔

”یہ بات یہ ہے کہ میں جانتا ہوں۔“ دھمکی نے اس کے کتب قلم بھی جہاں اور خوب صورت لڑکی کا دل مجھ پر سے سے ادب سے اسے اور تم اپنے اپنے اپنے جہاز کا بھی چننا۔“ دھمکی نے اس کی بات سن کر دھمکی میں سر ہلاتا اور جیسے تھینک سے کہتی۔

”ایسا نہ مانگن ہے۔ میں آپ سے اپنی شگرت کر رہی ہوں کہ آپ سے بدھو نے کچھ دھمکی نہیں کر سکتی۔ البتہ اگر آپ اس بات سے بدھو کو کچھ دھمکی نہیں کر سکتی۔“ دھمکی نے اس بات سے بدھو نے کچھ دھمکی نہیں کر سکتی۔ البتہ اگر آپ اس بات سے بدھو کو کچھ دھمکی نہیں کر سکتی۔

اس کے جذبات اور اسے اپنے اس کی بے ہوشی سے کھینچ کر اس کی اپنی محبت کو بھرا کر دھمکی کا سر ان کو خود پر دھمکیوں سے بڑھا دیا۔ دھمکی نے اس کی شگرت دھمکی کے لیے دھمکیوں کو کچھ دھمکی نہیں کر سکتی۔ البتہ اگر آپ اس بات سے بدھو کو کچھ دھمکی نہیں کر سکتی۔

اس کے جذبات اور اسے اپنے اس کی بے ہوشی سے کھینچ کر اس کی اپنی محبت کو بھرا کر دھمکی کا سر ان کو خود پر دھمکیوں سے بڑھا دیا۔ دھمکی نے اس کی شگرت دھمکی کے لیے دھمکیوں کو کچھ دھمکی نہیں کر سکتی۔ البتہ اگر آپ اس بات سے بدھو کو کچھ دھمکی نہیں کر سکتی۔

بہت تھی۔ البتہ اس نے ان کے ساتھ کبھی اپنی اس خواہش کو بھرا کر دھمکی کا سر ان کو خود پر دھمکیوں سے بڑھا دیا۔ دھمکی نے اس کی شگرت دھمکی کے لیے دھمکیوں کو کچھ دھمکی نہیں کر سکتی۔ البتہ اگر آپ اس بات سے بدھو کو کچھ دھمکی نہیں کر سکتی۔

اس طرح سے کیا دھمکی ہے۔ میں نے آپ کو کچھ دھمکی نہیں کر سکتی۔ البتہ اگر آپ اس بات سے بدھو کو کچھ دھمکی نہیں کر سکتی۔

اس کے جذبات اور اسے اپنے اس کی بے ہوشی سے کھینچ کر اس کی اپنی محبت کو بھرا کر دھمکی کا سر ان کو خود پر دھمکیوں سے بڑھا دیا۔ دھمکی نے اس کی شگرت دھمکی کے لیے دھمکیوں کو کچھ دھمکی نہیں کر سکتی۔ البتہ اگر آپ اس بات سے بدھو کو کچھ دھمکی نہیں کر سکتی۔

اس کے جذبات اور اسے اپنے اس کی بے ہوشی سے کھینچ کر اس کی اپنی محبت کو بھرا کر دھمکی کا سر ان کو خود پر دھمکیوں سے بڑھا دیا۔ دھمکی نے اس کی شگرت دھمکی کے لیے دھمکیوں کو کچھ دھمکی نہیں کر سکتی۔ البتہ اگر آپ اس بات سے بدھو کو کچھ دھمکی نہیں کر سکتی۔

اس کے جذبات اور اسے اپنے اس کی بے ہوشی سے کھینچ کر اس کی اپنی محبت کو بھرا کر دھمکی کا سر ان کو خود پر دھمکیوں سے بڑھا دیا۔ دھمکی نے اس کی شگرت دھمکی کے لیے دھمکیوں کو کچھ دھمکی نہیں کر سکتی۔ البتہ اگر آپ اس بات سے بدھو کو کچھ دھمکی نہیں کر سکتی۔

”یہ لاکٹ نے ابھی تمہاری۔“ اس کے مطابق تمہارا بندہ بہت بائبل ٹیک ہے لیکن سادہ دھمکی کے تجربے نے بہت جھکا کر دیا ہے۔ وہ اسے دھمکی سے دھمکی کا کام کر رہی ہیں اس کے باوجود اس نے ہمیں دھمکی دیا۔ اب اس کی محبت پر دھمکی کرتے ہوئے ڈھمکی دیا ہے۔

”دھمکیوں کو بھرا کر دھمکی دیا ہے۔“ اس کے مطابق تمہارا بندہ بہت بائبل ٹیک ہے لیکن سادہ دھمکی کے تجربے نے بہت جھکا کر دیا ہے۔ وہ اسے دھمکی سے دھمکی کا کام کر رہی ہیں اس کے باوجود اس نے ہمیں دھمکی دیا۔ اب اس کی محبت پر دھمکی کرتے ہوئے ڈھمکی دیا ہے۔

”تم ٹیک کر رہی ہو۔“ اس کے مطابق تمہارا بندہ بہت بائبل ٹیک ہے لیکن سادہ دھمکی کے تجربے نے بہت جھکا کر دیا ہے۔ وہ اسے دھمکی سے دھمکی کا کام کر رہی ہیں اس کے باوجود اس نے ہمیں دھمکی دیا۔ اب اس کی محبت پر دھمکی کرتے ہوئے ڈھمکی دیا ہے۔





PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY





دینے کے بجائے روج نے اسے لگی ہوئی ننگروں سے دیکھا اور سرسائی ہوئی آواز میں بولی۔

”آپ کون ہو صاحب؟ مجھے تو کھانا ہے کہ آپ بھانے سے کچھ اپنے ساتھ لائے ہو اور آپ کو کئی کام والی کی ضرورت نہیں ہے۔“ وہ ایک پختہ عمری عورت تھی جو اپنے خیر کے لیے یاد پر اٹھنا اور ڈرنا ہی سمجھتی تھی۔

”تم خلیفہ تھی بھلا اب سیدی طربا میرے سوا اور کون کا جواب دو۔ دوت میں قاتلے بے جا کرتے ہیں تو کچھ کہوں گا۔“ شاہ نے اسے دنگلی دی جس پر اس کے چہرے پر غصہ نظر آئے اور وہ ہانسی ہو کر بولی۔

”مجھ خیر کا قصور ہے ناں بابہ۔ میں خیر پر ایمان داری تھی کہ کام کرنے والی عورت نہیں۔“

”میں تم سے پوچھا ہے کہ تم زبردستی کی چوری کے سلسلے میں کیا جانتی ہو؟“ شاہ کو اس کی حالت پر رحم آیا لیکن اس نے اپنا لہجہ بدستور سخت رکھتے ہوئے اس سے پوچھا۔

”ایک آدھ بار میں نے آپ کا ہاتھ پائی راندھا کوئی بڑھاپا غائب ہو گیا ہے لیکن مجھے تفصیل معلوم نہیں۔ باقی نے بھی میرے سامنے ذکر نہیں کیا کہ ان کی کیا چیزیں چوری ہوئی تھیں۔“ اس کا جواب سن کر شاہ نے ایک گھبراہٹ سا لیا۔

”کیا تمہیں راندھ کے انداز سے جھپٹ نہیں لگا کر وہ جھپٹیں چڑھ جاتی ہیں اور اس نے اسی خف کی وجہ سے بھانے سے جھپٹیں کام سے نکال دیا تھا؟“

”بالکل نہیں تھی، میں تو باقی راندھ کی شادی سے بھی پہلے سے بد فیصلہ صاحب کے اس کام کر رہی ہوں۔ اسنے سالوں میں کئی میں نے نئے ایمانیت کے ان کے گھر سے کچھ بھی نہیں اٹھایا تو اب بھلا مجھے چوری کی کیا ضرورت پڑی تھی۔ باقی راندھ بھی مجھ پر ایسا شک نہیں کرتیں۔“ روج نے تڑپ کر اس کی چوری کی تو اس کے سب سے بڑے راجہ تھا۔ ایسا انداز کوئی بچہ کھس کے لکھ میں ہی ہو سکتا ہے بلکہ شاہ کوئی کسرا بھی نہیں چھوڑتا چاہتا تھا اس لیے اسے خیر لکھ میں لگا۔

”ضرورت تو جھپٹیں تھیں روج۔ آخر تم دو دو بیٹوں کا بیاہ کر کے جاری ہو۔ ان کی شادی کی تیاری کے لیے سبھی کام کی ضرورت تو ہو گی؟“

”اگر میری تو یہ۔“ روج نے اپنے دونوں کانل پینٹ ڈالے۔ ”میں کیا چوری کے مال پر اپنی بیٹیوں کو بیٹوں کی۔“

ان نے خوشی آخر کو اس کے دفتر سے قریب ایک رستہ پر ان میں ڈال دیا اور پرتکلف جانے کا آواز دینے کے بعد اسے یہ سب بتا دیا تھا۔

”وہ چور بھی ہے اس سلسلے میں مجھے بالکل انداز نہیں تھا۔ میں نے تو اس کو پتہ نہ تھا کہ عورت بدستور کس کی بیٹیوں کے ساتھ سمجھ کر لیا تھا۔“ اس کے اکتاف نے دشمن کو صدمہ پہنچایا اور وہ بدستور بھائی ہوئی آواز میں بولی جتن اس نے خود ہی خود پر قابو نہ لیا اور آکھس بھانے سے گھر پر گیا۔

”مجھے افسوس ہے کہ مجھے جھپٹیں ایسی بات بتائی پڑی تھی میں تمہاری خواہش پر ہی اس میں پر کام کر رہا ہوں اور کام کو آگے بڑھانے کے لیے مجھے تمہارے تعاون کی ضرورت ہوگی۔“ شاہ کا لہجہ بدستور خود تھا۔

”میں اس سلسلے میں آپ کی شکر گزار ہوں لیکن اب مجھے بھی احساس ہونے لگا ہے کہ میں نے آپ سے ایک امکان مطالب کیا تھا۔ اگر میرے بندے نے خود کچھ کر دیا ہے تو مجھے اس حقیقت کو قبول کر لینا چاہیے اور اس سلسلے میں تحقیق کا مظاہرہ کر کے آپ کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔“

اب لگا تھا کہ خیر کے بارے میں ہونے والے ایک اور حقیقی اختلاف نے اسے ڈر دیا تھا اور وہ نہ جانتی ہو کہ اس معاملے نے آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں اس کے محبوب کی طریقہ خاموشی سامنے آگیا۔

”اب یہ ممکن نہیں ہے۔ میں اس میں پر بات دہ کام کر رہا ہوں اور اسے جس کے ختم ہونے تک اس پر کام نہیں چھوڑ سکتا اس لیے جھپٹیں مجھ سے تعاون کو سنبھال کر پڑے گا۔“ شاہ کی سنجیدگی سے کئی بات پر اس کا پتہ چلا۔

”آپ مجھ سے کس قسم کے تعاون کے خواہش مند ہیں؟“

”تم نے بتایا تھا کہ دفتر میں تمہارے سامنے کئی خیر نے پاس کی لڑکیوں کے قتل آتے دیکھے تھے اور میرے تم سے اعتراف کیا تھا کہ وہ صرف تجھے خود کرنے کے لیے ان لڑکیوں کے ساتھ قتل کرتا ہے۔ کیا تم مجھے ان لڑکیوں کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کر سکتی ہو؟“

”میں زیادہ کچھ نہیں جانتی۔ میں اتنا معلوم ہے کہ وہ لڑکیاں اس کی لڑکیوں میں اور وہ ایک ہی وقت میں دو تین کو آگرم سے بے خوف بنا رہا تھا۔“ خوشی نے ڈر سے پوچھا کہ اس کے سوال کا جواب دیا۔

میں نے تو صرف چند سال کے لیے یہ دُست داریاں اپنے  
شاہوں پر اٹھائی ہیں جبکہ اسے آنے والے وقت میں  
تازہ دہی پر جو اٹھانا ہے۔ اب آپ علی غایت میں کہ جہاں  
میں انوں کے دشمنوں کے ایسے راہیے تھے کہ وہاں میرے  
لیے میرے شہر جیسے بہرہ رو کی غاصبوں سے سمجھوتہ کرنا کیا بڑی  
بات تھی جس میں اسی لیے یہ قتل جتا رہا۔ اس نے ہم انھیں  
سے مختصر اپنے حالات بتائے تو شاہ کو اندازہ ہوا کہ اتنی دہی  
لڑی ہے۔ وہ اس کا دھمکانے سے بچنے اس سے ابھر  
اُٹھ کر دیکر ہاتھیں کرنے لگا۔

پتا چلا

یہ نوجوانی میرا تھم کر رکھتے تھے شاہ پر یادوں کے درمیں  
گئے۔ یہاں اس نے اپنی زندگی کے پورا پورا پتہ یاد کر لیا  
گزارے تھے۔ زندگی کا وہ دور بہت بے فکر اور سرخوشی کا  
تھا۔ یونہی دہی کے بعد اس نے اپنی شاہی کے بعد کے مختصر  
مرتبہ کو بھی اچھا سے کیا تھا لیکن دہی کے بہت جلد ساتھ  
پہونچ جانے کے باعث وہ اندر سے کچھ مہم ساسا گیا تھا اور  
جس کی پیشین گوئی اس نے مصروفیات انجام دیا تھا تھا نہیں  
میر شاہ کی خود کشی کے کسی پر کام کرتے ہوئے ایک بار پھر  
اس میں غصہ کی تہذیبیں پیدا ہونے لگی تھیں۔ ان  
تہذیبوں کا اثر تھا کہ وہ دہی کے خوش گواروں کی یادوں کی  
دستک کہ وہ اپنے دل میں عجیب کی طرح محسوس کر رہا تھا۔  
وہاں وہ اپنی جان بچانے کا احوال تھا۔ کچھ طلبہ تیز قدموں سے  
پہنچے اپنے کلاس روم کی طرف تیار تھے۔ کچھ طلبہ کی  
لوہیاں کھانسی پر پھینک رہے تھے کچھ کھانسی اٹھ رہی تھی اور کچھ  
شب کی رسم بھاری تھیں تو لیکن ذرا دیر سے سہانہ اور  
قبول کا مقابلہ جاری تھا۔ ان سب کے ساتھ وہ جڑے سے  
تھے جو دنیا داریاں سے بے خبر مرنے والے ایک دوسرے کے  
ساتھ کھینچنے کے لیے ایسے خواب میں تھے اور ہر کہنے  
میں مصروف تھے جن کی مجلس شاہ اور دہی کسی کے حصے میں  
آتی تھی۔

”ہیکٹر زلی کیس شاہ... کیا آپ بائبل اور دہی کی سوسائٹی  
میری راہنمائی کر سکتے ہیں؟“ اس نے قریب سے گرائی اور  
لڑکیوں کو طلب کر کے ان سے مدد مانگنا لگا۔  
”سنا۔“ لڑکیاں سوچ میں پڑ گئیں۔ ”ہم بھی  
فائل ایئر کی ہی اسٹوڈنٹس ہیں لیکن ہمارے کلاس میں سوسائٹم  
کی کوئی لڑکی موجود نہیں۔“ آخر ایک لڑکی نے اسے جواب  
دیا۔  
”اے سونی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔“ دیکھتے تو خود کئی

جاسوسی ڈائجسٹ 242 نومبر 2014

گھبراہٹ۔ وہ دونوں شانہ بٹانہ پلٹے کینے نہ یا تکہ تھی  
تھیں۔

”میں آپ سے میر شاہ کے حلق کچھ جانا چاہتا  
ہوں۔“ وہ دونوں لڑکی کی ہونٹوں سے گرا کر ایک دوسرے کے  
مقابل بیٹھے تو شاہ نے اس سے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا۔  
”ایک لڑکی کا فکرت اور چلو بندہ قادی۔“ شاہ عرف  
سونی نے بڑی بے ساختگی سے جواب دیا۔  
”اس کے باوجود سنا ہے تم دونوں میں بڑی گہری  
دوستی تھی پتا شاہ نے اسے کبھی انھوں سے معذرت  
”وہ تو میری بے شمار لڑکیوں سے ہے۔“ اس نے بے  
نیازی سے شانہ اٹھا کر لڑکی کا ایک ٹکڑا بھرا۔  
”لیکن میری معلومات کے مطابق میر شاہ سے تمہارا  
تعلق دوستی سے کہو آگے کا تھا؟“ شاہ نے اس کی بے  
نیازی کے خوں کو ڈھونڈنا چاہا۔

”میں ایک دوسرے سے فکرت کر رہے تھے۔“ شاہ پر  
گوئی اڑ نہیں ہو۔ اس نے پورا ہونے میں لگا۔ ”کیا میں  
پر جو سنی، ہوں اسٹیکر کہ آپ مجھ سے کیا جانا چاہتے ہیں؟“  
لڑکی کی کھانسی پر پھر اسے اپنی کواہن خدیجی انھوں سے  
پوچھتے ہوئے اس نے شاہ سے ہوا تک بکھینچ کر پوچھا۔  
”میں میر شاہ کی خود کشی میں پر کام کر رہا ہوں۔ اس  
کے ایک قریبی قریبی نے قتل کا کارڈ کیا ہے کہ یہ خود کشی کا  
مطلب نہیں ہے چنانچہ میں ان قریبی افراد سے بات کر  
کر رہا ہوں جن کا میر شاہ سے قریبی تعلق رہا ہو۔“ اس لڑکی  
کی کراہٹ غصے نے شاہ کو مجبور کر دیا کہ اس سے کھل کر  
بات کی جائے۔ اس کی بات میں گرتا کہ ہوشیار بن جائے  
وہ اپنے انداز میں سڑکے۔ پھر دہی۔

”میں نے یہ قتل کا کارڈ کیا ہے۔“ شاہ نے اپنی راہنمائی پر جواب  
دیا اور لڑکیاں کھا کر خود کشی کی بات کر دہی اور انداز سے مارا  
جاتا تو میں سمجھتی تھی کہ اس کی موت میں دایا کا ہاتھ ہے لیکن  
خارج سے وہ بیان دے رہا تھا دایا وہاں جا کر اسے فیکری  
گولیاں کھینچ کھینچ گئی۔ وہ وہ فیکری گولیاں کا بے ایک  
کیسٹ تھا؟“ پوچھتی انداز میں پلٹے ہوئے اس نے  
آخر میں تعجب ہی پوچھا۔ جواب میں شاہ نے اکتات بھی سر  
باز دہی اور دہی کو کھینچ دہی تو اس کا سوال دایا بے کے  
بار سے پوچھا تھا۔

”دایا۔“ شاہ نے بڑا سا بھرا۔ ”وہ ایک احمق  
اور بد بانی لڑکی تھی جس سے میر شاہ جیسے فکرت  
سے محبت کرنے کی فکری کی اور گہری پڑھ کھانی۔“

بے ضمیر

”ذرا آگے سے بتاؤ۔“ شاہ نے پوچھا ہوا۔  
”وہ ہمارے ہی ڈاکٹر کی پارٹنر تھیں۔“ والد  
کسی لمحے میں لڑکی کے چہرے اس لیے اسے پہنچا کر اخراجات  
برداشت کرنے کے لیے پوچھ رہی تھی کہ بعد کئی عرصہ میں  
پڑھائی پڑھتی تھی اس کے باوجود وہ ایک ذہین طالبہ ہے  
اور ہمیشہ نمایاں کامیابی حاصل کرتی رہی ہے۔ اسی خدائی کی  
وجہ سے میر نے اسے اپنی محبت کے چال میں پھنسا دیا اور  
جس سے بے بغیر محبت کے اس کے تیار کردہ فیکس اور  
ایما کیس پر آخر صاف کر رہا۔ بات صرف یہیں تک نہیں  
تھی بلکہ دایا بے موقع ہے موقع اسے اپنی محبت کی کھانی سے  
اپنے شہس بھی دینی رہتی تھی۔ اس کی اس دہی اور سادگی  
کو دیکر میر جیسے بے خبر آدمی کو بھی بڑے حوصلہ والا اور پوری  
سے باہر ہونے والی بات تو اس میں سے کسی ملاقات میں اس  
پہننے دایا کو جہاں کی طور پر بھی حاصل کر لیا۔ دایا کی  
بدقسمتی کہ اس کی یہ طریش وقت بیکار تھی اور جب اس نے اپنی  
حالت کا ذکر کرتے ہوئے میر سے شاہ کی کامیابی کا ذکر اپنی  
بھینچوں اس کی داستان سنا کر اس نے شاہی سے انکار کرتے  
ہوئے دایا کو بارش کا مشورہ دے دیا۔ دایا اپنی  
محبت کی نشانی کو مٹانا نہیں چاہتی تھی لیکن عزت بچانے کے  
لیے اس کے پاس اس کے سوا کوئی راستہ بھی نہیں رہا تھا۔  
اس نے اپنی ایک شاہی شہزادہ کن جو کہ اس کی بہت گہری  
دوست تھی بھی کواہن کر دیا اور اپنی وہ اس کے خفاں سے  
اباڑش کر دے میں کایا ہوئی تھیں نہ کم زار یا وہ ہو گیا  
تھا اس لیے یہ کام بہت مشکل ثابت ہوا اور دایا کی محبت کو  
شہزادہ نقصان پہنچی۔ اس کی لڑکی نے دایا کے والدین  
سے اجازت لے کر کئی روز تک اسے اپنے گھر میں رکھا۔  
اتفاق سے ان دونوں اس کے شہر اپنے آگے کی طرف سے  
لاہور گئے ہوئے تھے اس لیے ہر کام خود بخود ہوتا چلا گیا۔  
تقریباً دس دن گزرنے کے گھر پہنچنے کے بعد دایا اپنے گھر  
واپس آگئی تو پہلے میر نے اسے کئی تو ہو چکی تھیں ذہنی اور  
جسمانی حالت اکیس تھیں گئی کہ یہ تیرہ دہی جڑی کر پائی۔ گھر  
والوں سے اس نے یہ بھانڈا کر کر کر کے گھر پہنچے  
ہوئے اسے آگے بڑھا کر دہی کو کیا تھا اس لیے صحت خراب ہو گئی  
تھی۔ تاہم کچھ علاج کے نام پر وہ وہاں دہی کو کراہٹ  
کرتی رہی جو اسے فیکری ڈاکٹر نے دی تھی۔ میر کو اس نے  
فون پر سب بتا دیا تھا۔ کئی کچھ دنوں کی مختصر بات چیت  
ہو چکی تھی۔ میر نے اسے دایا سادہ دہی کا کہہ دیا اپنی صحت مکمل  
بھالی ہوئے تک گھر پر قرا رہا کرے۔ یونہی دہی کی مجبوریوں

جاسوسی ڈائجسٹ 243 نومبر 2014



کے تھے میں ہونے والا تھا وہ پروا کر دے گا۔ نایاب کو  
تھوڑی سی سلی ہوئی لیکن وہ اپنے ہوش کو نہیں بچا سکی جو اتنی  
جھجھکیوں کی وجہ سے جھوٹ گئی تھی۔ بد قسمتی سے اس کے  
ساتھ کچھ دیکھنے کی ہوئی تھی اس لیے ذرا زیادہ عرصہ گھر پر  
گزارا چڑا۔ کزن اس کے ساتھ برابر تعاون کر رہی تھی اس  
لیے گھر والوں سے بات چیت ہو گئی۔ بہر حال وہ دونوں آگیا  
جب نایاب پر تیرہ لڑائی آنے کے قابل ہوئی لیکن اس دوران  
یہاں بہت جگہ بدل چکا تھا۔ نمبر نے اس کی جگہ ایک اور  
دین لڑکی سے روٹی کا تھک لیا تھا۔ نایاب اس کے لیے بیکار  
ہو چکی تھی کچھ عرصہ گھر حاضری کی فوج سے اس کا ایک  
سیسر ڈراما ہو گیا تھا اور کارہا پر بھی نمبر شاہ اس کے ساتھ  
بیٹھے تھے۔ مسئلہ تھا۔ آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس صورت  
حالی میں نایاب کے دل پر کیا گزری ہوگی۔ ممکن تھا کہ وہ  
خودکشی کر لیتی لیکن کسی نے اسے وہی طور پر سہارا دیا اور  
سمجھا یا کہ اس کی زندگی اتنی ارزانی نہیں ہے کہ وہ کسی سے دنیا  
کی خاطر اسے کوئی پیسے۔ مگر یہ کہ نایاب کو یہ بات سمجھ آگئی  
اور اس نے ایک بار پھر زندگی کی دوڑ میں حصہ لے لیا۔ اب  
وہ بچا ہر محسوس کرتی ہے لیکن اس بات کا اندازہ تو آپ کو بھی  
ہوگا کہ وہ نمبر شاہ سے کتنی نفرت کرتی ہوگی۔ بڑھاپے سے نفرت کر  
ڈالنے کی خواہش کی حد تک لیکن میرے خیال میں اس کے  
پاس اس کام کی ہمت اور مواقع وہاں ہی نہیں تھے۔ اس  
پوری داستان کو سناتے ہوئے شاہ کے چہرے کے چٹاوت  
بدل گئے تھے۔ اب وہ ایلین کو اس کی بے گفاری و کمفندی  
حیثیت پر زیادہ ایک دردمند نظر آ رہی تھی۔

”جیسا کہ میں نے آپ سے کہا تھا اتنی تصانیات مجھے معلوم  
تھا؟ کیا نایاب تمہاری بہت قریبی دوست ہے؟“ شاہ کے  
دونوں والے تھوڑے تھے کیونکہ ایک ایک بات جو نایاب  
نے اپنے گھر والوں تک سے چھپائی تھی کسی نام کا اس نفل  
کے علم میں نہ آئی تھی۔

”ایک اتفاق کی وجہ سے مجھے یہ سب معلوم ہوا۔  
اصل میں میری بڑی بہن ایک کانٹا کوڑھت تھی۔ نایاب  
اپنی کزن کے ساتھ ملتی باران کے ٹینک پر آتی تو میں وہیں  
موجود تھی۔ میں نے اسے دیکھ لیا لیکن خود سامنے نہیں آئی۔  
بعد میں مجھے پائی سے اس کی آمد کا قصہ معلوم ہوا تو میں جو  
اس کی نمبر شاہ سے روٹی سے واقف تھی کسارا اس کا کچھ نہ تھی۔  
باقی اس کیس کو لینے پر تیار نہیں تھی لیکن میں نے انا سے  
-فائش کی۔ باقی کے ذریعے ہی مجھے دیگر تصانیات سے بھی معلوم  
ہوئی رہی۔ اگر میں نایاب کی غیر موجودگی میں نمبر کے

”سوری میں نہیں آپ کے مشورے پر عمل نہیں کر  
سکتا۔ مجھے اپنی ذہنی اہمیت دینی ہو گی۔ آپ سے میری  
درخواست ہے کہ جہاں آپ نے مجھ سے اتنا تعاون کیا  
ہاں تو زنا تعاون اور کریں اور نایاب کے ساتھ ساتھ کسی  
بے اثر کے سے بھی طاقت کو وادیں جس سے میری روٹی  
بھی ہو۔ آخر وہ لوگوں سے کی تو روٹی کتنا ہوگا۔“ شاہ نے  
نہایت تنبیہ کی تھی کہ تو وہ ایک گھبراہٹ سے کر رہی تھی۔  
”میری خواہش تو یہی تھی کہ آپ نایاب کو نہ پیڑیں  
لیکن اگر یہ آپ کی مجبوری ہے تو میں اسے آپ سے طواوتی  
ہوں جس اتنی درخواست ہے کہ ذرا احتیاط کام لیں گے۔  
اس کے بعد ہم بھی پوری طرح نمبر سے نہیں ہیں۔ آپ کے زیادہ  
کر رہے ہیں ہر چیز پر سب ہو سکتی ہے۔ رہی نمبر کے کسی مسئل  
فریڈ کی بات تو اس مسئلے میں آپ امداد سے مل لیں۔ پورے  
ذرا سنبھل لیں ابی نمبر کے سب سے زیادہ قریب تھا۔“

”شاہ نے اس کا ٹھیکہ لیا۔ اتنی تھوڑی  
دیر بعد وہ اس آنکھوں والی نایاب اس کے سامنے بھیجی تھی  
بلکہ پچھلے اس نے اس طاقت میں مثال نہیں دکھا تھا کہ اس  
کی سوچ و فکر کے باعث نایاب کوئی اہم بات بتانے سے  
کر رہے تھے۔ نایاب سے اس نے تقریباً گھنٹہ بھر گفتگو کی  
لیکن اس حاضری پر اس کے ہوا ہوا سے اسے معلوم ہوئی تھی  
کہ وہ بھی معلوم کر رہے تھے کہ کام ہوا۔ اب اسے وہی طاقت  
اس سے کرنی تھی لیکن اس طاقت کے لیے اس نے  
بہ نیرنگی کے ساتھ اسے کفریہ زیادہ مناسب سمجھا اور امداد کو  
وہاں بھرا بھیجا۔ یہ طاقت اسے اگلے دن کرنی تھی۔ البتہ  
اس نے نوٹیں سے اسی روز راپٹ کرنا ضروری سمجھا۔ کئی عرصہ  
ورن ضرورت کے تحت نہیں بلکہ بات کرنے کا بھانڈا نمبر  
آجائے اپنے دل کے اگلے پر۔

”نمبر میں غامبیاں تھا یہ تو میں بھی جانتی تھی لیکن وہ  
اس حد تک گرا ہوا انسان ہو گا اس بات کا مجھے اندازہ نہیں  
تھا۔“ نایاب نے اذیت شاہ کی لڑائی سننے کے بعد نوٹیں نے  
دل گرفتاری سے تھوڑا کیا۔ ظاہر ہے وہ نمبر سے محبت کی  
دورے اور اس کے بارے میں سمجھا لیا تھا کہ اس سے  
صدمہ پہنچا تھا۔

”میں جس تکلیف سے بنانے کے لیے شاہ سے سب  
کہہ رہا تھا لیکن پھر یہ سوچی کہ بتانے کا فیصلہ کر لیا کہ تم نمبر  
ٹان کی موت کے قلم میں مبتلا رہنے کے بجائے اس بات پر  
اٹھ کا ٹھہرا کر کہ تم ایک ایسے شخص کے جال میں نہیں  
ہونے کے باوجود جس کا کردار بے حد گھناؤنا تھا غلط

”دوسرے دوسرے کے مطالب بھی سمجھ آجائے گا۔ پہلے رابطے میں رہنے کی راہ تو مجھ کو۔“ دوسرا شروع ہوا۔

”پچھلیس سالوں کو انکار کرنے کی جرأت کون کر سکتا ہے۔ آپ تو ہمیں دیر دیتی کرنا بھی کر سکتے تھے۔“ اس بار نوہین کا لہجہ بھی ہلکا چمکا تھا۔ اس کے ہاتھ کے منٹھ پر اس کی اور شاہد کی ایک ساتھ اکبر نے والی نمسی کی آواز سننے اعلان کیا کہ ایک اور کہانی جنم لینے کو ہے۔

☆ ☆ ☆

یہی تیار ہو چکی تھیں۔ "ہند نے اب بھی غاصے مہذبہ  
انڈیا میں خیر شاہ کے کردار کو بیان کیا تھا۔ تصانیف میں  
شاہ پہلے ہی اوقت خدا اس لیے عزت کر رہے تھے کی کوئی  
شردت میں نہیں تھا۔  
"تم نے بتایا کہ اپنے آخری دنوں میں خیر شاہ  
خوش رہتے تھے کہ اس کی کیا وجہ تھی؟"  
"اس کی وجہ ایک لڑکی تھی جس پر اسے دولت مند  
لڑکی سے دانی ہونے کے بعد دوسو چاکر تھے کہ اس  
دولت کے حصول کا اشارت کرتی تھی۔ اس کے خیال  
کے مطابق اس نے اس لڑکی کو چھوٹی خزانہ خیریت کے  
جال میں پھنسا دیا تھا وہ خود سے ہی غریب سے بھی  
شاہ خدا کر کے بہت امیر بنے۔" اس نے بھی  
انکھوں سے پتایا۔

[illegible]

”کی تو ایسی کھنکھاتی تھی۔“ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ”اسی کھنکھانے میں شاہ کو انجی  
 لگا۔ کیونکہ اصل میں، ہوا اتنا درودہ و متلاطم نہ رہا جتنا ہے۔ تاہم خاص  
 کہ شہزادہ نے خود کو گھسیٹی تو آخر اس کی تکیا و جھگی۔ خود کو  
 کرتے والے۔۔۔۔۔ اتنے بچہ امراء طرہ پتے سے موت کو گلے  
 لگاتے تھے۔ مگر تو ایسا ہوتا ہے کہ مرنے سے پہلے کوئی خط  
 طبرہ الفکر کو سرسختی میں نہ کہ دنیا کو مظلوم ہو سکے کہ دواں دنیا:

جاسوسی ذائقہ — [246] — نومبر 2014ء

تو یہیں ٹھہر کر رہا ہوں۔ بالآخر اگر ایسا نہ ہو تو ان کے متعلقہ لوگوں کو دیکھا جائے گا کہ یہ کس طرح ضرور ہوتا ہے لیکن یہاں تو یہ حال تھا کہ ہر قسم کے جھگڑا یا شہکار اور کسی شہکار کا کہ میرا خود بخود ختم کرنے والا بندہ نہیں ہے۔ اسے اسی کیس پر کام کرنے کے لیے آمادہ کرنے والی توہینا نے بھی کیا تھا۔ بعد میں توہینا نے اسے اسی کیس پر کام کرنے سے منع کر دیا تھا لیکن بطور پونیس اسپیئر شاپنگی رنگ جسٹس جج کے پاس بھی اور اب وہ اپنے جسٹس کو دور کے بغیر اسی کیس کو بند نہیں کر رہا تھا۔ چنانچہ اسد نے ایک ایسا سوال کیا جو اس سے پہلے کسی اور سے نہیں کیا تھا۔

۱۰ "وہی تو ہمیں کہہ سکتے۔" امداد نے ذرا سوچے والے انداز میں اس کے سوال کا جواب دیا۔ "البتہ ہم کے مسئلے میں اس کا پوری زندگی کے عیاں چشم نامی ویکس لاکے سے کچھ مسئلہ چل رہا تھا۔ چشم ان لوگوں میں سے ہے جو پڑھنے لکھنے سے زیادہ بڑبڑاتی ہیں وقت گزارتے ہیں۔ اس کا ایک بڑا ہی باعث ہے بھی مسئلہ ہے اس لیے دوسرے لوگوں سے ذرا غصہ و کدورت سے پیش آتا ہے۔ میرا اس سے کیا جتنا تھا وہ کچھ دیر میں چل گیا اس نے چشم سے کچھ دیر دھارائی تھی۔ چشم اس لیے دیکھ کر وہاں کی حالت پر کرا تھا کہیں میری بڑی خوب صورتی سے بھانے بنا کہ اسے جانی دیتا تھا۔ میری طرف سے کچھ ملاحظہ کی تھی۔ چشم نے تم کو دیکھ کر وہاں کے مسئلے میں ایسا کوئی ختم نہ دیا تھا۔ ہمیں کچھ تھا۔ اس نے میرے کے ذہن پر جو اثر پڑا وہ خود کوئی مسئلہ نہیں تھا۔"

”تجسّسِ حکمِ معلوم ہے کہ ضمیر نے ہاتھ سے سچی رقم  
قرض لی تھی؟“ شاہد نے اس نے پہلو میں اڑھکا لیا۔  
”جی نہیں تو یاد نہیں لیکن جہاں تک میری یادداشت  
کام کرتی ہے دس چھوڑ ہزار سے زیادہ رقم قرض نہ تھی۔“  
اس کے جواب میں وہ اسے گروایا کہ خود کوئی کام سب قرض نہیں  
ہو سکتا۔ اچھی معمولی رقم سے لیے ضمیر کو خوشوکی کی ضرورت نہیں  
تھی۔ یہ بات اسے غمِ گہا ب گہا تھا اور اس کی کئی ایک  
دوستیں تھیں جن کی خدمت سے وہ بے معمولی رقم آسانی سے ادا  
کرسکتا تھا۔

”اومکے مسٹر اسد! آپ کے تعاون کا قہر بہت دیر سے ضرورت نہیں لیکن میں امید کرتا ہوں کہ اگرچھ دو بار آپ کی ضرورت پڑے تو آپ اسی طرح تعاون کریں گے۔“ شاہ نے اسد کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہی نے بہت احمکامی سے اس کے ہاتھ مصافحہ نہ کیا۔ شاہ نے اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ کوئی چوکیس والا اسے اخلاقیات سے بھی پیش آسکتا ہے اور اس

جاسوسی ڈائجسٹ - 247 - نومبر 2014ء

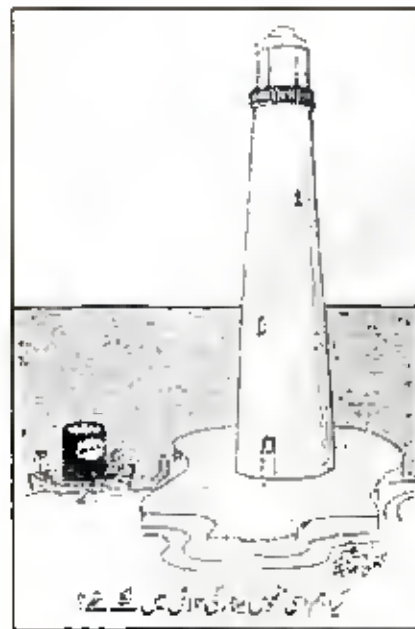
تھانے میں آنے کے بعد بھی یہ خیر و عافیت و اطمینان کا دار ہے۔  
اسد کو دھست کر گرنے کے بعد شاہد ایک بار پھر اسی کسک کی  
کڑیاں جوڑنے لگا۔ ایک جوان لڑکے نے خواب آور  
کوتلیاں کھا کر خود کوئی کچل گئی اور ہمیں سے اس کی خود کشی کا  
چرچا ملبہ نہیں ہوئی مگر ۱۱ جن کو لوگوں کے ساتھ رہتا قرآن  
پر اس نے اپنی شخصیت کا اچھا اثر قائم کر رکھا تھا شاہد اسی  
لئے کہ کہیں اس کے ساتھ سے یہ اچھا اور ست لوگ نہ نکلتے  
جائے۔ البتہ اس کی کوئی اور کھاس ٹیلوڑ نے اس کی شخصیت  
کے گمراہ پر چلاؤ ضرور دیاں کیے تھے جن کے مخاطب ۱۱ اچھے  
گرواد کا ایک نہ ہوئے تھے بھی اپنی اچھی شخصیت اور  
جب بڑائی کی بنا پر ان کو اس میں متبادل تھا۔ تو ہمیں سے بٹنے  
والے اکٹھے تھے اسے کسی حد تک چرمی ثابت کیا تھا لیکن  
اس پر اسی چرمی کا ٹھٹھ نہیں کیا گیا تھا اور بے چارہ غریب  
لازمہ درجہ شک کی نر میں آگئی تھی۔ اسد سے بات کر کے  
اسے ایک نئی بات معلوم ہوئی تھی کہ ضمیر ہاشم نامی ایک  
فلنٹ سے طالب نعیم کا مقررہ تھا۔ اس خیال کے ساتھ ہی  
شاہد کہ یاد آئے کہ اس نے ضمیر کے دو مہینہ رنجہا پر سدا  
ہوئے ایک زخم کا نشانہ دیکھ کر ہمیں سے متعلق اس نے  
رافد اور پروفیسر کو بتایا تھا کہ اسی کا میں میں پندرہ لوگوں سے  
بھڑا اور کیا فراموش کی وجہ سے ۱۱ جو نہ آئی تھی۔ یہ انکس  
بیس قاتلہ اس سے بھڑا کرنے والے لڑکے ہاشم اور اس  
کے ساتھیارے جوں اور ہاشم نے اپنی رقم و اسکا نہ بٹنے پر  
اسے یہ رنگ پہنچائی تھی۔ بھڑا اور نیروں سے باہر ہوا تھا۔ اس  
لئے اسد کاظم رہا۔ اس ۱۱ او یہ ہے سے سچے پر اسے ضرورت  
محمود دے تھی کہ ہاشم سے بھی ایک طاقت گمراہ جائے۔  
وہ اس پہلے میں اسے ہمیں آئی کو لہذا گروایا تے رے راجا  
کو ایک ساخارہ میلانے ساتھ کہ ایک چمکتے لے کر اس کے  
کمرے میں آیا۔ اسے اس آفت کو فارغ کر کے دو پہنچائی  
طرف حوجہ دی۔

”یہ چکات کھینچ کر سرائے کا ڈرائیور لے کر آیا ہے۔ ڈرائیور کو گھومنے پر اب روکا ہوا ہے کہ آپ کبھی خواست اظہار کیا ہے؟“ پلٹ کر اس کی میز پر دیکھ کر چپاٹی نے دیر پاٹ کیا۔

”جی نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ڈرائیور کو جانے دو۔“ اس نے سیاہی کو گھوم کر اتار دیا اور نکل گیا۔ خود شاہ پلٹ کر کی طرف متوجہ ہو گیا۔ پلٹتے میں سے ایک ایڈیٹر پر قیام، تحفے بڑی خوب صورت سی رہت، الیج، مٹی کی ایک اپ کٹ کے علاوہ وہ سونے کی چیزیں برآمد ہوئیں۔ ان میں سے ایک تو چھوٹے ماسٹر کی بیٹیاں بھاری باریکی کی جنوری میں جبکہ



یہ تصویر



یہ تصویر سی ٹی وی پر دکھائی گئی تھی

”آپ کا مشورہ بالکل ٹھیک ہے، سر، اسی جگہ پر خاصا زور دے رہی ہیں اور میں بھی سوچ رہا ہوں کہ دوبارہ کمر آ کر کروں۔ بس آپ دعا کیجئے گا کہ مجھے بھی رافضی کی طرح کسی سکھ بچکانے والی سانسی کا ساتھ مل جائے۔“

پروفیسر سے یہ بات کہہ ہوئے شاہ کے سامنے خوشی کی تسویر اتر رہی تھی۔ اسے وہ لڑتے وارسی مساکس میں گہری لڑکی کا بچہ بہت اچھی لگی تھی۔

”انکار اللہ ضرور کے کی مہیاں دم بہت کر کے قدم تو آگے بڑھاؤ۔“ پروفیسر کا سران نے اسے حوصلہ دیا اور سگرات ہوتے ہوئے کہا ”اب وہ کام بھی نہ ہی پس جس کے لیے بیان تک آئے تھے۔ یہاں سے گھر جا کر تھوڑی دیر ریسٹ کروں گا پھر رات کو دوبارہ رافضی سے ملنے اور اسے کچھ ضروری سامان بچکانے اسپتال آنا ہے۔ اسپتال آجائے لیکن نظم راسخ کافی سخت ہے۔ ملاقات کے اوقات کے علاوہ کسی کو سرینس نہ قریب ہونے کی گنجائش دیتے ہیں۔“

”کی سر، اگلی دھکا ہوں۔“ شاہ نے اپنی بزرگی و رافضی کی پینکٹ دکھا کر کہا۔ ”رافضی کو تب تک اپنے مت پر ہٹا دو گا۔“ پینکٹ کھول کر اس میں سے اپنی مطلوبہ اشیا نکالتے ہوئے اس نے پینکٹ پھیلایا۔

”تمیں چارہ دوں تو سر پر لگیں گے۔ وہاں اس کی انجی کثیر ہو رہی ہے اتنے لپٹے اچھائے کہ انجی وہیں رہے، سر سے گھر میں تو نہیں معلوم ہے کہ کوئی قانون ہے نہیں جو اس طرح کی دسے اور یاں اٹھائے۔“ خرویش سے چندہ دن کی بچائی لے لی ہے اور ایک مشکل ملازمہ کا بندوبست کر دیا ہے۔“ پروفیسر نے اسے جواب دیا۔

”میں اپنی والدہ کو رافضی سے ملانے لاؤں گا۔ وہ وہ بار مغلیہ مشورے دے دیں گی۔“ آپ مجھے اسپتال میں ملاقات کے اوقات بتا دیں۔“ بابا یوں اور زنجیر پروفیسر صاحب کے منہ سے نکلتے ہوئے اس نے اسے بڑے غلوں سے کہا لیکن اب ان کی توجہ اس کی باتوں سے زیادہ اپنے سامنے دھری اشیا پر تھی۔

”یہ تو رافضی رافضی کی چیز ہے۔“ مضمین یہ کہاں سے لی؟“ شائستہ کا سر ملے کرنے کے بعد تھوڑے سے حیرت سے دریافت کیا۔

”پہلے ہی کی طرح ضمیر شاہ کی ایک فیملی فریڈ کے پاس سے۔ اس لڑکی کو بھی ضمیر نے یہ چیزیں گفٹ میں دی تھیں۔“

کہ گھنٹیں یہ اشیا کی تو رافضی کی گمشدہ چیز دست میں شامل نہیں تھیں۔ ”مورخ ملے پر شاہ نے فوراً اہلاند حایان کیا۔“

”اچھا۔۔۔۔۔“ پروفیسر نے ایک پرسوں بنگلہ پر اتر کر بیٹھے۔ رافضی اسپتال میں ایڈمٹ ہے البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ میں گھر میں آئے اور وہ چیزیں وہیں ہوں۔ رافضی اسپتال میں ایڈمٹ ہے یہ قہار اہلاند اس کے قریب ہی ہے۔ میں کچھ دیر بعد اسپتال کے لیے نکلے وہاں ہوں چنانچہ قہار سے پاس بھی آ جاؤں گا۔“

”بہت شکر ہے، سر۔ میں آپ کا منتوں ہوں گا۔“ شاہ نے ان سے کہا اور سلسلہ منتوں کر دیا۔ آج اس کی انجی کوئی مصروفیت نہیں تھی اس لیے وہ انجی تان سے پروفیسر کا انتظار کر سکتا تھا۔ اس نے اپنے لیے چائے سفوفی اور ایک دوسرے کیس کی ناکل اور کچھ کچھ لپٹے جینا سے پروفیسر کی آمد کی اطلاع دی۔

”آئیے سر اشریف دیجیے۔“ شاہ نے اپنی کرسی سے اٹھ کر ان کا استقبال کیا اور ایک بار پھر بیٹے کی مبارکباد دیتے ہوئے رافضی کی شہرت پر تھی۔

”رافضی بھی ٹھیک ہے۔ عموزی کرداری ہے، وہ تو دھت کے ساتھ ساتھ اور وہ جانتے گی۔“ پروفیسر کا سران نے اسے آگاہ کیا۔ اس وقت ان کے چہرے پر ایک اٹھائی ہوئی ہنسی اور شاہ کو ان کا وہ پ نہت اچھا لگ رہا تھا۔

”آپ کو خوش؟“ پروفیسر نے خوشی سے پوچھا۔

”سر۔ اگر میرے غم میں پہلے سے اتنا تو آپ کا لپٹا ہوا ہوتا۔“

”بہت بہتر۔“ شاہ نے ان سے دیکھ کر حیرت کی تھی۔

”اے سر میں بھائی کوئی رحمت دھت نہیں ہوتی تھی۔“

بھی تو انہی فرض میں اور اگر یہ ہو اور پچھو تو اس وقت میں اتنا خوش ہوں کہ کوئی بھی کام مشکل نہیں لگے وہاں خود کو کیا تین سالہ جوان کی طرح فٹ محسوس کر رہا ہوں۔ میری ناخوشی تم میں گزرتے ہوئے حلاوت کو قبول کر دو بار اگھر بساں۔ ابھی نہ نال جا رہے تو آؤں گی زنجی سوز جانی سے اور آپ بچنے کے بعد کوئی سسریت ملے جس کا کوئی بدل ہی نہیں ہے۔ میری مثال قہار سے سامنے ہے۔ شادی شدہ زندگی کی انجیوں اور بڑے داموں میں گھر جانے کے بارے میں ایک لمحہ تجویز زندگی میں گزارا انجی نے کہوں کہ رافضی نے شادی کے بعد ان چھ سالوں میں اتنا سکھ پایا ہے کہ زندگی میں پہلے ہی نہیں ملا تھا۔ اسی لیے تم کو بھی مشورہ دے رہا ہوں کہ اب اور دیر مت کرو اور شادی کر لو۔“ وہ بہت خوش گوار لپٹا ہوا مشورہ دے رہے تھے۔

دوسری سوٹی کی سونے کی زنجیر۔ اس زنجیر کو کچھ گرا سے یاد آ کر رافضی کا دل کانٹا اسے لڑکی کے پاس سے ملا تھا اس کے بارے میں رافضی اور پروفیسر کا سران کا دعویٰ تھا کہ لاکٹ سونے کی ایک بھاری زنجیر میں ڈالا ہوا تھا اور رافضی کو بیاں سکا تھا کہ ضمیر نے لاکٹ تو نہیں کو بیکہ زنجیر کا کوکٹ کر دی تھی۔ اس میں شکایت میں سے یہ آمد ہونے والی اشیا وہ گفٹس تھے جو ضمیر نے وٹا تو تھا تا کہ وہ یہ تھے اور شائستہ اس کے کہنے پر اپنے دام بچہ کے ذریعے قہار سے بگوا دیے تھے۔ شاہ کو مناسب معلوم ہوا کہ سونے کی اشیا کے بارے میں پروفیسر اور رافضی سے قصہ پچھنے کی بجائے یہ سوچتے ہوئے ہی اس نے پروفیسر کا غیر واکس کیا۔

”اے ہونیکٹر شاہ! بڑے غلوں موقع پر فون کیا تم نے۔“ پروفیسر کا سران بہت خوش معلوم ہوتے تھے چنانچہ اس کے فون کرنے کا مقصد یہ بھی بخیر اپنی ہی کہنے تھے۔

”خوش خبری ہے تو چھوٹی سے مٹاؤ لے کر۔“ ہم پریس والوں کو ابھی خبریں دراز کم ہی ملتی تھیں۔ ”شاہ کو کچھ بگواؤ اور قہار چاہیے خوش گوار سیکس میں ڈالو۔“

”اے سر، تم بھی، ہم ایک ہمارے خود دار کے والدہ سے کہنے تھے۔“ پروفیسر نے غصہ لائی آواز میں جو خبر سنائی وہ شاہ کے انداز سے کے مطابق ہی تھی۔ وہ رافضی کی کڈیشن دیکھ چکا تھا اس لیے اسی قسم کی خبر کی امید کر رہا تھا۔

”بہت بہت مبارک ہو، سر، اس خبر پر تو مشکل ہی لگی ہے۔“ اس نے پروفیسر کی خوشی میں حصہ لیا۔

”مشائی کیا لپٹی، زور دھت رحمت کریں گے۔ زور رافضی اسپتال سے فارغ ہو کر گھر آجائے۔“ ان کا جوش و خروش مروی پر تھا۔

”یہ تو اور بھی اچھا ہے گا۔ اس بھانے مجھے آپ کی خوشی میں شریک ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سے پرانے جانتے والوں سے بھی ملاقات کا موقع مل جائے گا۔ بس آپ دعوت دینے سے مت بولے گا۔“

”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یا، تم جیسے تعاون کرنے والے مضمین کو بھلا کیسے بھلا دیا جاسکتا ہے۔“ پروفیسر کا سران نے اپنے گفٹ کی مقدار کو کچھ خیال آئے پر بولے۔ ”اے سر مجھے تو پچھنے کا خیال ہی نہیں رہا کہ تم نے کس لیے فون کیا تھا۔ سب خبر تھوت تھوت۔“

”کی سر! سب خبر تھوت ہے۔ مجھے گفٹ کی کچھ چیزیں فوجیں تو سونے رافضی کی گفٹیں۔“ وہاں رافضی کو کھانا

PAKSOCIETY



بہت کچھ جانتا تھا۔

"مذکورہ کا شکر یہ لیکن آپ جانتے ہیں کہ سیاسی پارٹیوں کو ایسے ہی سرکشوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ایسے لوگ درگزی میں آج بھی جاگتے تو جیسے ان جیسے ہی جتنی موجود ہوتے ہیں اس لیے انہیں روکنے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ ایسے سرکش ممبروں کو کام ڈال کر رکھیں۔" پاپرا نے ایک عقلی حقیقت بیان کی کہ انہی دوران میں ہر پرکھنے والے پاسے لگائی جاتی تھیں۔

"اس آپ مجھے بتانا پسند کریں گے کہ آپ نے کس طبقے میں انہیں کو فائدہ پہنچایا تھا؟" چاہے اور دیگر لوازمات سے انصاف کرتے ہوئے پاپرا نے انہیں آج جس دور کرنے کی کوشش کی تو شاید اسے نہایت تفصیل بتا دالی۔ پاپرا نے کاغذ کو بھی نہیں تھا بعد میں ہاشم کی ذہنیاتی بھی اسے سب معلوم ہو جاتا۔

"ہاشم تم کبھی کہہ رہے۔ میں اس کے مسائل سے ابھی غور و افاقہ نہیں ہوئی۔ وہ کل کر پانچ روپیہ کام کرنے والا ملک ہے۔ اس لیے واقعی اس کا اس شخص سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔" مادی بات سن کر پاپرا نے ہاشم کی حمایت کی۔

"ہاں، میرا بھی ایسا اندازہ ہے۔ اس لیے میں نے اس کو نہ کہہ جانے کی اجازت دے دی ہے۔" شاہ نے اس کی تائید کی۔ پاپرا، رانا، ہاشم کے ساتھ تھانے سے روانہ ہوا تو خوش گوار سوز میں تھا اہل شاہ کے ہاتھ پر شکلوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ اس کی چوٹی میں کمری تھی کہ ممبر کی موت سیدھا سادہ خود کشی کا تیس نہیں ہے لیکن ابھی تک کچھ ہاتھ نہیں آتا تھا۔ اپنی انجمن کو دور کرنے کے لیے وہ ایک بار پھر اس شخص کی تانگی کے لیے بیٹھ گیا۔ غافل میں ممبر کی پرست مارٹم پر پڑا۔ وہ خود کا خطرہ اور دیگر تمام ضروری معلومات اور سچ سمجھا۔ ایک منگتے پر آکر وہ اپنے تک گیا۔ اسے قتل اس نے اس بات کو نوٹ نہیں کیا تھا۔ قوت کرتے ہی اس کے وجود میں شخصی ہی دورنگی۔ وہ فوراً اپنی سیٹ سے اٹھا اور تھانے سے روانہ ہو گیا۔ اس نے اس وقت غفلت میں نہیں پوچھا تھا کہ وہ کتنی تھی۔ چنانچہ جب اپنے مطلوبہ اسپتال پہنچا تو اسپتال کی انتظامیہ ملاقات کا وقت نہ ہونے کے باوجود اسے راند کے کمرے میں جانے کی اجازت دینے پر مجبور ہو گئی۔ کمرے میں راند کے ساتھ ایک خوش اندام ہی نہیں بھی موجود تھی۔

"اوہو شاہ! مجھے پروفیسر صاحب نے بتایا تھا کہ تم اپنی والدہ کے ساتھ ملاقات کے لیے آؤ گے لیکن تم تو اکیلے

ہی نکلے آ رہے ہو؟" راند نے اسے دیکھ کر خوش گوشت انداز میں کہا۔ شاہ نے غصے سے اس کے چہرے پر ہاتھ مارنے کے آثار دیے لیکن سبب معلوم ہوا کہ وہ اپنے بیٹے میں غم نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس نے کہا۔ "میں سیدھا تھانے سے یہاں آ گیا۔ اس لیے ابھی نہیں لا سکا۔ ہر کسی دن لے آؤں گا۔" شاہ نے اسے جواب دیا اور سبے فی کاٹ کے پاس جا کھڑا ہوا۔ کاٹ میں ممبری بالوں اور صاف رنگت والا ایک کول کو فٹنر صاحب نے خبردار بٹھا۔

"سسر! کیا آپ کچھ دیر کے لیے کمرے سے باہر جا سکتی ہیں۔ مجھے سسر راند سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔" بچے پر نظر میں ہانپے ہوئے اس نے ترس سے کہا تو وہ خوش اخلاقی سے "شیرسر" کہتی ہوئی باہر نکلا۔ البتہ راند کچھ حیران نظر آ رہی تھی۔

"بچہ تم سے اور پروفیسر صاحب سے خاصا مختلف ہے۔ کس پر کیا ہے؟" ترس کے باہر جانے کے بعد شاہ نے جھنجھکاؤ آنا دیکھا۔

"چچا! پروفیسر صاحب تو کبہ دہشت تھے کہ اس کی آنکھیں اور لب لہجہ میری طرح ہیں۔" راند نے کچھ غصے سے جواب دیا۔

"ہاں شاہ! لیکن چائیکس کبھی انہیں اسے دیکھ کر فخریہ شاد کا خیال آ گیا۔" شاہ نے اتنی اپناکت یہ جملہ کہہ کر راند خود سنبھال لی تھی اور اس کے چہرے پر مسکراتے ہوئے لڑکھائی۔

"تم کیا کرنا چاہتے ہو؟" کچھ وقت کے بعد راند نے گائیڈ آواز میں پوچھا۔

"ممبر شاہ کی خود کشی کے کہیں میں کچھ ایسا یا تھا یا نہیں جنہیں میں نے پہلے نظر انداز کر دیا تھا لیکن ہر طرف دور بھاگ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ میں نے اس شخص میں چند سامنے کی باتیں خطرناک اور کوئی بھی اور میرا خیال ہے ان باتوں کی تم سے براہ کرم کوئی وضاحت نہیں کر سکتا۔" شاہ کاٹ کے پاس سے ہٹ کر راند کے کمرے کے ساتھ رکھی کرسی پر بیٹھا۔

"میں کچھ نہیں پادھی۔" راند کا اضطراب اس کے چہرے سے ظاہر تھا۔

"ممبر شاہ نے آؤ کے شربت میں خواب آور گولیاں ملا کر پی لیں اور تمہارے پاس شربت کا پیچہ موجود تھا۔"

"یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔ یہ تو ہمارے گیت میں عام بات ہے اور ممبر خود بھی فریہ کر لا سکتا تھا۔" شاہ کی

بات غفلت ہونے سے قبل راند نے تیرہ آواز میں اسے ٹوکا۔ "پاکستان لیگن جیت لیگن بات یہ ہے کہ ممبر شاہ کے کمرے میں کئی شربت کا جبار، پاپرا یہاں تک کہ سامنے ہی کھینچا ملا اور یہی ایسے آجہائے جن سے غصے ہو کر اس نے کمرے میں شربت تیار کیا تھا۔ کھینچا ایسا تو نہیں کہ اس فائدہ کے لیے تمہارا بچہ استعمال کیا گیا ہو؟" "ہو سکتا ہے۔" مادی طرف سے ممبر پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ وہ آزادانہ اپنا راند استعمال کر سکتا تھا۔ راند نے تمسک جھٹکے ہوئے جواب دیا۔

"ہوں، پاپرا! کیا اس نے شربت جبار سے کچھ میں تیار کیا تھا لیکن ایک اور بات یہ ہے کہ شربت میں شامل خواب آور گولیوں کی شش کی ممبر کے کمرے کی میز پر سے ہی لٹی تھی یعنی اس نے وہ گولیاں اپنے کمرے میں ہی شربت میں شامل کی تھیں لیکن جب بات یہ ہے کہ ممبر شربت کے کچھ اس پر تو اس کے نظر پر نہیں لے لیکن خواب آور گولیوں کی شش پر ایک بھی دیکھ کر ہرگز نہیں تھا۔ اب یہ تو وہ ایسا مسکا تھا کہ ممبر شاہ اب میں گولیاں شامل کرنے کے بعد شش پر سے اپنے ممبر پر نہیں مارتا۔ اسے اس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ یہ کام تو وہی کر سکتا تھا جو اس کے کئی کو خود کشی کا ایک دینے ہوئے خود کو بچھا چاہتا اور یہ کام صرف دو افراد کر سکتے تھے۔ ایک تم اور دوسرے پروفیسر صاحب۔" اب تم مجھے بتاؤ کہ تم دووں میں سے یہ کام کس نے کیا تھا؟" اپنے دفتر میں تیز کرکٹ کیے کیے جانے والے اہم شخص کو راند کے سامنے بیان کرتے ہوئے شاہ کا ہر ہتھرتھ ملتا ہوتا چلا گیا۔ اس کی بات کے اختتام پر راند نے اپنا چہرہ دووں باتوں سے ڈھانپ لیا اور سبک سبک کر دینے لگی۔

"مجھے چچا اور راند اچھا جانتے کے بعد ہی میں فیصلہ کر سکیں گا کہ کہیں کس حد تک رمانت دینی جاسکتی ہے۔" ان بار شاہ نے تھوڑے عرصے میں اپنے سامنے سے کہا۔ "مجھے بتاؤں! جو کچھ ہوا اور اسے شرمناک ہے کہ میرے لیے زبان پر لانا بھی مشکل ہے۔ سچ یہ ہے کہ اگر مجھے پروفیسر صاحب کی رائے ہو تو میں خوش خود مت کو گتے کا پتہ نہیں میں تو یہ بھی نہیں کہتی تھی کہ ممبر کی موت ان کی تکلیف اور بڑی کا باعث بن جاتی۔" ممبری ہوئی آواز میں ہوتی دوسرے ممبروں پر مگر رہی تھی۔

"خاموشی رہنے سے بھی تمہارے دل کا جو بڑا ہونے کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ انسان اگر اپنی عقلی کا احترام کر لے

لے

تو اس کے دل پر سے بوجھ کم ہو جاتا ہے۔" شاہ نے اسے سمجھایا۔

"پروفیسر صاحب کی جذباتی کے مقابلے میں مجھے مادی زندگی سے کچھ اگلا تصور ہے۔" اس کا انداز خوش تھا۔ "میرے بھی کچھ نہیں آتا کہ جب تم پروفیسر کا مرنے سے اتنی زیادہ محبت کرتی ہو تو ہجر تم سے اتنی بڑی نفرت کیسے ہوئی؟ آئی محبت کے ہوتے ہوئے بیہوشی کی کچھ کچھ کیسے نکلی؟" شاہ کا لہجہ جارحانہ ہو گیا جبکہ راند بھی اپنی نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"تم غلام بھگت ہے تو۔" اس نے کانپتے لہجے سے اس کی تردید کی۔

"کیا غلام بھگت باہری آ گیا یہ غلط ہے کہ یہ پروفیسر کا مرنے کا نہیں بلکہ ممبر شاہ کا ہے۔" کاٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاہ پھٹ پڑا۔ "کیونکہ تو اس کا ذہنی این اسے گرد آ کر یہ بات ثابت کر دوں۔"

"میں کر دوں شاہ۔" مت کر ایسی باتیں۔" راند نے مذہبی حال ہی ہو کر کچھ پھر رکھ دیا۔

"میں پروفیسر صاحب سے بے وفائی کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ میں نے ان سے ایک حقیقت ضرور چھپائی ہے لیکن بے وفائی کا الزام دیکھ کر میری اس سے فدا شامیت کی توجہ کر رہے ہو جو راز اول کی طرف آتے تھے صرف اور صرف پروفیسر کے لیے ہے۔" وہ بہت آہستہ آواز میں بولی رہی تھی۔ "خود بتاؤ کہ کچھ کیا ہے۔ چنانچہ اسے بتائے بغیر میں حقیقت تک نہیں پہنچوں گا۔" اس کی بیعت سنے شاہ کہے بس کر دیا۔

"سچ میں اتنا ہے کہ ممبر شاہ کی بیعت میں ہم سے بہت بڑی غلطی ہوئی۔ اس کی ظاہری شخصیت سے دھوکا کھا کر ہم نے اسے قتل کیا تھا۔" راند نے اس انتظار کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک دن چھاپی میں کچھ برا کر دیا۔ "میں اپنی اس برادری پر خاموشی نہ رہتی لیکن مجھے معلوم تھا کہ پروفیسر صاحب اس صدمے سے بالکل لوٹ جا چکا تھے۔ کئی کئی عرصے کے لیے ایسی محنت کی رفاقت میں رہتے بہت بڑی ذہنی اذیت ہوتی ہے۔ میں نے اس اذیت کو قبول کرتے ہوئے انہیں اس میں جلا اونسے سے بھالایا۔ اس معاملے کے بعد کئی روز تک سخت اذیت میں رہی۔ صدمے نے مجھے بچا رہی کہ ڈالا لیکن پروفیسر صاحب کی پریشانی کو دیکھتے ہوئے میں نے خود کو سنبھال لیا۔ البتہ تم انوار کو کہتے ہو کہ اس واقعے کے بعد مجھے میرے لیے سخت ہو گئی ہوگی۔



میں نے چاہا کہ اسے اپنے گھر سے نکال دوں۔ دیکھو الفاظ میں پروفسر صاحب سے خواہش کا اظہار بھی کیا لیکن مختصر ہے کہ میرے پاس کوئی اور سہولت نہیں تھی سو وہ بالکل تھکے۔ انہیں اپنے دوست سے تعلقات کے علاوہ میرے شخصیت کی بھی پروا تھی۔ میں انہیں نہیں بتا سکتا کہ ایسا بے غیر آدمی کس رعایت اور ہمدردی کے لائق نہیں سو وہ میرے گھر میں دودھ کا دہانہ دیتے دوسرا موٹی دینے سے بچنے کے لیے میں بہت محتاط ہوئی لیکن غصہ بڑھنے لگا تو وہ نہ بچ سکی۔ اپنی انجمن اور اراکین میں میرے بھٹے اپنے اندر آنے والی تبدیلی کا علم ہی نہیں ہو سکا۔ ایک روز پروفسر صاحب ہی میری طبیعت غراب دیکھ کر بڑھتی دیکھ کر ڈاکٹر کے پاس گئے تو ڈاکٹر ان کا تشاؤ ہو کر میں اس نے وہی باتوں پر اس خبر کو سن کر میں سکتے میں آئی اور جان لیا کہ کتا، بڑا بگڑا ہوا تھا۔ وہ بچہ لیکن پروفسر صاحب نے اس خبر کو خوش خبری مانا اور بڑے مددگار ہوئے۔ ان کی خوشی نے ایک بار پھر میری زبان پر تارا دل دیا۔ اگر یہ بات صرف میرے علم میں ہوئی تو میں گناہ کی انتہائی گونہیں آئے۔ سے پہلے ہی ملاوا لینی نہیں پروفسر صاحب کی خوشی نے غصہ ایسا ہاتھ نہیں کر دیا۔ دل پر بے تحاشا ہوجا لے مجھے ان کی خوشی کا شہہ دار بنانا پڑا۔ غصہ نہیں میرے کو جب اس خبر کا علم ہوا تو وہ بھی حقیقت تک پہنچ گیا۔ اور بھانسنے شروع ہوئے کہ مجھے ایک مسئلہ کو سامنے لگا۔ اسے میری پروفسر صاحب سے بے باور محبت کا علم تھا۔ چنانچہ وہ مجھے دھمکانے لگا کہ وہ حقیقت ان کے علم میں لے آئے گا۔ اس کا منہ بند رکھنے کے لیے مجھے کئی بار دم کے ساتھ اور اپنے زہرات بھی است دینے پڑے لیکن مختصر ہے میں پریشان نہیں کی کہ یہ مسئلہ کب تک جاری رہے گا۔ اپنی اس پریشانی کا حل ڈھونڈنے سے پہلے ہی میری پروفسر صاحب سے دوستی کی جرأت نے مجھے جی ٹیٹو پر پہنچا دیا۔ نہیں اس کے واسطے کال پر موجود ڈاکٹر کا نشان یاد ہے کہ میں نے اس سے بچنے کے لیے اسے ٹیٹو کا گناہ دے مارا تھا۔ گاؤں نوٹے سے اس کا گناہ لکھی ہو گیا اور میں سوچنے کا کتا نہ تھا کہ اپنے گھر سے میں بند ہو گئی۔ اس نے پروفسر صاحب کے نوٹے سے کئی ہی ڈاکٹر کے پاس جا کر مریم بیٹی کو دانی اور پروفسر صاحب کے سامنے وہی باتیں پیش کیا جو میں بتاتا جا چکا ہے۔ میری دوسری بار کی جرأت نے جہاں مجھ سے ایک مشکل فیصلہ کر دیا وہاں وہ بھی دیکھی تاکہ کی طرف مل کھاتا مجھ پر چھٹکارا دیا۔ میں نے اپنی پوری جرأت سے کام لے کر اس تاکہ کا سر کھینچ کر لیا کیونکہ میں کسی صورت

حقیقت ظاہر ہونے کا خطرہ نہیں مول سکتی تھی۔ مختصر کرنا میں پر اس کے لیے آواز کا شریعت بنا کر اس کے گھر سے میرا سامنے چاہتے ہوئے میں نے ہی اس میں غصہ ابھار دیا۔ گولیاں نکالی گئیں۔ پروفسر صاحب اس وقت اپنی انگریزی میں مصروف تھے اس لیے انہیں علم نہ ہوا۔ میرے شریعت کے بھالے مجھے ایک بار پھر دھمکانے کے لیے کہا تھا۔ سوچتی کی ذرا کٹ کا خیال کرتے ہوئے میں اس کے سامنے نکلی تھی مگر وہ اس سے انکار کرتا کہ وہ اپنی زبان بند کر کے تو میں آئندہ اس کا بیڑا لہا لوں گی۔ وہ میرے اس طریقہ زبردستی پر غصہ ہو گیا اور جرح سے سے فریاد لگایا۔ گناہ پر سے اپنی انجمنوں کے نشان میں سے پہلے ہی ہٹا دیے تھے تاکہ بعد میں جب اس کی موت کے مسئلے میں حقیقت ہوں تو میرا کوئی ملوث سامنے نہ آئے۔ گناہ میں ایک طرف سے کسی سے کرکٹ کی اور وہ ٹرسٹ میں سے بعد میں دانا جسے نکال چکی۔ سب کچھ چوری چھپ چکی میں نے بچانے کے کام سے پہلے استعمال ہونے والے راز کے سامنے اپنی کرکٹ کی اور بعد میں دھمکانے میں کوئی غیر کی موت کے بعد اس کے گھر سے میں رکھ آئی تھی۔ میں نے پوری کوشش کی تھی کہ اس کی خودکشی کا راز نہ سکھ سکوں۔ دیکھا میں۔ میں کا سامنے بھی رہی لیکن آخر کار حقیقت تک پہنچ گئی تھی اور اب بقیہ باتوں کے کاغذ پر سے کرتے چاہا وہ لیکن یاد ہو کر کسی بھی چیز سے پہلے میں اپنی جان کا تحفظ نہ کر لیتا تھا۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اپنا ایک ٹکڑا چھوڑنے کے لیے پروفسر صاحب کا سامنے کر سکوں۔ وہ مسلسل بولتے رہتے تھے کہ میں تم کو کھینچ کر لیتی۔ چنانچہ آواز میں جھجھکت بہت واضح تھی کہ میں اس کی دیر ان آنکھوں میں اس کا اور وہی پتہ توڑم کی طرح تحریر تھا اور وہ واقعی وہ سب کرکٹ رہے تھے۔ میں کا اس کے سامنے اظہار کر رہی تھی۔ اسی وقت وہ اس کی کیفیت میں گرا کر وہ صحت بھی ترک کر گئی تھی۔ شاید وہ اس سے خوف بھی محسوس ہوا اور اس کی پروفسر سے بے مدد محبت کا کچھ معلوم میں اور آگے بھی۔ یہ خودکشی انہیں میں نے پروفسر صاحب کی محبت میں جتا ہونے والی دھمکیاں ہیں تو وہ سے گواہی کے لیے کے مشق میں ڈوب چکی تھی کہ جان لینا اور دیتا اس کے لیے معمولی بات تھی۔ وہ تو کوئی دماغی کیا جو اپنے دوج تاکہ چٹوں میں پہنچی میں اس کی پرستش کرتی رہی تھی۔ شاید اس وقت کی پرستش میں مدد محبت کی تیرا ت نہیں کر۔ اور اس خاموشی سے وہاں سے باہر نکلی گیا۔

بہار

”آج جلدی گھر واپس آجائے گا۔“ کوثر کے سامنے بڑی سے اترتے ہوئے نوشین نے اس سے دوبارہ پوچھا۔

”نہیں نہیں کر سکتا کوشش کروں گا۔“ اس نے بھی اپنا پتہ ڈالنا شروع کیا۔

”میں کچھ نہیں جانتی میں آج آپ کو بندھی گھر واپس آجائے گا۔“ نوشین نے اس سے دہرائی۔

”سو رہی تھیں۔“ یہ کہہ کر میرے گھر کی کڑواہٹ آپ کو نہیں مجھ پر غریب کو کوڑا لیں جس کے احکامات کے مطابق چلنا پڑتا ہے کہ یہ میری نوکری کا سوال ہے۔“ اس نے غریب سوچتی سے اپنی جھڑپیں بان کی۔

”ایک تو یہ نہیں کی نوکری واپس نوکری سے خود۔“ اس نے آخر جواب نوشین شاہد میں بھی تو مینجھا کر بولتے تھی۔

”شاید نے اسے ٹوک دیا۔“ اسوں ہوں۔ اس کوڑی وہ موت لہنا۔ اس کے مسئلے تو مجھ سے تھے۔“

”ہاں وہ بھی غریب ملاقات دہائی تھی۔ آپ نے خود کو نہیں دیا تو نہیں دلا۔“ اس نے گریا تھا اس کے باوجود میں نے آپ کا پرتو ڈال تو نہیں کر لیا۔“ نوشین نے تاکہ سامنے ہونے لگے۔

”دماغی کی گئی بات ہے۔ قسم نے خود ہی تو مجھے اس میں نہیں پرکام کرنے سے ڈوب دیا تھا۔“ شاید نے اسے دہرایا۔ وہ نوشین کو کئی گناں بھاتا کہ میری نوکری کا نہیں ملنے مل کر لیا تھا۔ تمام اصول و ضوابط کے خلاف اس کے سامنے فیل ہو گیا کہ ایک محبت کرنے والی محبت جو بونگی میں تھی اوتنے کی وجہ سے انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور ہو گئی تھی اس کو میں اس کے بے عزت کرنے کے بجائے ایک سب میری محبت پر پڑا۔ پتہ پڑا تھا کہ اس راز کی اس نے کسی حدت کی تھی کہ نوشین پر سبہ مددگار کرنے کے بعد وہ بھی اس میں شریک نہیں کیا تھا۔ اسے کتنا حقدار اس کے سامنے ہی اسے نوشین کا ساتھ ملا تھا۔ نوشین سے شادی کوئی اتنا آسان کام ثابت نہیں ہوا تھا۔ اس کے گھر واپس نے اپنی ”کاد“ میں کوثر سے بھجوت کرنے میں جان آگاہی سے کام لیا تھا۔ یہ کام نوشین کی طرف سے بہت کے سلطان اور شاہی کی گئی تھی۔ ان کا سبب انجام پایا تو یہ شاید نے اسے سسرالوں سے دھمکیاں دیا تھا کہ نوشین کی دوسری بیوی کی رسمیں اور بھائی کو دیکھیں عازت ملے بیک وقت ان کو گولوں کو سپرست کر دے گا۔ اس وعدے کے بعد ہی ان کو گولوں نے اپنی میری جی لیکن نوشین ان کی اس شرط پر

بہت شرمندہ ہوئی تھی اور اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ شادی کے بعد بھی اپنی ملازمت جاری رکھے گی۔ شاید نے پہلے اسے روکنا چاہا لیکن پھر یہ سمجھنے کے بعد کہ نوشین کے لیے اپنی عزت و وقار کا سوال ہے۔ بھتیجا رڈال دے دے لیکن نوشین نے اسے صاف الفاظ میں بتا دیا تھا کہ اس کی اہمیت نہ سامنے کی صورت میں وہ خود شادی سے انکار کر دے گی۔ شاید اسے کسی صورت کو مجھ نہیں چاہتا تھا سو سراسی ہو گیا۔ نوشین گھر اور دفتر کے درمیان میں دوڑتی تھی تو آڑوں سے کتے ہوئے سال بھر سے اس کی رشتہ جیات کی اور اسے وہ سارے محسوسے رہی تھی جس کی ایک مرد کو طلب ہوئی ہے۔ شاید چاہتا تھا کہ آج ان کی دیکھتے اندر میری ہے اسی لیے نوشین بغیر تھو جتا ہے اسے شام میں بند گھر لوٹنے پر زور دے رہی ہے اور وہ تمام کاروبار سے کام لیتے ہوئے اس کے اصرار کو نظر انداز کر رہا تھا۔

”میں غریب واری کا اس وقت مظاہرہ کیا تھا اب اس سے نہیں گریہ کر رہے ہیں۔“ میرے گھر پر پہنچے تھے سے متعلق اس کی تو جھڑپیں کر نوشین نے اسے اٹھانے کے لیے ایک بار پھر غصہ ڈالی سے کام لیا۔

”اسی وقت نوشین اس بار گھر واپس آئے۔ اب تو تم پر محبت جاتی تھی گئی ہو۔“ بھائی اور سسرے سے بڑا تو نوشین اسے گھر کر رہی تھی۔

”کب تک یہاں کھڑی ہو کر مجھ پر نظروں کے تحت چلائی رہو گی۔“ دفتر کے اندر چلی گئی گاؤں سے گھر اور وہ گھر اس میں نہیں نوکری سے نکال میں سکا ہے۔“ شاید نے اسے بھینچا۔

”ایسے ہی نکال دے گا۔“ نہیں دانے کی بیوی بولیں۔ اسے ہی ٹیٹو میں بند کر دیا وہی۔“ نوشین نے جبکہ گریہ جواب دیا اور پھر اراد میں کے اظہار کے لیے جھڑپیں ہوئی دفتر کی طرف چلی پڑی۔ شاید نے اس کی اس اور آواز کو گرا دیکھا اور گاڑی آگے بڑھا دی۔ اس کا رخ چانے کے بجائے گھر کی طرف تھا۔ آج اس نے پہنچی لے رہی تھی اور اب گھر جا کر بھائی سے انکسار کرنا چاہتا تھا نہیں دیکھ کر دفتر سے لوٹنے کے بعد نوشین دنگ رہ جائے۔ آج کے دن اسے خودکشی کرنے کے لیے ایک خوب صورت سبب تو وہ پہلے ہی خرید چکا تھا۔ نوشین ایک گھنٹ کی طرح است لگ گیا۔ وہ اس غصہ کی بے قدرتی سے کہ جواہر نے ایک بے غیر سے گھر کا رکھ کر اسے محبت کی تھی۔



## قسمت آزمایا

روشن اور شہر آفا مستقبل قدر ہمارے شخص کا میری خواب بونا ہے... مگر کچھ لوگ ان خوابوں کو اپنے جسم و چاروں و دل کا ناگزیر حصہ تصور کر بیٹھتے ہیں... وہ بھی چاہنے والے کی داریوں کے گرد دنگڑی مٹی ایک تہیہ فتنہ صحرے... ان کے نزدیک شاندار حالت نہیں ہیں... مستقبل بھی شاندار ہونا لازمی تھا... یہ ہر آہنگوں اور خود سے خواہشوں کے حصول نے انہیں ایک ایسی سمت دھکیل دیا... جہاں سے وراثی اور جرم کی راہ پر چلتا لڑا بھی دشوار نہیں رہا... پہلا قدم ڈھکیا ہوا... اس کے بعد ہر قدم آسان ہوتے چلے گئے...

قسمت سے سیرور آزمایا کھلا اور یوں کا

مہمان لیا کھیل...

خدا کی خوش نصیبی اور بہت مونس تیار کر رہا تھا۔ آج وہ سبکی تلوہ ملی تھی۔ اسے چاہتے ہوئے ایک مہینہ اور کیا تھا۔ وہ تیار ہو کر ناشتے کی میز پر آیا تو زہد بچا اخبار پڑھ رہے تھے۔ عدیل نے کہا۔ ”بچا جان آج مجھے سبکی تلوہ ملے گی۔“

”مبارک ہو۔“ زہد نے اخبار سے نگرہٹ کر سیر کیا تو میز پر ڈھکیا کاتی مونس نے عدیل کو مسخرت خواہ نظروں سے دیکھا۔ مونس نے ناشتہ کیا اور پھر مونس کو دشا اپنے چلی گئی۔ قاف کے منٹ سے صحت یاب ہونے کے بعد ریاض عام طور سے کمرے میں ناشتہ کرتی تھی۔ مونس، زہد اور ریاض کی اگلی تلی تھی اور عدیل زہد کا بیٹھتا تھا۔ اس کے ماس باپ اس وقت ایک ایم دھاکے میں دھنسا سے رخصت ہوئے جب دوسرے تین سال کا تھا۔ وہاں باپ کے ہمراہ میڈیکل شاپنگ پر گیا تھا جب پھر سے بازار میں ہم دھاکا ہوا اور سرنے والوں میں شاہد اور اس کی بیوی میسجی شامل تھے۔ عدیل بطور پر محظوظ رہا تھا۔ زہد دیا میں اسی کا سب سے قریبی رفیق تھا۔ اس لیے اسے ہی عدیل کی ذمہ داری چوری کرنا پڑی۔ وہ وہاں میں سرکاری ملازم تھا اور اس کی عمر تین تین تین سال باقی رہ گئے تھے۔ تلوہ

مساب تھی اور سرکاری مکان میں لگا ہوا تھا۔ وہ اسی سے مونس کا کمرہ بنا کر دست کے ہو گیا کہ مونس عدیل کو زہد اور ریاض نے خوشی سے گھول نہیں کیا تھا۔ وہ بھی لازمی ہو چکی تھی کہ ان کے آگے بڑھنا پڑا ناخواستہ تھی لیکن انہوں نے عدیل کی پرورش کی تھی۔ ان کے گھر کے اوپر سے چھوٹے سے انوار کی کمرے میں چوڑے تھا جو گریس میں تندو کی طرح گرم اور مردوں میں اچھائی سرد ہو جاتا تھا۔ اسکول سے آئے کے بعد وہ زیادہ تر اسی کمرے میں رہتا تھا۔ اسے بلا وجہ نے آنے کی اجازت نہیں تھی۔ صرف تین وقت کھانے کے لیے وہ اپنے آباء اس کے لیے موسم کے لحاظ سے ”عمومی کپڑے“ پہنتے تھے اور باقی چیزیں ہی نام ہی ہوتی تھیں۔ البتہ یہ ضرور تھا کہ انہوں نے اس کے ساتھ کوئی کلمہ نہیں کیا۔ اس سے گھر کو کوئی کام نہیں پڑا جاتا تھا اور نہ ہی اسے مار پیٹ یا بد زبانی کا نشانہ بننا پڑا۔ اس کے ساتھ چھاپی کارڈ پر بہت مرد ہوتا تھا۔ وہ گھر والوں کے ساتھ کبھی آتا جاتا نہیں تھا اور نہ ہی اسے گھر آنے مہمانوں کے سامنے آنے کی اجازت تھی۔

اس گھر میں مونس کی واحد بھور وہم تھی کہ اس کی کڑوا مونس تھی۔ مونس اس سے دوسرا چھوٹی تھی اور جب وہ اس گھر



میں آیا تو مونس چھوٹی سی کنویں کی طرح تھی۔ وہ مونس کو بچپن سے اچھی لگی تھی۔ ایک بار اسے گھر میں اٹھانے کی کوشش میں اس نے گرا دی دیا تھا۔ یہ پہلا اور آخری موقع تھا جب ریاض نے اسے تھپکرا دیا تھا۔ عدیل سمجھ گیا تھا کہ اسے مونس کے پاس بانا اور اس سے کھینا۔ اس چھوڑا تھا۔ جیسے ہی ریاض نے اسے دیکھا وہ بولی اور اس کے پاس تھی۔ وہ اور ریاض کو دانت کھا کر اس کے پاس سے بھاگ کر بڑے بڑے اور مونس اپنے بڑے کی تو خود عدیل کے پاس آ جاتی۔ زہد نے اسے اسکول میں داخل کر دیا۔ مونس ان کے انتظار میں دوپہر کو گیت کے پاس ہی تھی۔ شام کو کھد کر کے اس کے ساتھ چلتی۔ اگر عدیل ریاض کے کمرے پر اپنے کمرے میں رہتا تو وہ خود اس کے پاس آ جاتی۔

جب ذرا خوش سنہلا اور مستی فرق واضح ہوا تو ان کے درمیان ایک جھگڑا آئی۔ اب بھی وہ بات کرتے تھے مگر ایک حد میں وہ کر دیکھتے تو اس وقت چھوڑ دیا تھا۔ اب مونس دس سال کی ہو چکی تھی۔ ریاض نے اس پر سختی کی تھی۔ شروع پتاو استیلا اور جھگڑا ہو گیا۔ عدیل کی خواہش تھی کہ وہ ایم بی اے کے لیے بی بی اے تفریق میں وہ عدیل نے مونس زہد سے اسے بی کام کا کتا تھا تو اس نے خاموشی سے اسے لے لیا۔ یہ تو وہ بچپن میں کھیا تھا کہ اسے جہاں طرف لگاؤ و مروت میں رکھا ہوا ہے اور وہ ایک حد سے زیادہ اس کے لیے کچھ نہیں کریں گے۔ ایم بی اے کی تعلیم کے بعد چاہ کر سب کا اور دیکھنا ہے عدیل پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرے گا۔ ایک سنی طریقہ تھا کہ وہ معاشرے میں اچھا مقام حاصل کرے اور پھر مونس کا کتا چھوڑے۔

مگر بچپن کا امتحان دینے ہی اس نے نوکری کی ترقی شروع کر دی۔ اسے اس سے غرض نہیں تھی کہ نوکری کی سبکی ملتی ہے۔ وہ مونس کام کرنا چاہتا تھا جس میں اسے کچھ فائدہ مل جائے۔ اسے ایک بڑے ایڈیٹنگ اسٹور میں ملازمت مل گئی کیونکہ وہ بی کام تھا اس لیے اسے پیش کاؤ پر پڑا۔ اسے ایک لٹریچر ایڈیٹر اور ایک نئے شام کی شفٹ میں کام کرنا پڑتا تھا۔ ان دنوں مونس کی شفٹ آج اسے

میں تلوہ

میں تلوہ اور بہت پر مونس کی حاکم زہد کے توکل سے اس کا جوش خفتہ ہو گیا تھا۔ اسے امید تھی کہ وہ کھائے گئے کا تو ان کا مدیہ اچھا ہو جائے گا۔ مگر ایسا نہیں ہوا تھا۔ مونس شے میں شریک ہوئی تو زہد نے اس کا کچھ بوجھا۔ ”تلوہ کتنی ہے؟“

”بارہ ہزار۔“ اس نے جواب دیا۔

”اس کا مطلب ہے تم اب اپنے ہی ہوتے پر روکتے ہوئے زہد نے کہا تو اس نے اور مونس نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

”کی بچا جان...“ عدیل... انتہائی کہہ دیا۔ ”تب اس سینے میں اپنا بندوبست کرلو۔“ زہد نے صاف الفاظ میں کہہ دیا۔ ”تمہارے لحاظ سے مجھ پر جو ذمہ داری تھی وہ اب پوری ہو گئی ہے۔“

”ابو آپ عدیل کو یہاں سے جانے کا کہہ رہے ہیں؟“ مونس نے سنی تھی۔

”بچا جان حیک کہہ رہے ہیں۔“ عدیل نے منہ کی سے کہا۔ ”انہوں نے اپنی اسے داری چوری کر دی ہے۔ میں اسی سینے پر انانہ دست کر لوں گا۔“

”ابو آپ کچھ کہہ رہے ہیں؟“ مونس رو پائی ہوئی۔ ”عدیل کتا ہو گیا۔“ ”میں تلوہ نہیں، مجھے دیکھ رہی ہے۔“





قائل نہیں ہو۔  
 "اگر آپ کی مراد تعلیم اور حیثیت سے ہے تو آپ مجھے کچھ مہلت دیں اس کے باوجود میں آپ کے معیار پر پورا نہ اتروں تو آپ سے جگہ ہونا کارشتہ نہیں ہے۔ مگر مجھے سوچ تو دیں یہ میرا حق ہے۔" مدہل کا لہجہ بھی ہو گیا۔  
 "لیڈر چاہاں، میں نے بھی آپ سے بات نہیں مانگا۔ یہ حق تو مجھ کو دیا۔"  
 "ٹھیک ہے تمہارے اس ایک سال کی مہلت ہے۔" زادہ احمد کھڑا ہو گیا۔ "اپنا گھر بتا لوں گی بڑا چٹاک میرا ہے اور کم سے کم اتنی ہو چکی کہ میری ہے تو بھر آجاتا، میں انکار نہیں کروں گا۔"

"ایک سال..." مدہل نے کہا چاہا۔  
 "ایک سال بعد اسی جگہ آجائے گا۔" زادہ نے اس کی بات کٹ کر کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ مدہل انہیں جاتا ہوا دیکھ رہا تھا پھر وہ خود بھی کھڑا ہو گیا اور تجھے تھکوں سے پارک سے نکل آیا۔ ایک سال کا مطلب تھا کہ زادہ نے اپنے طور پر اس کی ناک کی کھلی بند بست کر لیا تھا۔ ایک سال میں اس کے لیے کہاں ممکن تھا کہ وہ اتنا بڑا گھر بناتا۔ زادہ اس کی تلخواد پچاس سے اوپر کی اور اس کے لیے یہ سنگ میل حاصل کر چکا بھی بہت مشکل تھا۔ اس رات وہ سوچتا رہا اور بیٹہ پر گردنیں بدلتا رہا۔ مگر اس نے ایک فیصلہ کر لیا۔ اگلے روز وہ دوبارہ مل جاتے ہیں۔ پہلے شریف کے پاس گیا۔ کال ٹیل کے جواب میں شریف انہیں متا ہوا آیا اور اسے دیکھ کر جمایا۔

"اتنی سیج..."  
 "میں تیار ہوں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔  
 "ٹھیک ہے، شام کو آؤ۔" شریف بولا۔  
 شام کو... ایک مہتر سوار ہے کے ہوئی میں بیٹھے تھے۔ شریف نے جانے کا ارادہ دیا اور دت گزادی کرنے کا ایسا کہجے سے کسی کا انگارہ ہے۔ مدہل نے پوچھا تو اس نے سر ہلایا۔ "ابھی کوئی گواہ ہے مگر ہم شاپنگ پر ہیں گے۔"

"کیا مطلب تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟"  
 "ابھی تم کو لو گے۔"  
 شریف کا مزارعے لے والا تھا۔ مدہل غاموش ہو گیا۔ ایک بڑی ان کی طرف آئی اور بے تعلقی سے کسی بیٹھے کران کے سامنے بیٹھ گئی۔ وہ نظر بیا پتہ نہیں کہیں برس کی خوب

"لیکن ایک بات کا خیال رکھنا جو دیکھو اور سنو وہ شریف کی زبان سے آگے نہ جاوے۔ میری بات سمجھو ہے ہو۔" ایک بار جانے کے بعد وہ کسی کاراستہ نہیں ہو گا۔  
 دوسرے میں پڑ گیا۔ یہ وہ کچھ رہا تھا کہ کام ٹھیک نہیں ہے، اور دوسرے اور شاید جرم کے ذمے میں آتا ہو لیکن اسے یہ بات ابھی لگ رہی تھی کہ اس میں کسی کوتاہی نہیں ہو رہا تھا۔ اس کے باوجود وہ خود کو آدہ نہیں پار تھا۔ اس نے شریف سے کہا۔ "میں سوچ کر جواب دوں گا۔"  
 "ٹھیک ہے، تم ابھی طرح سوچ لو اس کے بعد جو ایڈل کرو گے، بتاؤ۔"

زادہ احمد دفتر سے نکلتا تو سڑک کے پار مدہل کو موجود دیکھ کر اس کی پیشانی پر ہل آگیا۔ اس نے اپنے کانگریز سے بلیک سلیک کی اور ان کے رکھت ہوئے کے بعد وہ سڑک پار کے مدہل کی طرف آیا۔ مدہل نے سلام کا خطاب اس نے سر دھری سے دیا اور بولا۔ "تم یہاں کیوں آئے ہو؟"  
 "مدہل! چاہا۔" بچا جان مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔

"تو کھڑے یہاں کیوں آئے؟"  
 "میں نے مناسب سمجھا کہ آپ سے باہر بات کروں۔"  
 زادہ کچھ دیر سوچتا رہا۔ مدہل کو لگا کہ وہ اس کی بات سننے سے انکار کر رہی مگر پھر اس نے سر ہلایا اور بکھیر دیا۔  
 "دوڑو گئے پارک میں بیٹھے تھے۔" بولو لگا کہا چاہے ہو۔  
 مدہل نے جھٹ کی اور کہا۔ "چچا جان میں سونا کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔"

مدہل کا خیال تھا کہ زادہ فیصہ میں آجائے گا مگر خلاف توقع وہ سرور ہوا اور اس نے پوچھا۔ "کیا بات کرنا چاہتے ہو؟"  
 "شاید آپ جانتے ہیں وہی سونا کو پسند کرتا ہوں اور اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ مگر مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میں آپ کی اور بچی کی چواغ نہیں ہوں۔"  
 "جب تم جانتے ہو تو پھر بات کرنے کا مقصد؟"  
 "مونا کو مجھے پسند کرنے کی اور پھر چچا زادہ ہونے کو۔"  
 "وہ تو کسی ہے اور انہیں ایسی عادتیں کرتی ہیں۔ حق دانی بات بھی ممانعت ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ تم اس کے

مونا بھی اس سے ایک حد سے زیادہ بے تلف نہیں ہوئی۔ آجی میں اہمیت اور محنت کا احساس دلاتے ہوئے چھوٹا کھنکھائی کیلئے میں نہیں ملے۔  
 مدہل جانتا تھا کہ اگر زادہ اور مدہل نے اس کے مستقبل کے بارے میں کوئی فیصلہ کر لیا تو وہ اس سے انحراف نہیں کر سکتی۔ جب اسے یہ خیال آتا تو وہ خود کو بہت بے یس مسموں کر رہا تھا اس کا دل چاہتا تھا کہ مونا کو لے کر نکلتا اور چلا جائے۔ اس دن اس بات کی سہولت بھی اور وہ خود اس کے قریب مسموں کرنا تھا تو مونا بھی۔ اس کے ملاوہ کوئی ایسا نہیں تھا جسے وہ اپنا کر سکتا۔ زادہ اور مونا سے وہ پہلے ہی راجس ہو گیا تھا۔ اب اس کے پاس وہ بعد آج میرا تھا کہ وہ خود کو ان کے معیار کے مطابق بنائے اور پھر مونا کا ہاتھ لائے۔

اس کے باوجود مدہل اس امید پر کوشش کرتا تھا۔ وہ آٹھ بجے تک دستور کی ادائیگی کرتا اور پھر باب سے آئے۔ گئے بغل آجائے سے پہلے شریف کے پاس چلا جاتا اور اس سے بہت کچھ سیکھتا اور پھر اپنے طور پر کسی اعتراض پر سیکھتا تھا۔ چند بیٹوں میں اس نے بغیر کوئی کوس کے بہت کچھ سیکھ لیا تھا خاص طور سے بلیک اور پائونٹ کے سوفٹ ویئر کے استعمال میں مہارت حاصل کر چکی تھی۔ مگر اس کی کوششیں بھی آ رہا تھا کہ اس طرح سے آؤں گا تبھی ہے یہ بیٹھ ویئر دو گھر کاموں میں استعمال ہوتے تھے۔ ایک دن اس نے شریف سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے اطمینان سے جواب دیا۔ "یہی طرح استعمال ہوتے ہیں۔"

مدہل اچھل پڑا۔ "یعنی چوری...؟" دوسروں کی دولت آن لائن چھانا۔  
 "خبر سے کیا بات ہے جس کی دولت آپ چراتے ہیں اسے بھی نقصان نہیں ہوتا ہے۔" شریف نے کہا۔  
 "ایسا کیسے ممکن ہے کہ آپ کسی کی دولت چراتے ہیں اسے نقصان نہ ہو؟"  
 "کیونکہ عام طور سے ان کی دولت انشورڈ ہوتی ہے۔ انشورنس کمپنیاں نقصان پورا کر دیتی ہیں اور اگر انشورنس کمپنیاں پورا نہ کریں تو بلیک پورا کر دیتے ہیں۔ آؤں گا نقصان میں نیکہ رہتا۔"

"لیکن یہ سب ہوتا کیسے ہے؟"  
 شریف نے پریل انشورنس سے اسے دیکھا۔ چاہے ہو دوست آجائے آسان ہے کہ مشکل ہے۔  
 "کیوں نہیں؟"

اسے ملے طور پر کر کے دکھایا تو اس نے چرمین لکھ میں کہا۔  
 "تم نے کمال کر دیا۔ جو کچھ میں نے ایک بیٹے میں سیکھا تھا تم نے ایک گھنٹے میں سیکھ لیا۔ دوست چھین کر تم اسی لحاظ کے لیے بنے ہو۔ میں میرے ساتھ ایک میٹھا لگاؤ پھر دیکھ تم کہاں سے کہاں آتی جاؤ گے۔"

"لیکن ان سوفٹ ویئر کو استعمال کہاں کرنا ہو گا؟"  
 "یہ میں نہیں جانتا۔ میں بتاؤں گا۔" شریف نے کہا۔  
 "ابھی تم اس کی پریکٹس کرو۔ تمہارے پاس انٹرنیٹ ہے؟"

"کوئی بات نہیں، میرے انٹرنیٹ کے والی قابل سے قیمت بڑھ کر گئے ہو۔ قابلیت زیادہ ہو رہی ہے والی قابل کے مسئلہ و اپنا تک آجائے گے۔"

مدہل ہچکچایا۔ "پار ایک مسئلہ اور ہے۔ میں لیب ٹاپ وہاں دیکھ نہیں سکتا۔ قیمتی چیز ہے اور کسی نے غائب کر دیا تو میں کسے الزام دوں گا۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ جب میں باب سے آؤں تو بے جا ڈان اور کج یا شام کو جاتے ہوئے فیسبل دے جاؤں۔ یہاں کام کرتا ہوں وہاں بھی نہیں لے جاسکتا۔ وہ نہ پا لے جاتا۔"

"میں کسی بھی بار جاتا ہوں۔" شریف نے سوچ کر کہا۔ "خیر یہ مسئلہ نہیں ہے، تم مجھے کال کر کے بتا دیا کرتے ہیں فلیٹ پر ہی رہو گے۔"  
 مدہل خوش ہو گیا اس کا مسئلہ حل ہو گیا تھا اور اسے اضافی آمدنی کی ایک راہ بھی چائی دی تھی۔

زادہ احمد ملے سرورٹ تھا اور دارالحکومت میں رہتا تھا مگر اس نے گھر میں وہ ماحول نہیں دکھا تھا جو اب یہاں رہنے والوں کا خاصہ بنا گیا ہے اور جو بارہ پڑاؤ ہوا تو زندگی کا حصہ بنتے ہیں۔ بنیادی طور پر وہ وہی دارفصل تھا۔ پھر دیکھیں کہ انھوں نے کدو اس کی ذات کا حصہ تھا مگر موانع ہونے کے باوجود اس نے بھی حرام کمانے کی کوشش نہیں کی۔ وہ غریب اور اس سے وابستہ اخلاقیات کو اہمیت دیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مونا کی پرورش شرعی انداز میں ہوئی تھی۔ بارہ سال کی عمر سے وہ دو بیٹیاں لکھ گئی تھیں۔ مونا کی دینی دینی لائیں یہ مشکل پورا ہونے لگی تھی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ زادہ اور مونا کا پاس اس سے کل چل رہی تھی اور اس سے اس کے گھر سے ملنے لگے۔ اس کی بیوی اسکول اور کالج کی لڑکیاں جس جوتی بیٹھے گھرانے سے نکل رہی تھیں۔ مدہل کے گزرتن اور ساتھ رہنے کے باوجود

**PAKSOCIETY**



قسمت ازما

سے پیش قدمی نے اسے نئے حادثات سے دوچار کر دیا تھا۔  
فائیت تک آتے ہوئے اس نے ایک فیصلہ کیا اور اسی سے  
بند جگر کرنے کے لیے ہوا، اس کا رخ شریٹل کے فلیٹ کی  
طرف تھا۔ اس نے کافی ٹیبل چھوٹی تو شریٹل نے دروازہ  
کھولا۔ وہ حسب معمول سونے لگا ہوا تھا اور اس کے وقت اس  
نے من گھڑی بھی لگا رکھا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر سکر گیا۔

"تم آج کیسے راستہ بھول گئے؟"  
"میں یہ وہاں کرنے آیا ہوں۔" اس نے جگر کا  
شارپ کیا۔

"آؤ اندر آؤ، مجھے حق سے کچھ بات کرنی ہے۔"  
شریٹل نے شارپ نظر انداز کر کے کہا۔ صدمہ نہ چاہتے ہوئے  
بھی اندر چلا گیا۔ شریٹل نے صدمہ کی طرف اشارہ کر کے  
کہا۔ "میں تو یہ بتاؤ کہ کافی چٹکی؟"

صدمہ نے سر ہلایا تو اس نے کیٹل سے کافی تک  
میں ڈال کر اس کے سامنے رکھی۔ "تجربہ اور کرم ایسی مرضی  
سے فائدہ۔"

صدمہ نے جیٹی اور کرم ملٹی۔ "تم کیا کہنا چاہتے  
ہو؟"

"تمہاری سیرا سے ملاقات ہوئی ہے؟"  
صدمہ نے سر ہلایا۔ "ہاں وہ مجھے راستے میں ملی تھی۔  
لیکن جیٹل کیسے چلا گیا؟"

"اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ جیٹل دھنسی کرنے کی  
کوشش کرے گی مگر میں نے اسے بتا دیا تھا کہ یہ بہت مشکل  
ہے مگر اس قسم کے کڑے نہیں ہوتے۔"

"آئی ایم سوری، میں نے تم سے کہا کہ میں تیار ہوں  
اور پھر میں چپے بہت گیا۔"

"کوئی بات نہیں۔" شریٹل نے عجیب سے انداز میں  
کہا اور اچانک گوٹ کی جیب سے ایک پتھر اٹال لیا۔  
صدمہ ایک لمبے کولڈ تو کافی چھک کر گرنے لگے تھے۔

اسے اس کے بارے میں زیادہ علم تھا مگر اسے یہ  
پتھر دیکھتے میں مہلک لگ رہا تھا۔ "موم سرد ہو رہا ہے۔  
لیکن مجھے اس موم میں ڈراچ کے سڑو آتا ہے۔"

"پاور ہاؤس ہو رہی ہے۔" صدمہ نے خشک.....  
لیوں پر زبان پھیر کر کہا۔

"ایسے میں مزہ دینا ہوا ہے۔" شریٹل نے کھرا ہوا  
کہا۔ پتھر بستر اس کے ہاتھ میں تھا۔ "آؤ چلیں۔"

میں نے اسے دیکھا ہوا ہوں۔ صدمہ نے اسے اس کے  
دیا مگر شریٹل نے سائیکل اس کے بعد نیا بازو پکڑا اور اسے

مناخو اسٹیکس لیے اور موضوع بدل دیا۔ وہ سیرا سے اس  
کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ سیرا نے بتایا کہ کڑی کے ماں  
بے نہیں ہیں۔ ایک کتب سے چوڑی زندگی میں میں سے اور  
بات کر اسے پوچھتی تھی کہیں۔ تعمیر عمل کر سکنے کے بعد وہ  
جانب کرتی رہی تھیں اگلی ہونے کی وجہ سے وہاں موجود  
نہیں اس پر دانت چکانے لگتے تھے وہ دلاور مال ہونے  
اس نے کافی ملازمین دیکھے اور ہر بار اسے لوگوں کے اسی  
روپے کا سامنا کرنا پڑا۔ تب اس کی ملاقات شریٹل سے  
ہوئی اور وہ اس کے ساتھ شامل ہو گئی۔

"آج میں بہت اچھا لگ رہی ہوں۔ بے شک  
کر اسے ایک بے کرداروں کی جوت سے پھونک دیتا اور  
نی پاس پڑوس والے مجھ پر نظر لگا کر پیٹے رہتے ہیں۔  
سیرا سے پاس گاڑی ہے، آؤ اسی سے اپنی مرضی سے اور  
مڑے کی زندگی گزار رہی ہوں۔"

"تم خوب صورت ہو جتان ہو، کیا کسی نے تم کو شادی  
کی آخر میں کیا؟"

"تم کہو گے مجھ سے شادی؟"  
"میں نے شریٹل ایک لمبے کولڈ دیا مگر اس نے خود  
پر قابو پالیا۔" میں نے اپنی خوش قسمتی بھٹا کر میں کسی اور کو  
پاہتا ہوں۔"

سیرا تھی۔ "میں نے نہیں نے بھی یہ سوال کیا اس  
نے یہی ساری کوئی نہ کوئی پتھر یا کھانسی شریٹل کے دانت کہا کہ  
وہ مجھ سے شادی نہیں کر سکتا۔"

"میں نے کہا تھا نہیں کیا۔" صدمہ نے احتجاج کیا۔  
"یہ حقیقت ہے، میں اپنی کڑی سہا سے بہت کر رہا ہوں اور  
میں صرف اسی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

سیرا نے ہنسنا شروع کیا۔ "میں نے تم کو کبھی نہیں کہا۔" سیرا نے  
کہا اور پھر اسے ایک بڑا دانت نکال کر چانے کی پیالی کے  
پچے رکھا اور کھوئی ہوئی صدمہ اسے جانتے ہوئے دیکھ رہا  
تھا۔ سیرا کے چانے کے لیے وہاں بے اشارے سے دیکھ رہا  
ایا اور خود بھی کھڑا ہو گیا۔

راہ گلیاتے تھکے بعد اس نے بند بانی ہو کر شریٹل  
سے کہو دیا تھا کہ وہ تیار ہے لیکن جب انہوں نے اسے کافی  
طور پر دکھایا کہ وہ کیا کرتے ہیں تو صدمہ کا اثر ہوا انکار میں  
بدلی گیا۔ اس نے زبان سے نہیں کہا لیکن شایکہ دانتوں  
دانتوں کے بعد سے شریٹل اسے نہیں لگا تھا اور نہ ہی اس  
نے اس سے ایپ ہاپ لیا تھا۔ اس نے فیصلہ لیا تھا۔ ان

لوگوں سے دوری رہنا سب سے بہتر ہے۔ مگر آج سیرا کی طرف

سے آگے کی طرف تھی۔ "مگر ہم چاہتے ہیں کہ تم وہاں سے  
مناخو ہو جاؤ۔ تمہاری مالی مشکلات دور ہوں۔"

صدمہ اس سے ٹھہر کر چلے گئے۔ پھر وہ گیا۔ "میں  
محنت کر رہا ہوں شاید مجھے کبھی اچھی جانب مل جائے۔"  
"ابھی تم بارہ بار دانتوں کے بارے میں اور اگر تمہیں دوسری  
جانب مل گئی تو کتنی خواہش ہو جائے گی۔ چند ہزار بہت ہوا تو  
میں ہزار۔"

"میں جانتا ہوں لیکن... واٹر کے آنے پر صدمہ  
خاموش ہو گیا پھر اس کے چانے کے بعد اس نے دو دانتوں  
بات شروع کی۔ "میں نے کہا تھا سیرا سے یہ بہت مشکل  
ہے۔"

سیرا نے چاہتے بنا کر اس کے سامنے رکھی۔ "لیکن  
اس میں کسی کا نقصان نہیں ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو لیکن میں اندر سے خود کو آمادہ  
نہیں کر رہا ہوں۔"

"تم مجھے اس کے نقصان نہیں دے۔"

"میں نے کہا تھا سیرا سے یہ بہت مشکل  
ہے۔"

سیرا نے چاہتے بنا کر اس کے سامنے رکھی۔ "لیکن  
اس میں کسی کا نقصان نہیں ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو لیکن میں اندر سے خود کو آمادہ  
نہیں کر رہا ہوں۔"

"تم مجھے اس کے نقصان نہیں دے۔"

سیرا نے چاہتے بنا کر اس کے سامنے رکھی۔ "لیکن  
اس میں کسی کا نقصان نہیں ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو لیکن میں اندر سے خود کو آمادہ  
نہیں کر رہا ہوں۔"

"تم مجھے اس کے نقصان نہیں دے۔"

سیرا نے چاہتے بنا کر اس کے سامنے رکھی۔ "لیکن  
اس میں کسی کا نقصان نہیں ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو لیکن میں اندر سے خود کو آمادہ  
نہیں کر رہا ہوں۔"

"تم مجھے اس کے نقصان نہیں دے۔"

سیرا نے چاہتے بنا کر اس کے سامنے رکھی۔ "لیکن  
اس میں کسی کا نقصان نہیں ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو لیکن میں اندر سے خود کو آمادہ  
نہیں کر رہا ہوں۔"

"تم مجھے اس کے نقصان نہیں دے۔"

"سیرا واقعی بہت ہے، ایک کپ چانے کے بارے میں  
کیا خیال ہے۔"

"میں چھوڑ دوں گی۔" وہ بولی اور کار ایک کپے کے  
سامنے روک دی۔ صدمہ نے پھر کپ کیا مگر وہ اسے اندر لے  
گئی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ بڑا وجہ کا خرچ اس کے گلے پڑ  
گیا۔ وہ چھوٹے دل کا آدمی نہیں تھا مگر مالی مسائل بڑھ  
رہے تھے اور اس کا ہاتھ تنگ ہو رہا تھا۔ سیرا نے چانے اور  
اس کے ساتھ اسٹیکس کا آڑا رکھا۔ واٹر کے چانے کے بعد  
وہ بولی۔ "تم کمرست کرو میں دوسری کی۔"

"مجھے اس کی فکر نہیں۔"

"مگر آج۔" وہ بے تعلقی سے بولی۔ "میں جانتی ہوں  
تم ان دنوں مشکل میں ہو۔"

صدمہ نے ہلا۔ "تم کیسے جانتی ہو؟"

"میں چہرے کے تاثرات سے جانتی ہوں کہ آدمی  
کیوں پریشان ہے۔" سیرا نے دعویٰ کیا۔ "تم اس کی  
بعد شریٹل سے بھی گھٹا لے۔"

صدمہ نے کمری سانس لی۔ "میں نے اس بارے میں  
میں سوچا اور مجھے لگا کہ یہ میری فیلڈ نہیں ہے۔ مجھے ادا ہے  
کہ کوئی گڑبڑ ہوئی تو میں مارا جاؤں گا۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ گڑبڑ کی اور تھل تو اس کا کوئی  
امکان نہیں ہے۔"

"امکان تو ہے، آدمی کو کھدیر کی پھنسا رہی ہے۔ تم  
یہ سب کرتی آئی ہو اس لیے ایسا سوچ سکتی ہو لیکن میرے  
لیے بہت مشکل ہے۔"

صدمہ کی بات پر سیرا کے چہرے کا رنگ بدلا تھا  
شاید یہ بات اسے پھنسنے کی گئی تھی مگر اس نے فوراً خود پر قابو  
پالیا۔ "آج کل ایسی باتوں کی پروا کون کرتا ہے؟"

"میں کرتا ہوں اور مجھے نہیں ہے مجھ سے بہت سے  
لوگ کرتے ہیں اس کے لیے میں پیچھے ہو گیا۔ مگر لیٹان  
دیکھو یہ بات مجھ سے پہلے میں رہے گی اور میں بھی کسی  
کے سامنے یہ راز نہیں کھولوں گا۔"

"میں لیٹان کی نہیں تمہاری ضرورت ہے۔"

سیرا بولی۔ "آج اس نے گھنچنے کے ساتھ بڑے گے والی  
پتھر سے اسے مارا تھا۔ وہاں سے اس کے ہاتھ کاٹے گئے۔  
میں اس میں لپوہ کے لاکھ بوٹ تھے جو بالی ٹیبل میں تھے۔  
یہ تمام چیزیں بہت قیمتی تھیں۔ سیرا کہتے ہوئے خاص انداز

حسابی ذالجت 264 نومبر 2014

حسابی ذالجت 264 نومبر 2014

**موٹاپا کریں کم...**

**Young!!**

**Slender, Fit اور**

**راہیں**

**طبیعی**

**عرقِ**

**اوبیسول**

موٹاپے میں کمی کی قدرتی دوا  
100 فیصد قدرتی دوا، یوں سے کام لیتے

- جسم میں قدرتی تبدیلی آتا ہے
- باہر سے ہوتا ہے
- آہستہ آہستہ ہوتا ہے
- باہر سے ہوتا ہے
- آہستہ آہستہ ہوتا ہے
- باہر سے ہوتا ہے
- آہستہ آہستہ ہوتا ہے

www.obesol.com.pk

کراچی، پاکستان

1991

تقریباً پہنچ کر ساتھ لے گیا۔ وہ خود میں اتنی جرات نہیں پا رہا تھا کہ اپنا بازو پھیرا سکتا۔ وہ دونوں بچے پارک میں آئے اور شرٹنل نے اسے فرنٹ سیٹ پر دھکیل دیا۔ سردی اور بارش کی وجہ سے سناٹا تھا اور کسی نے ان کو جانے نہیں دیا۔ گیت کا گارڈ بھی اپنے کین میں تھا۔ اس نے باہر بھاگنے کی دھمکی بھی نہیں دی تھی۔ شرٹنل نے گاڑی باہر نکالی اور وہ شمال کی طرف جانے والی پلن دے پر آگئے۔ اس وقت ہائی وے مشین بھی اور شرٹنل کا ریکی اسپینڈر بڑھانے لگا۔ عدیل بچے بچھن ہو گیا۔ اس موسم میں وہی تھوڑی سی خطرناک ہوئی۔

”کوئی بات نہیں، مجھے غصوں میں ٹھیکنا اچھا لگتا ہے۔“ شرٹنل بولا اور اس نے گاڑی راتوار حریہ پر خاوا کی۔ مکہ ویر بعد سڑک پہاڑوں کے درمیان ملے کھانے لگی اور جب شرٹنل اسپینڈر کا قاتل کار کے پیچھے سڑک پر پھیلنے لگے۔ ”تم اچھے ہو کر تم کیا کرتے ہو؟“

”ہاں لیکن میں نے تمہارا سے بھی وعدہ کیا اور تم سے بھی کہہ رہا ہوں کہ اس بار سے میں میری زبان بند کرے گی۔ میں کسی سے ایک لفظ نہیں کہوں گی۔“

”مجھے نہیں ہے۔“ شرٹنل نے گیمز بدل کر ایکسی لینر دیا۔ ”لیکن مجھے تمہاری ضرورت ہے۔“

”میں۔۔۔“

”ابھی کچھ مت کہو۔“ شرٹنل نے اس کی بات کاٹی۔

”مجھے توجہ سے ڈرائیو کرنے دو یہاں ڈرائیو میں آؤں۔“

اس نے ایک موٹر گاڑی ڈرائیو میں بٹھائی اور گاڑی کے طرف گیا اور اس سے چپک گیا۔ اس طرف گہری کھائی کو بہت نزدیک دیکھ کر اس کا دل اچھل کر مٹھ میں آ گیا۔ ایک لمبے کلا کہ گارڈ سڑک سے اتر جانے لگی اور پھر کوئی اسے گھبراہٹ میں جانے سے نہیں روک سکے گا۔ شرٹنل کی طرف اسے سڑک پر رکتے ہیں کہ منہ ب، اقامہ عدیل نے بدست زدہ ہو کر کہا۔ ”یہ کیا کر رہے ہو؟“

”اٹھو۔“ شرٹنل نے پلا کر کہا۔ انہیں اور بچوں کا شور بہت بلند تھا اور انہیں اب اونچی آواز میں بات کرنا پڑ رہی تھی۔ ”کیا تم نہیں کر رہے ہو؟“

”مجھے ڈر لگ رہا ہے۔“

”ڈر مت ہو اور موٹا نہ بنو۔“

شرٹنل نے طنز سے کہتے ہوئے ایک اور خطرناک سوز کا۔ ”بزدل آدمی تمہیں کر سکتا۔ اسے ہنس کر ٹوکر کی طرح

تقریباً پہنچ کر ساتھ لے گیا۔ وہ خود میں اتنی جرات نہیں پا رہا تھا کہ اپنا بازو پھیرا سکتا۔ وہ دونوں بچے پارک میں آئے اور شرٹنل نے اسے فرنٹ سیٹ پر دھکیل دیا۔ سردی اور بارش کی وجہ سے سناٹا تھا اور کسی نے ان کو جانے نہیں دیا۔ گیت کا گارڈ بھی اپنے کین میں تھا۔ اس نے باہر بھاگنے کی دھمکی بھی نہیں دی تھی۔ شرٹنل نے گاڑی باہر نکالی اور وہ شمال کی طرف جانے والی پلن دے پر آگئے۔ اس وقت ہائی وے مشین بھی اور شرٹنل کا ریکی اسپینڈر بڑھانے لگا۔ عدیل بچے بچھن ہو گیا۔ اس موسم میں وہی تھوڑی سی خطرناک ہوئی۔

”کوئی بات نہیں، مجھے غصوں میں ٹھیکنا اچھا لگتا ہے۔“ شرٹنل بولا اور اس نے گاڑی راتوار حریہ پر خاوا کی۔ مکہ ویر بعد سڑک پہاڑوں کے درمیان ملے کھانے لگی اور جب شرٹنل اسپینڈر کا قاتل کار کے پیچھے سڑک پر پھیلنے لگے۔ ”تم اچھے ہو کر تم کیا کرتے ہو؟“

”ہاں لیکن میں نے تمہارا سے بھی وعدہ کیا اور تم سے بھی کہہ رہا ہوں کہ اس بار سے میں میری زبان بند کرے گی۔ میں کسی سے ایک لفظ نہیں کہوں گی۔“

”مجھے نہیں ہے۔“ شرٹنل نے گیمز بدل کر ایکسی لینر دیا۔ ”لیکن مجھے تمہاری ضرورت ہے۔“

”میں۔۔۔“

”ابھی کچھ مت کہو۔“ شرٹنل نے اس کی بات کاٹی۔

”مجھے توجہ سے ڈرائیو کرنے دو یہاں ڈرائیو میں آؤں۔“

اس نے ایک موٹر گاڑی ڈرائیو میں بٹھائی اور گاڑی کے طرف گیا اور اس سے چپک گیا۔ اس طرف گہری کھائی کو بہت نزدیک دیکھ کر اس کا دل اچھل کر مٹھ میں آ گیا۔ ایک لمبے کلا کہ گارڈ سڑک سے اتر جانے لگی اور پھر کوئی اسے گھبراہٹ میں جانے سے نہیں روک سکے گا۔ شرٹنل کی طرف اسے سڑک پر رکتے ہیں کہ منہ ب، اقامہ عدیل نے بدست زدہ ہو کر کہا۔ ”یہ کیا کر رہے ہو؟“

”اٹھو۔“ شرٹنل نے پلا کر کہا۔ انہیں اور بچوں کا شور بہت بلند تھا اور انہیں اب اونچی آواز میں بات کرنا پڑ رہی تھی۔ ”کیا تم نہیں کر رہے ہو؟“

”مجھے ڈر لگ رہا ہے۔“

”ڈر مت ہو اور موٹا نہ بنو۔“

شرٹنل نے طنز سے کہتے ہوئے ایک اور خطرناک سوز کا۔ ”بزدل آدمی تمہیں کر سکتا۔ اسے ہنس کر ٹوکر کی طرح



قسمت آ رہا

تھا۔ مدہل کو کہہ کر اس نے انداز کیا تو وہ اسے گرتی مارنے سے بھی روکے نہیں کرے گا۔ تخت کا درختی دروازہ کھلا اور شرٹنل شاپرڈ نے اندر آیا۔ اس نے شاپرڈ آؤٹنگ نچل پر رکھ دیا اور اسٹائن کیا۔ "ماشا ماضی ہے۔"

ماشا نے سونو پوری اور بکری کے آگے آئے۔ اس کے ساتھ شرٹنل شاپرڈ کے گناہ سے بچ کر اس نے آیا تھا۔ آج سے مدہل کی ڈیول برلنگی ابھی اور اب اسے ایک شفت میں جانا تھا۔ ماشا نے بعد شرٹنل نے اپنا لیب ہاب نکالا اور ان دونوں کو بلایا۔ وہ تینوں ایک ہی صوفے پر آگئے تاکہ اسکرین دیکھ سکیں۔ شرٹنل نے ایک ویڈیو چلائی۔ یہ اس ڈیجیٹل اسٹوری ویڈیو کی جہاں مدہل کام کرتا تھا اور ویڈیو شاپرڈ آؤٹنگ سے بنائی گئی تھی۔ وہ بالکل سنزور پورکٹ تھی اور ویڈیو درمیانی طور سے بنائی گئی تھی۔ گیمرا ڈوم ہو اور مشینوں کے پاس اندر اندر منظر دکھائی دینے لگا۔ اندر غارنی راستے پر بے بس پانچ میس سے تین کیش کاؤنٹر جہاں سے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ کی پیڈز جن کا رنگ کاکہ کی طرف ہوتا ہے وہ بھی نظر آرہے تھے۔ شرٹنل نے کہا۔

"دیکھو یہاں سے کی پیڈز دکھائی دے رہے ہیں۔"

مدہل نے سر ہلایا۔ "میں سمجھ گیا، اس طرح سے چن کر حاصل کیا جائے گا کہ ضروری کی جگہ سے کہ سرے سے نظر آئے۔ کیونکہ بہت سے لوگ چمپا کرپین کوڈز ملاتے ہیں۔"

"ہاں لیکن کچھ لوگ اسے چمپا ضروری نہیں سمجھتے۔ صرف چن کر کوڈ دیکھ لینے سے کوئی کارڈ استعمال نہیں کر سکا، اس کے لیے کارڈ ہو نا ہی لازمی ہے۔ یہ تو کچھ کم ہے۔"

"تجربہ کریں گے کیسے۔ صرف سرے سے دیکھ کر چن کر کوڈ دیکھ لیا کائی نہیں ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" شرٹنل نے کہا اور اندر سے ایک جدید ترین آئی پیڈ لے آیا۔ "یہ دیکھو مکمل کمپیوٹر ہے۔ تم سوپ مشین کے بارے میں تو جانتے ہو۔"

مدہل نے سر ہلایا اس کے باوجود شرٹنل نے بتانا ضروری نہ تھا۔ "سوپ مشین ایک ایسی مشین ہوتی ہے جس کے ساتھ کسی قسم کا کارڈ لگا دیا جائے تو وہ اس کا ایڈیٹل لینق ہے چاہے وہ اس ورڈز سے کھو جائے تو کیا کیا ہو۔ اس مشین کا استعمال عام طور پر کالونی سے کر کے چور ڈاکو میں ہی ہوتا ہے۔ اسے ان ایس ایس اس میں سوپ مشین ہی ہوتی ہے۔ اس طرح مختلف جگہوں پر استعمال ہونے والی کارڈ

اس نے سر ہلایا۔ "تم نے ٹیکہ کیا، اس کے بارے میں میں نے سنا تھا۔"

مدہل نے موضوع بدل دیا۔ "تم دیکھنے میں بہت سادہ سی ٹریکس ہو۔ میری کچھ میسجیں آ رہی ہیں کہ تم شرٹنل کے ساتھ کیسے آگئے؟"

"تم کیسے آئے؟" سیرا نے کہا۔ "کیا تم اب بھی پائٹیں چاکو کو دیکھ کر حیران آ رہی ہو؟"

"اس نے اپنے خرافات کو ذرا دیکھ کر کے مجھے دہشت زدہ کر دیا اور پھر مجھ پر پستولی نکالی تھا تھا۔"

"وہ چلا بھی سکتا ہے۔" سیرا نے کہا۔ "میرے سامنے اس نے ایک آئی کوٹش کیا تھا۔ وہ اس کے لیے خطرہ بن گیا تھا اور بکری پر آ رہا تھا۔"

مدہل اندر سے ہل گیا۔ مگر اس نے ظاہر نہیں ہونے دیا۔ "وہ مجھ سے کیا چاہتا ہے، اس نے میرے کام کی جگہ کی طرف بھی اشارہ کیا۔ اس کا کیا مطلب؟"

"تم بہت سادہ ہو، تم وہاں سے ڈیٹ کارڈ لیتا اور چن کر حاصل کریں گے۔"

مدہل نے ان سے کہا۔ "وہ کیسے۔ وہاں کسی قسم کی مشین لگا ہونگے جس سے تم سادہ سادہ اپ پیڈ سے یہ سب سب کر سکتے ہو۔"

"سب ہو جائے گا۔" سیرا نے کہا۔ "میں یہی بات کہہ رہا ہوں۔ تم یہی بات کہہ رہے ہو۔"

"میں یہی بات کہہ رہا ہوں۔" سیرا نے کہا۔ "میں یہی بات کہہ رہا ہوں۔"

"تم کب سے اس کے ساتھ ہو؟"

"نہیں سال سے۔" اس نے جواب دیا۔

"اس حیرت میں تم لوگوں نے اس قسم کے سیکشن نام کیسے؟"

"لاگتھان میں بلا کے کو شرٹنل نے شہرے کیا۔ وہ ایک بڑے پیرولنی سپر پکام کرتا تھا اور وہاں سے کارڈ لیتا اور چن کر حاصل کر کے بھی دیتا تھا۔ مگر اس نے غلطی سے ایک وقتی اسکر کے ساتھ ہاتھ لگا دیا اور وہ چن کر لیا۔ کوئی جوت نہیں تھا مگر کوڈ ڈاؤن کر دیا۔ وہ پچیس کے پاس جانے کو تیار تھا اور شرٹنل کیسے شوٹ کر دیا۔"

مدہل اندر سے کانپ اٹھا۔ اگر اس سے کوئی غلطی ہو جاتی تو شرٹنل اسے بھی مار دیتا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ اس سے متعلق ہی کیوں دکھا کر اسے کہاں محسوس تھا کہ وہ کتنا خطرناک آ رہی ہے۔ جب اس سے باتوں کا لالو اس نے ہڈاڑت ہی بدل گئے تھے اور وہ سٹاک دکھائی دینے لگا

رہے ہیں۔"

"میں نے بکری مارت کے لیے ایک ٹھکانا پر کیا ہے۔ وہیں جا رہے ہیں۔" شرٹنل نے کہا اور سیرا کو کال کی۔ "مدہل ہمارے ساتھ ہے، ہاں سیرا کو جا رہے ہیں۔"

ادھر بحث مت کر، کس تم وہاں آ جانا۔ اب تمیں ڈاؤن لک رو کر کام کر آئے۔"

آدھے گھنٹے بعد وہ اس فیکٹ میں تھے۔ سیرا کی وجہ سے باز آ رہے تھا اور وہاں سنا تھا کہ بکری میں وہاں بارہ بیٹے تک چل پھل رہتی تھی۔ وہ بڑے دھڑلے سے ایک شرٹنل کے پاس آ کر اسے سنا دیا۔ وہ دونوں نے یہ سب سب سنا اور کم از کم ستر ہائی کی رات انہی گزری تھی۔ کس میں بہت اچھا تھا اس لیے سیرا نے ہونے کے باوجود اس میں رات گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔

مگر پھر یہ سب سنا آئی۔ اس کی آگے کھلی اور وہ اس سے فارغ ہو کر باہر آیا تو سیرا اس کے ساتھ ہاتھوں میں بھی آئی تھی اور وہ چپ چپکے ہوئے سامنے نظر آنے والی پہاڑیوں کا منظر دیکھ رہی تھی۔ مدہل نے شرٹنل کا پوچھا تو سیرا نے کہا۔ "وہ دکھائی دیتے ہیں۔"

"ہاں وہ میں یہاں کیوں ہوں۔" مدہل نے بدھ کی بات کہہ کر اس نے جس طرح کچھ سے اپنی بات سنائی وہ میں بھی نہیں بھولی ہوں گا۔ وہ اپنی پاگ بھر رہا تھا اور لگا رہا تھا اسے اپنی جان کی پروا بھی نہ تھی۔

"وہ ایسا ہی ہے۔" سیرا نے کہا۔ "میں یہی بات کہہ رہا ہوں۔"

"تم نے میری بات نہیں سنی، میری انفلٹ کی۔"

"میں نے جان بوجھ کر کہہ دیا تھا۔" مدہل نے غصہ کی سانس لی۔ "میں نے نہیں دیکھا کہ بارے میں بتایا تھا۔"

"کسی ترکی کی اس سے زیادہ تو جانتا تھا کہ کسی دوسری ترکی کو اس پر ترجیح دی جائے۔" سیرا نے کہا۔

اور وہ پھر لیا۔ مدہل کے پاس اس بات کا جواب نہیں تھا۔ وہ جتن میں آ کر جا رہا تھا۔ شرٹنل ابھی تک نہیں آیا تھا۔ اس نے وہ کپ بتائے اور ایک سیرا کو لے کر آیا تو اس نے غصہ کی لے لیا۔

"آئی ڈی سیری۔" مدہل نے کچھ دیر بعد کہا۔

"اس آؤ گے۔" ادھر لی۔

مدہل نے سر ہلایا۔ "مخالف کر تم مجھ پر میرا نہیں نہیں بلکہ اسکر پٹ کے وقت سب کر رہی ہیں۔"

"نہیں۔" شرٹنل نے سر ہلایا۔ "میں نے انہیں چھین پٹائی کی پیشکش کی ہے کہ غرات میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ میں نے انہیں پستول دکھایا اور تم ڈر گئے، یہ کتنا آسان کام ہے لیکن جو میں نے کیا کیا وہ بھی آسان ہے۔"

"نہیں۔" مدہل نے غیر ارادی طور پر کہا۔

"اس تو اس سے اندازہ لگا لو میں کیا آ رہی ہوں۔"

میں نہ دھوکا دیتا ہوں اور نہ دھوکا برداشت کرتا ہوں۔ دوست یہ زندگی ہے نہ رسک ہو گیا۔"

مدہل سمجھ رہا تھا کہ شرٹنل آؤٹنگ پر ابھی صورت اسے اپنے ساتھ لے کر چاہے تھے۔ اس نے شرٹنل کی طرف دیکھا تو پستول کی مال اس کے چہرے سے چڑا گئی کے قائل پر تھی۔ اس نے بے بسی سے شرٹنل کی طرف دیکھا اور اثبات میں سر ہلایا تو وہ سکرانے لگا۔ اس نے پستول داہنی رکھا اور ہلایا۔ "تم دیکھنا نہیں کہ میں کس طرح تم اتنا کا لوگے کہ اپنے سارے خواب پورے کر سکو۔"

یہ فیکٹ زیادہ بڑا نہیں تھا اور باقاعدہ فیکٹ بھی نہیں تھا۔ ایک تو اس نے اسے میں ایک غارت کے دوسرے طور پر دو بیڈروم اور لاونج کا سادہ سا فیکٹ تھا۔ اس کے نیچے دکھائی نہیں۔ مدہل نے اپنا بیگ چٹا اور ہلایا۔ "خوشمیں یہاں رہتا ہے۔"

"بالکل اب تمہارا ہاں رہتا مناسب نہیں ہے۔"

"نہیں کیا کرنا ہوگا کہ کارڈز مت لگیں پھر دوں۔"

"نہیں ملازمت کرتے رہو۔" شرٹنل نے کہا۔ "لیجی تو کام آئے گی۔"

سیرا ایک طرف غصہ کی نیازی سے اپنے ہاتھں غار سے ہوا کر رہی تھی۔ شرٹنل کی بات پر مدہل چمکا۔

"میری جاب کام آئے گی وہ کیسے؟"

"میں سمجھتا ہوں کہ تم نے جانتے ہوئے کہا۔" شرٹنل نے اپنا سامان ایک گھر میں لے جاتے ہوئے کہا۔

مدہل کے پاس اس کی پیشکش قبول کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ جب اس نے اثبات میں جواب دیا تو شرٹنل نے وہاں آ کر اسے سم دیا کہ وہ اپنا سامان لے آئے اب ابھی نہیں اور دیتا تھا۔ مدہل اپنا مختصر سامان لے آئے اس کی داہنی تک شرٹنل نے اپنا سامان سمیٹ لیا تھا جو ایک سوٹ میں اور ایک بیگ پر سٹل تھا۔ وہ نیچے آئے اور روانہ ہوئے۔ مدہل نے پوچھا۔ "میں کہاں جا

چپ وئی کارو کے لوم سیا میرا نہ کرو کے۔ اسم



قسمت آنی

حقن لے کر کہا۔ "یہ کام ہم بعد میں کر سکتے ہیں۔ لی الی الی  
ہماری توجہ حریف بنانا حاصل کرنے پر ہونی چاہیے۔ اگر ہم  
ایک دن میں ایک مہی ایسا بنا حاصل کرتے ہیں تو ایک سیسے  
بعد ہمارے پاس نہیں کارڈز ہوں گے اور تب ہم ایک ساتھ  
یہ کام کر سکیں گے۔"

مدھل نے اس کی تائید کی۔ "اگر مرد ایک بندے کے  
کارڈز چور کیا اور وہ تین نے شکایت کر دی تو کسی کا خیال  
ذیادہ پیش اسٹور کی طرف چاسکتا ہے۔ دلت گزر جائے گا  
تو شکایت کرنے والوں کو شاید ذیادہ پیش اسٹور کا خیال  
ہی نہ آئے کیونکہ اب اسے لی ایک بہت بھاری پر استعمال  
ہونے لگا ہے۔"

"اور جو استعمال کرتے ہیں وہ کیش پر اسے ترجیح  
دیتے ہیں۔" شرنیل نے کہا۔ "اس لیے بہت سی جگہوں میں  
اس کا استعمال کم سے کم ذیادہ پیش اسٹور کا بھی خیال آئے  
گا۔ ہمیں مدھل کو بخود رکھنا ہے۔"

مدھل نے سکون کا سانس لیا۔ اس نے پرچہ  
"تھمب" سے پاس کتنے غلطی ڈیٹ کارڈز دیا تھا؟  
شرنیل نے سوچا اور بولا۔ "پچاس سے زیادہ ہوں  
گے۔"

اس کارڈ میں محفل کہا جس کا نام میں ایک سنت لگا۔ اس نے  
کارڈ پیش کرتے محفل کی طرف بڑھایا۔ "اب اسے  
چیک کرنا ہوگا۔"

شرنیل نے کارڈی دیکھ کر بعد ایک چیک کے سامنے  
روٹی اور آٹا کر اس کے اسے لی ایک کی طرف بڑھا۔ چند  
منٹ بعد وہ ابھی آیا تو بہت پر جوش تھا اس نے اندر بیٹھتے  
ہوئے کہا۔ "اکاؤنٹ میں سالانہ بے جھلا کر دے دیں اور  
کرنٹ اکاؤنٹ سے یعنی برآمد ہونے کی حد نہیں ہوگی۔"  
مدھل نے پرچہ۔ "کیا ہم یہ رقم نکال سکتے ہیں؟"

"کیوں نہیں؟"  
"لیکن اسے لی ایک کی مدد ہوگی۔" میرا لالی۔  
"ہاں اس کی مدد ہوگی لیکن یہ مسئلہ نہیں ہے۔ کمرشل  
ایر یا شین حوصلے کا ملے پر سارے چیک ہیں۔"  
"تو آج ہی مثال لیں؟" میرا لالی۔

"بھئی آج صبح وہ سکا ہے۔ میرا لالی کا کارڈ میں اس  
طرف چاسکتا ہے۔ ہاں مالک کا نام میرا لالی ہے۔"  
"سب مل نکالیں گے، نہ زیادہ دیر کرنا مناسب نہیں  
دو کارڈز ہمارے مال میں مل سکتے ہیں۔" میرا لالی۔  
"لیکن یہ کمرشل مناسب نہیں ہے۔" شرنیل نے

آدھی جوڑا چکے تھا اس نے ہاتھ بڑھا کر کی پیٹ پر  
چن کو ڈرایا۔ "چیک کی طرف سے تھمب پر کی گئی کہ چیک  
رقم موجود ہے اور مدھل نے مل کی رقم چیک کر کے اس کے  
دیا۔ فورا اسٹیشن سے رسید مل آئی جس کے مطابق اس  
آدھی کے چیک اکاؤنٹ سے اتنی رقم کاٹ لی گئی تھی۔  
دوسری رسید اسٹور کی طرف سے تھی۔ مدھل نے شین  
سے کارڈ اور دونوں رسیدیں نکال کر آدھی کے حوالے  
کیں۔ "چیک پر سر۔"

وہ جواب دے بغیر نے نیازی سے اپنی مثال دیکھا  
ہوا باہر کی طرف چلا گیا۔ مدھل نے گہری سانس لی اور جب  
اسے احساس ہوا کہ اس موسم میں اس کے ہاتھ پر پھینکا آیا  
ہوا تھا۔ کچھ دیر بعد میرا لالی کی ہوتی آئی، اس نے کچھ  
چیزیں لی تھیں اور جب وہ نکلی کرنے لگی تو اس نے  
آہستہ سے مدھل سے کہا۔ "انکلیڈیٹ روگ۔"

اس دن اسے اور کوئی موقع نہیں ملا۔ وہ سات بار  
بے آف کر کے باہر آیا تو ذیادہ پیش اسٹور کے باہر سڑک  
پر شرنیل اور میرا لالی کے بکھرے۔ اس کے اندر بیٹھتی ہی  
دونوں نے پر جوش طریقے سے اسے شاباش دی۔ شرنیل  
نے کہا۔ "تم نے کمال کر دیا، اتنی مہارت سے کارڈز  
حاصل کیا کہ ہمیں بھی پتا نہیں چلا۔"

"پتا نہیں دیا آیا ہے کہ نہیں۔ میں نے اپنے طور پر  
پانچ بیٹھنے پر سے کر لیے تھے۔"

"نیب دو۔" میرا لالی نے کہا تو مدھل کو دونوں  
بیکس اشارے کے لیے باہر نکلتا پر۔ سردی بہت تھی  
اس نے آگ پیڈ کی داسک انار کر بلڈی سے اپنی جیکٹ  
پکٹی اور اندر آ گیا۔ میرا لالی نے آگ پیڈ کارڈ چیک کیا اور  
بولی دیا آ گیا ہے۔"

"پتی کوڈ ریڈ ہو گیا تھا؟"  
"ہاں اور میں نے ڈائی بھی یاد کر لیا۔" شرنیل نے  
کارڈ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "قرنی قانہ تیر و تاج  
ہے۔"

"دیکھنے میں آدھی پیسہ والا لگ رہا تھا۔"  
"جلد چاہل جائے گا۔" شرنیل نے کہا ہے۔ "اب  
یہ پتا چلتی کارڈ پر حقن کرنا ہوگا۔"  
"یہ کام بھی کر لیتے ہیں۔" میرا لالی۔ "اسی مشین  
سے دیا تھا کارڈ اس ایس ڈی ہے۔"

شرنیل نے غلطی کارڈ میرا لالی کے حوالے کیا اور اس نے  
سب مشین کی مدد سے آگ پیڈ سے ڈیٹ کارڈ کا ڈیٹا فیکر

تھا اور کارڈ مشین کا پتی چنے اس کا نئے شدہ نشانہ ہوتا۔ کھرا  
مسلسل کام کر کے اور جب مدھل سب دیا تو وہ ہوشیار  
ہو جاتے اور کمرے میں دیکھتے کہ وہ کچھ دیکھ کر با  
سے بائیں۔ اس وقت وہ اس کی اسکرین آن کر لیتے۔  
کیونکہ مسلسل اسکرین آن رہنے سے بٹری جلدی ختم ہوتے  
کا خطرہ تھا اس لیے اسکرین صرف ضرورت کے وقت آن کی  
جاتی۔ اس کے لیے کسی ایک کارڈ میں رہنا ضروری تھا۔  
شرنیل کی اسکرین کا کارڈ کے باقی سارے بیٹھے سیاہ تھے صرف  
دن اسکرین شفاف تھی اس لیے جب تک کوئی سامنے سے  
آکر نہ دیکھتا اسے کھرا نظر نہیں آتا اور اگر وہ دیکھتا تو اسے  
کھرا دکھا ہوا نظر آتا۔

شرنیل نے مدھل کو ہدایت کی تھی کہ وہ صرف ایسے  
فرد کا کارڈ دے لیتے کی کوشش کرے جو پیسے سے جوش لگ رہا  
ہو یا اس نے بڑی خریداری کی ہو۔ تین سے چار کے  
درمیان اس نے جس کے قریب سب کمزور لگائے۔ ان میں سے  
سرو نے کیش اور اس کی اور تین نے کارڈ استعمال کیے۔ ان  
میں سے ایک نے کارڈ استعمال کیا اور وہ نے ڈیٹ  
کارڈ خریدا شرنیل کے سیار پر پورے نہیں اتر رہے تھے  
اس لیے مدھل نے ان کے کارڈ کا ڈیٹ لیتے کی کوشش نہیں  
کی۔ پھر ایک سوٹ جوش اس کی طرف آیا۔ اس نے میرا لالی  
کچھ سے کامیاب سوٹ چن ہوا تھا اور اس نے غلطی مالیت کی  
خریداری بھی کی ہوئی تھی۔ مدھل نے اس کے سامان کو  
پراش مشین سے چیک کیا۔ کل رقم سرو ہزار سات پانچس  
روپے تھی اور اس نے تقریباً تمام ہی دیا ہے تھیں لی  
تھیں۔ مدھل نے اس سے پرچہ۔ "سر آپ اور اسکی کارڈ  
سے کریں گے یا کیش؟"

جواب میں آدھی نے ڈیٹ کارڈ اسے دیا۔ مدھل  
نے کارڈ لیتے ہی انٹرمیٹ کاٹک دیا اور آدھی سے کہا۔ "سر  
ایک بار دیکھیں، تمام چیزیں ہیں کوئی روٹ نہیں گئی۔"  
آدھی حیران ہوا کیونکہ عام طور سے ایسا سوال کیا نہیں  
جاتا ہے۔ اس نے ایک تھرائی میں موجود اشیاء پر الی اور  
بیزا دی سے کہا۔ "نہیں، چیک ہیں۔"

اس دوران میں مدھل نے کارڈ سوپ مشین میں  
ڈال دیا اور دل ہی دل میں کٹی گن رہا تھا اور وقت گزرا دی  
کے لیے ایسے ہی کچھ بڑی ہرز کو پیچڑا ہوا تھا۔ جیسے ہی اس  
کے حساب سے پانچ سینڈ پر سے ہوتے اس نے کارڈ نکال  
لیا اور اسے پھرنی سے مشین کی سلاٹ میں ڈالا۔ پتا تھا کہ  
آہستہ سے ہی اس نے آدھی سے کہا۔ "پتی کوڈ ریڈ سر۔"

**نومبر 2014 کا شمار ایک فیروز**

**صافیات**

دنوں کے لشہ و رشتوں اور دل کے گونے رشتوں میں، اچھی داستان

آخری صفحات پر **ڈاکٹر ساجد امجد** کی ایک نئی کہانی

**لاوارث، وارث**

تاریخ کے جھروکوں سے بدلتے حالات و واقعات کی دلچسپ

ترتیب **الیاس سینا پوری** کے قلم کی دلچسپ

**ستاروں پر کھنڈ**

پڑاوی چوٹیوں کو کمرے والے ایک دلدار شہادت و استقامت کا انوکھا

انداز **طاہر جاوید صفی** کے قلم سے مسافر کا آخری پرواز

**مازوی**

ایک ایسے دور میں کہ ہر دھڑکن کے ساتھ ساتھ قسم

دہل کا ڈیش **محی الدین نواب** کے خیالات کی پرواز



سافیات

حسابی ذالجت - 273 - نومبر 2014

WWW.PAKSOCIETY.COM

RSPK.PAKSOCIETY.COM

ONLINE LIBRARY

FOR PAKISTAN

PAKSOCIETY1

PAKSOCIETY

قسمت از ما

اور مکی گاڑی میں ہوتا تھا۔ یہاں توڑا سا شعلہ ہے کہ آدمی کی حیثیت کا تعین مشکل ہوتا ہے۔ عام آدمی بھی بعض اوقات ذہن کا ڈراما ادا کرتا ہے۔ لیکن یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے جیسے ہم ذہن حاصل کرتے رہیں گے اس کی جہان بھی کرتے جائیں گے اور آخر میں ہمارے پاس وہی لوگ ہوں گے جن کے پاس لہجہ اہل ہوتا ہے۔

ان کی نگاہیں انسانی توانائی میں نہیں ہوتی اور اگر وہ اسے برداشت کر سکتے ہیں۔ ان کے دل شریٹل اور کبیرا اسٹور میں آتے تھے یعنی شریٹل نے اس کی بات مان لی تھی۔ وہ اس سے ان کے دل آئے اور اس کے بعد اس کی زندگی میں ہرگز آنے لگے۔ تقریباً ہر دن ان کے ہاتھ کوئی نہ کوئی کارڈ لگ جاتا تھا اور وہی دن ان کی طبیعت میں کمی کر لیتے تھے۔ آنے والے دو مہینوں میں انہوں نے ان کے افراد کا ڈیٹا چھاپا اور ان میں سے کچھ افراد کو چھاپا۔ یہ سب لاکھوں بینک اکاؤنٹ والے تھے۔ سرکاری کاموں میں ان کے نام ہونے والا تھا اور وہ اس سے پہلے اپنے ہدف حاصل کر لیا جاتے تھے۔ کیونکہ وہ صرف بینک کے ہی آئی بیڈ چھاپا کرتا تھا۔ عام طور پر جو ملی شریٹل پر مشتمل ہوتا تھا اس میں ایک کوئی شخص نہیں تھا۔ مارنے کے آواز میں حیثیت کا سوئم ختم ہو گیا تھا کہ وہ طبیعت خرابی کے بہانے جیکٹ میں کر دیتا تھا۔

مگر دوسرے طبقے میں یہاں تک نہیں ہو گیا کیونکہ وہ غیر متوقع طور پر گرم ہو گیا تھا اور ایسے میں جیکٹ پہننا عجیب لگتا تھا۔ اس دوران میں وہ حریف جو ساتھی افراد کا ڈیٹا بن کر بنے تھے۔ چھاننے کے بعد انہوں نے بینک میں افراد کا آڈیٹ کیا تھا۔ یہ سب بڑے اکاؤنٹس والے لوگ تھے۔ شریٹل نے ایک دن میں اسے لی ایئر میں حکوم کر ان کے اکاؤنٹس چیک کیے تو ان میں بھی یہی طور پر وہ کر رہی تھی لاکھ سے لاکھ کی رقم تھی۔ مگر تو جہاں تھا اس نے بھی خواب میں بھی اتنی بڑی رقم کا نہیں سوچا تھا۔ شریٹل اور کبیرا بھی وقت تھے۔ وہ مالوں سے یہ کام کر رہے تھے کہ انہوں نے کیا اتنے کم وقت میں اتنی بڑی کامیابی حاصل نہیں کی تھی۔ قرآن جو پہلے ان کے ساتھ کام کرتا تھا۔ وہ ہنر مند دن میں اس سے بچ رہا تھا۔ اس کا کام تھا۔ مگر یہاں ان سے نہیں تھی۔ شریٹل نے کہا۔

”کب مجھے احساس ہوا ہے کہ وہ ذہن کر اس کرتا

تھے۔“  
”وقت بہت ہے لیکن میں اس کا زیادہ کرنے کا چاہیے۔ دماغ خطرہ ہے اسی لیے ہے۔“  
شریٹل نے کچھ دیر سوچا اور پھر مسکراتے ہوئے کہا۔ ”تم لوگ کہہ رہے ہو۔ اب ایسا لگتا ہے کہ تم کچھ سچ سنو میں دیکھ رہی ہوں اس کام میں۔“  
”ہاں یہ لگتا ہے۔ کام مجھے کرنا ہی ہے۔“ مگر مکی سانس لے کر بولا۔ ”اصل خطرہ یہی مجھے ہے اور مجھے خود کو بچا کر یہ کام کرنا ہے۔“

اس رات شریٹل نے اسے اپنے بارے میں بتایا۔ اس کا تعلق ایک جگہ ایک جاگیردار گھرانے سے تھا مگر جاگیردار نے قتل کیا۔ اس میں ایک انسان دوسرے انسان کے جس طرح ذہن کو کرتا اور اسے کہہ کر زندگی گزارنے پر مجبور کر رہا ہے اسے وہ کہہ کر شریٹل نے فیصلہ کیا کہ وہ مکی جاگیردار نہیں ہے۔ اس فیصلے کے بعد وہ اپنے خاندان سے گٹ گیا اور اس کے بھائیوں نے بڑی خوشی سے اس کے حصے پر قبضہ کر لیا۔ انہوں نے ایک بار مکی اسے نہیں کہا کہ وہ اپنا فیصلہ بدلے۔ ان کے نزدیک رشتے سے زیادہ زمین کی اہمیت تھی۔ مگر باپ کے بعد شریٹل پلٹ کر اپنے گھر نہیں گیا۔ اس سبب بھائیوں سے تعلق توڑ دیا تھا۔ اپنی داستان سنانے کے بارے میں اس نے اپنی اسیٹ لائبریری کی کتابوں کا ڈیٹا بنایا اور وہی بنایا کہ وہ کسی علاقے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نے کرکٹ میں کیا تھا اور ایک میں رہتے ہوئے اس نے شریٹل کو کہا تھا کہ وہ کوئی نہ مکی بنے گا۔

”جس قسم انسانوں پر حکم کے خلاف ہو تو تم کیا کر رہے ہو؟“  
”ایک قسمی انسانوں پر حکم نہیں ہے۔“ شریٹل نے اطمینان سے کہا۔ ”میں کسی کے حکم میں نہیں مگر باندھا میں کسی کو لوٹ رہا ہوں۔ میں نے کہا مگر جن لوگوں کا تعین ہوتا ہے وہ ان لوگوں سے چھاپا ہو جاتا ہے۔ میں تو کسی ایسے اکاؤنٹ کو نہیں چھاپتا جس میں کسی ملازم کی کڑوا آتی ہو۔“

”جس قسم کیسے پتا چلتا ہے کہ کون ملازم ہے اور کون دولت مند ہے؟“  
”میں اسے فی ایم سے اسٹیٹ منٹ نکال لیتا ہوں۔ اس سے پتا چل جاتا ہے۔ اول تو ایسے لوگوں کا ڈیٹا لیتا مکی کم ہوں۔ جس کا پتہ پتہ ہے کہ اس سے زیادہ آسانی ہوتی تھی۔ گاڑی سے پتا چل جاتا تھا کہ بندہ کس حیثیت کا ہے۔ صرف اس کا کارڈ ڈیٹا لیتے تھے جو گاڑی

رہتا ہے۔“  
”اس کے علاوہ اور کتنے کارڈز میں چوری کا راج ہے؟“  
”میں اسی میں ہے اور ایک اس میں تو ہوا استعمال ہو رہا۔ دراصل جو ساتھی بیٹے سے ہم کہہ نہیں کر پاتے تھے۔“ شریٹل نے اعتراض کیا۔ ”سابقہ پادھر کے بارے میں کبیرا نے مجھے بتایا یا ہوگا اس نے خدائی کی اور اسے شوت کرتا پڑا۔“

مگر مکی کے جسم میں سرورہہ دوڑ گئی۔ ”تو شریٹل جرم ہے آدمی بکرا جاتا تو مشکل سے بچتا ہے۔“  
”ہاں لیکن میرے نزدیک خدائی شریٹل جرم ہے اور میں اسے کسی صورت معاف نہیں کرتا۔“ شریٹل کا کچھ مکی نہیں ہو گیا۔ ”دوست اس بات کا ہمیشہ خیال رکھتے۔“  
مگر مکی نے سر ہلایا۔ ”لے والی رقم کس حساب سے آتی ہے؟“

”سادہ حساب ہے چاہیں فیصد ہر ایک ہوتا ہے اور میں نہیں فیصلہ قدم دلوں کے مجھے نہیں آتے گا۔“  
اگر شریٹل ساڑھے چھ لاکھ ڈال لیا تو صرف مگر مکی کے حصے میں دو لاکھ کے قریب رقم آتی۔ اس بار اس کا جسم دوسری وجہ سے مستحکم تھا۔ پندرہ گھنٹے میں دو لاکھ شریٹل اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے شاید ہی کبھی ایسا بھانسیہ لیا۔ یہ آواز ہے۔۔۔ تم ایک سال میں اس سے نہیں زیادہ کما لو گے۔“

”ایک سال؟“ مگر مکی نے سوالیہ نعرہ دے کر اس کی طرف دیکھا۔ ”اس کے بعد؟“  
”جس کام میں ہوا ہو جائے گا اور تمہارا بھی ہو جائے گا۔ اس کے بعد ہم سب اپنی اپنی راہیں لیں گے۔“  
مگر مکی نے یہ سن کر اطمینان کا سانس لیا کہ اسے ہمیشہ ان کے ساتھ نہیں رہنا پڑے گا۔ ”کیونکہ تم کی راہ چھوڑنا اتنا ہی آسان ہوگا۔“

”کیونکہ میں رقم دیکھنا ایسا ہی ہوا۔“ شریٹل نے چور سے اشارہ کیا۔ ”ان باتوں کو ذہن سے نکال دو اور اس اثنا اور حکم کی ضرورت یہ کام کرنا ہے۔“  
”آخر تم لوگ ہر روز ڈیٹا پارسیٹل اسٹور آئے تو یہ پنج

ہو گیا کہ تم ہر دوسرے دن پتہ لگاؤ۔“  
”اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔“ شریٹل نے سر ہلایا۔ ”مگر میں منظر ہر تعداد میں لگا حاصل کرنے میں وقت

”اس کا مطلب ہے پچاس اکاؤنٹس کا ڈیٹا حاصل کیا جا سکتا ہے۔“  
”کوئی حد نہیں ہے کیونکہ کارڈ ہر بار ہر روز ہو سکتا ہے۔“ شریٹل نے کہا اور وہ روت ہو گئے۔ کبیرا کو اس کے گھر تک چھوڑنے ہوئے وہ آگے چلے گئے۔ وہ ایک چور نے فیصلہ میں رہتی تھی مگر یہ بہت پوش ملائے میں تھا اور یہاں بھی وہی روت تھا کہ پڑوسی پڑوسی کو نہیں جانتا تھا۔ اس لیے کبیرا یہاں سکون سے رہتی تھی۔ وہ اپنے ٹکائے پتے۔ شریٹل نے اسے اپنا خزانہ لگا کر دکھایا۔ ایک بریف کیس میں پچاس سے اوپر ڈیٹا کارڈز تھے۔ ”یہ میں نے بہت مشکل سے جمع کیے ہیں۔“

”پاکت مادوں سے حاصل کیے ہیں۔ وہ پر مہر لگائے ہیں تو ان میں سے کئی آ جاتے ہیں مگر اس طرح بہت کم آتے ہیں جس میں ستر گھنٹے والے ڈیٹا کارڈز کما رہے تھے۔ کچھ ڈیٹا کٹوں سے خریدے ہیں جو لوگوں کو راہ چلنے پیدل یا گاڑی میں سوار لوگوں کو کھاتے ہیں۔ ان کے لیے یہ بیکار ہوتے ہیں۔ یوں مجھے لوگ ڈیٹا کارڈز جمع کرنے میں مجھے تین سال لگے ہیں اور ان پر کوئی نیا لاکھ کا خرچ آ جاتا ہے۔“

”تم کرکٹ کا ڈیٹا کیوں نہیں لیتے؟“  
”یہ بڑا قیمتی ہے۔“ شریٹل نے کیشی سے کافی ٹکائی اور اس میں کرکٹ لگا دیا۔ ”ایک دو ڈیٹا کے جس کی بات نہیں ہے مگر اس میں کرکٹوں کا جیک پائٹ لگ جاتا ہے۔ ایک ہی کارڈ سے اتنا فی ماٹا ہے کہ آدمی سالوں پہلے کر کھائے۔ مگر اس کا استعمال آسان نہیں ہے دوسرے اس سے کیش حاصل نہیں کیا جا سکتا۔“

”کیش تو تم نے ہی نہیں لیا۔“ مگر مکی نے یاد دلایا۔ شریٹل ہنسا۔ ”وہ تو نہیں دیکھانے کے لیے کیا تھا۔ اور ہم کیش ہی نکالتے ہیں۔ ماہانہ کا کیا کرنا ہے اور اس میں چھیننے کا خطرہ بھی ہوتا ہے۔ اسے فی ایم میں کبیرا رتبہ دیکھ کر جانتی ہے اور وہاں گئے کبیرا سے اس کی صورت دیکھا تو نہیں کر پاتے۔ مکی مجھے پتا ہوتا ہے کیسے لیٹا ہوں اس میں مکی صورت چھپ جاتی ہے۔“

”یہ تو کبیرا کی کارڈ کی طرح ہے مگر ہاں چاہے اس پر ڈیٹا ڈالو اور مکی ہاں چاہے صاف کر دو۔ جب تک کارڈ میں موجود تھا کیش میں ہی کوئی خرابی نہ آئے یہ کارڈ







PAKSOCIETY



دانتوں کے درد، موڑھوں سے  
خون آنا، ٹھنڈا گرم لگنا اور  
دیگر تکالیف کے لیے

# 10 پر اہل

MEDICAM



Dr. Atta-ur-Rehman  
(Dental Surgeon)

مدد حاصل کا بہترین وقت ڈاکٹر سے

ڈاکٹر کا بہترین وقت 25 سال سے پہلے ڈاکٹر سے

جانیے جب تک یہ معاملہ چھڑا نہ ہو جائے اور الگ بھی ہو جائے  
جانیے تاکہ اگر کوئی ایک بڑا معاملہ تو باقی محفوظ رہیں۔  
میرا جوان کی شکایتیں رہی تھیں اس نے کہا۔ "اے  
میرا، اس لحاظ سے ٹھیک کہ اسے کہہ سکتی تھیں کہ کتنا  
جس سے اس نے بہتر ہے اپنا اپنا حصہ لے کر سب الگ ہو  
جائیں اور جب حالات بہتر ہوں تو ہم دوبارہ مل سکتے ہیں۔"  
"اب تم اس کی حمایت کر رہی ہو۔" شریٹل کا بیچہ کسی  
قدر متحیر ہو گیا۔  
"کیونکہ یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔" میرا کا بیچہ بھی متحیر ہو گیا۔  
"نہیں، اس لیے کہ یہ عدلیہ کہہ رہا ہے۔" شریٹل  
نے کہا اور اٹھ کر کمرے میں چلا گیا۔ مدد ملتا تھا اس  
نے میرا سے جو چاہا۔  
"یہ تم دونوں کی جسم کی شکایت کر رہے ہو میرے  
بارے میں۔"  
انہوں نے رقم بانٹ لی تھی۔ میرا نے اپنی رقم دوا  
یک اٹھائی۔ "اسی سے جو چاہا، میں جاری ہوں۔"  
"ابھی رات بہت ہو گئی ہے۔" عدلیہ نے کہا۔ "تم  
دک جاؤ، میرے کمرے میں سو جاؤ، میں یہاں لاؤنگ میں  
سو جاؤں گا۔"  
"نہیں، میں چلی جاؤں گی۔" میرا بولی۔ "میں  
مادی ہوں راتوں کو بھی باہر رہی ہوں۔"  
"میں جہیں اکیلے نہیں جاتے دوں گا۔" عدلیہ نے  
کہا۔ "میں تمہارے ساتھ چلیں گا۔" ہا ہوں۔"  
"تم وہاں نہیں آؤ گے؟"  
"وہ لوگ کون کون کی نہ کوئی گاڑی مل جائے گی۔"  
عدلیہ نے جوتے پہنتے ہوئے کہا اور دونوں قلیت سے نکل  
آئے۔ میرا کی گاڑی کا پیچہ موجود تھی۔ سب کے پاؤں تیار  
تھے اور گل میں شہ پر سنا تھا۔ کچھ دیر میں ٹھیک اذان ہوئی  
تو نواز کی گھڑوں سے نکلے۔ دو سیرا کے قلیت تک پہنچے تو سب  
کی روشنی نمودار ہو رہی تھی میرا نے اس سے کہا۔  
"آؤ اندر آؤ، میں ہاتھ دلاتی ہوں۔"  
"نہیں جہیں زحمت ہوئی۔"  
"کوئی زحمت نہیں ہوگی۔" اس نے کہا۔ وہ پارکنگ  
سے افسد کے ذریعے اوپر آئے۔ میرا کا قلیت بھی نمودار سا  
تھا مگر بہت صاف تھا اور سنا سنا تھا۔ اس نے بیچہ بہت  
انجی اور خوب صورت کی تھی۔ عدلیہ نے قرطبہ کی نوو  
خوش ہو گئی۔ "مجھے بہت شوق ہے میرا ہاتھ کا۔"  
"مگر صرف سامان سے نہیں جیتے۔"







میری بکری میں نہیں آتا کہ اس نے کبھی نہیں سے بھیجی ہیں۔ ہم کھانے کو اس کے قریب رہتے ہیں۔ شاید یہی ایک سبب ہو سکتا ہے

کہا: ”تمہاری فکر ساری سے بھرا ہوا ہے۔“  
 میرا نے اس کی طرف دیکھا۔ ”تم کیا کہنا چاہو رہے ہو؟“  
 ”میں جو کہنا چاہ رہا ہوں تم سمجھ رہی ہو۔“  
 میرا کچھ دیر خاموش رہی پھر اس نے سر ہلایا۔  
 ”میں نے بہت کوشش کی مگر میں سمجھ رہی ہوں۔ میں اسے پسند کرتی ہوں۔ اسے بہت پسند ہے۔ یہ تو میرے لیے ناقابل برداشت ہے۔ یہی کہنا چاہتا ہے؟ تم مجھ سے؟“  
 ”شریٹل خاموش ہو گیا مگر اس نے کہا: ”تم جانتی ہو یہ کس کا دفتر ہے؟“  
 ”نہیں۔“  
 ”وہاں میسرہا کر کا۔“  
 ”میسرا ہونگی۔ وہی جو مشہور قلم نگار ہے؟“  
 ”بالکل وہی اور وہ بہت معروف آدنی ہے۔ ہم اس سے نہیں کر سکتے۔“  
 ”تم میری ماں کو کہنے سے انکار کر رہے ہو۔“ میرا نے غصے سے کہا۔

”نہیں! وہ کہاں ہے۔ میں نہیں جانتا صرف ایک نمبر ہے جس پر اس سے رابطہ کر سکتا ہوں۔“  
 ”چالیس کی لاکھ کی ہے۔“ وہاں میسرہا نے چالیس لاکھ کی رقم نے یقیناً اس میں اپنے جسے کی رقم رکھوا دی ہو گی۔  
 ”میری ایک بار پھر خاموش رہا تو مرنی نے اس پر گھونٹے بازی کی مشق شروع کر دی۔ وہاں میسرہا پلٹ کر میرے دوسری طرف جا بیٹھا اور سر ہل پر ہونے والے نشہ سے لطف اندوز ہونے لگا۔ اسے یقین تھا یہ لاکھ زیادہ ورنہ زبان بند نہیں رہے گا اور درجہ شریٹل بھی اس کے سامنے ہو گا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ رقم ملے نہ ملے وہاں میسرہا انہوں کو میسرہا میں پھنسا دے گا۔ اس کے لیے یقیناً ناقابل برداشت تھا کہ کوئی اسے ٹوٹ جائے۔ وہ خود نوک کو کھاتا تھا۔

میسرا کی مجازی اس ایک منزل دفتر سے ذرا دور رکھ دی تھی۔ اس نے کہا کہ شریٹل کو بھی اطلاع دینا ہے۔ اس نے کہا: ”میں چند منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔“  
 میسرہا انہیں میں بھی لے گیا کہ اس نے ہڈی کو یوں اندر لے جانے کو کہ اس کے ساتھ کوئی ناکہ سلوک نہ ہو رہا ہو۔ وقت آیت آیت رہت رہا تھا اور وہ بار بار پلیٹ کر آنے والی سوک پر شریٹل کی کڑی کا نشان دیکھ رہی تھی۔ اسے خیال نہیں آیا کہ وہ پہلے ہی آگیا ہے اس لیے جب اس نے فرنٹ ہیٹ کی کڑی کا شیش جھپٹا تو میسرہا نے اسے طور پر آگیا۔ پڑی اور اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلی تھی۔ پھر اس نے دو واڑہ ان لاک کی اور شریٹل اندر آگیا۔ حسب معمول دو سوٹ میں تھا اور اس نے من گھڑی لگا دیا تھا۔ اس نے سر نہچے میں پر چھان: ”وہ کہاں ہے؟“  
 ”اسی قمارت میں۔“ میسرہا نے اشارہ کیا۔ ”اسے اندر لے گئے ہیں۔“ اس کو بھی یقین نہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ وہ اس کے ساتھ کیا شوک کر رہے ہوں تھے۔ شریٹل نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ ”میسرا اس کی اہمیت پر اصرار ہی ہے۔“  
 ”تو کیا نہیں ہونی چاہیے۔“ میسرہا نے سختی سے کہا۔ ”وہاں مارا جاتی ہے۔“

”میں اس میں جاتا ہوں۔“

”میں اچھے بات تو کرنے دو۔ ایسا نہ ہو یہ بولنے کے قابل بھی نہ ہے۔“  
 ”سوئی دیکھنا، عدلیہ میسرہا کے سامنے ملے رہا تھا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ نوک بہت ظالم تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شریٹل کا خیال قلم نگاریت ہونا نہیں کے ہمارے ان لوگوں نے پکڑ لیا تھا کہ وہ اس تک پہنچے تھے۔ وہاں میسرہا نے پچھا: ”تمہارے ساتھ دو لوگ کون ہیں؟“  
 ”میرے ساتھ کوئی نہیں ہے اور میں نے کچھ نہیں کیا ہے۔“  
 ”تم جس جگہ کام کرتے ہو وہاں تم دونوں سے شک کیا جا رہے ہو کیوں؟“  
 ”میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔“  
 ”جہاں تم پہلے رہتے تھے وہ جگہ کیوں چھوڑ دی؟“  
 ”مجھے یہاں رہنا پسند نہ ہے۔“ اس نے جواب دیا۔  
 ”یہ اس طرح نہیں مانے گا۔“ شادی نے وہاں میسرہا کی طرف دیکھا۔ ”اسے دو گھنٹے کے لیے ہمارے حوالے کر دو۔“  
 ”تم اس وقتوں کو نہیں جانتے۔“ وہاں میسرہا نے سوئی اور شادی کی طرف اشارہ کیا۔ ”میں نے ایک بار انہیں ان کے حوالے کر دیا تو پھر وہاں پہنچا تو ان کے کچے تھوڑے تھوڑے پر تھی اور آج وہاں سے شریٹل سے آپنا سنا جنس سے کام لیا۔“  
 ”ہڈی خاموش رہا۔ اسے تو وہ کچھ گویا تھا کہ یہ کچھ ہونے لگے تھے مگر وہ اصل میں ڈکاری تھے اس لیے انہوں نے ان کا جیبا کیا اور ان تک پہنچی تھی۔ شریٹل نے کیا تھا اور میسرہا اسے گھر میں گئی۔ وہ سستی سے دو گھنٹے گئی۔ اگر اسے چند منٹ اور ملے تو وہ بھی نہیں بھگ گیا ہو۔ وہاں میسرہا نے پچھا: ”اسی کے پاس سے کیا لگا ہے؟“  
 ”سوئی نے رقم، اس کا پرچہ اور موبائل کال کر سامنے ڈال دیا۔ اس میں لاکھ کی پانچ سو تھی۔ وہاں میسرہا نے پہلے موبائل اٹھا اور اس کی فون چک دیکھی۔ اس میں وہی نمبر تھی جتنی شریٹل لاد میسرہا کا۔ اس نے پوچھا: ”میسرا کون ہے؟“  
 ”میری دوست ہے۔“ ہڈی نے جواب دیا۔ ”وہاں میسرہا نے شریٹل کے بارے میں نہیں پوچھا۔ اس کا نمبر حاصل کر لینے کے بعد وہ کسی قدر مطمئن ٹھہرا۔ اس نے ہڈی سے کہا۔  
 ”اس نمبر کا اصل امارت شریٹل ہے، کیا میں تلاش کر رہا ہوں؟“  
 ”نہیں۔“

وہاں میسرہا کے وہاں نے کام کیا اور شہاب مہاوی نے پوری کوشش کر کے اگلے دن تک ”مطمع کر لیا کہ شریٹل نے اگلا خطا کہاں لیا تھا۔ یہ اس کا جاننے والا اسٹیٹ ایجنٹ تھا جس علاقے میں کام کرتا تھا اور اس نے آسانی سے ٹوکس بتا دیا۔ جب سوئی اور شادی اس کے پاس آئے تو اس نے شریٹل کا ہاتھ ان کے حوالے کیا اور بولا: ”وہاں صاحب سے کہنا کہ میں جو کچھ لکھا تھا کر دیا۔“  
 ”دیکھتے ہیں۔“ سوئی نے سختی سے جواب دیا۔  
 ”شریٹل ریاضی کے توسط سے ان کے پاس ہڈی کی تصویر بھی آگئی تھی۔ انہیں یقین تھا کہ ہڈی اور شریٹل کا آپس میں تعلق ہے اور شریٹل کی شہرت بھی نہ ہر گز بھی انہیں اس کے پس منظر کے بارے میں کوئی نہیں جانتا تھا۔ وہ بہت پرچہ تو وہاں لایا تھا۔ اب ان کے پاس انکار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا مگر ان کا انکار دیکھ لایا اور ٹھہرا ہوا تھا۔ ہڈی ایک عرصے سے اترا تھا۔ سوئی نے اسے آواز دی اور پھر پکڑ لیا۔ وہ اسے لے کر وہاں میسرہا کے دفتر چارہ رہے۔ اس کا دفتر کمرشل این بائیں ایک بڑے بڑے پتہ پر تھا اور یہاں اس نے کسی اور کو جگہ نہیں دی تھی۔ اس کی اکثر سرگرمیاں ایسی تھیں جن کا دوسروں سے چھپانا لازمی تھا۔ سات آٹھ بے تک یہ سارا معاملہ بند ہو جاتا تھا۔ اس لیے جب وہ ہڈی کو لے کر اس کے دفتر پہنچے تو وہاں سنا تھا۔ راستے میں انہوں نے ہڈی کے سر پر ایک ٹکلاف چڑھا دیا تھا اور جب اسے وہاں میسرہا کے سامنے پیش کیا تو ٹکلاف اٹار لیا۔ وہاں میسرہا نے اسے غور سے دیکھا۔  
 ”دیکھتے ہیں تو یہ حیران کیا ہے۔“  
 ”ہڈی نے خشک لبوں پر زبان میسرہا کی۔“ مجھے کیوں اظہار ہے، میں جیسا کہ جانتا ہوں۔“  
 ”اس کا راز کو تو جانتا ہے۔“ وہاں میسرہا نے ڈیٹ کارڈ اس کے سامنے پھینکا۔ ”مجھے دینا تھا۔ یہ بہت کاتے کے لیے۔“  
 ”تو میں نے دیکھ کافٹی ہو گی۔ اس کی رسید بھی دی ہو گی۔“  
 ”نکواس نہ کر۔“ عجب سے سوئی نے اچانک اس کی گدی پر گھونٹا مارا تو اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا آگیا اور وہ اسے لے لیا۔ شریٹل تھا۔ وہ لڑکھا کر کرنے لگا تو شادی نے اسے دہرائی اور اس سے کچھ کر سیدھا کیا اور پھر تیز لیا۔ سوئی نے اس بار اس کے چہرے اور بے کوشش نہ بنا یا تو تکلیف اسے ہوش میں لے آئی۔ وہاں میسرہا سکون سے کہہ رہا تھا۔

”کاکے بولی دے، اصل بندہ کہاں ہے؟“



وہی جی اور ہلے اسے دلا سار چار پہ۔  
جب میرا کی سالت سنبھل گئی تو ہلے اسے چھوڑ کر  
اس بے پر گیا جو شریٹل نے بتایا تھا اور کیا تھا کہ اسے کچھ  
ہونے کی صورت میں وہ وہاں سے اس کی بیج کی ہوئی رقم  
لے کر آپس میں بانٹ لیں۔ یہ ایک جھوٹا سا گھر تھا جو چوٹی  
ملائے میں تھا۔ ہلے کو نہیں معلوم کہ یہ گھر شریٹل کا رہا تھا یا  
کرائے کا۔ رقم اسے امدادی میں رکھے ایک بیگ میں ملی اور  
یہ اس رقم سے خاصی زیادہ بھی جو شریٹل کا حصہ تھی۔ اس کا  
مطلب تھا کہ اس میں اہم ساری رقم شامل تھی جو اس نے اب  
تک کمائی تھی۔ وہ واپس آیا اور اس نے رقم میرا کے سامنے  
رکھ دی۔ اس نے کہا۔ "یہ تمہاری ہے۔"

"شریٹل نے کیا تھا کہ یہ رقم دونوں کی ہوگی۔"  
"شاید اس نے کسی اور وجہ سے ایسا کیا ہوگا۔" ہلے  
نے سرد آواز بھری۔ "نہیں پتا ہے جب تم نے کال کر دی  
تھیں تو میں کس کیفیت میں تھا؟"  
"نہیں، جب تم نے مل آف کیا تو میں پریشان ہو کر  
گھر سے نکل آئی۔ مجھے لگا کہ تمہارے ساتھ کوئی کڑ ہے  
اور میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔"

"گڑ بڑ نہیں تھی۔" ہلے نے کہا مگر اس نے بتایا  
کہ وہ ناک کاٹ کر ہو گیا ہے اور اراہ بچانے اس سے جو وہہہ کہا  
تھا وہ تو زویا۔ میں انہیں بتانے گیا تھا کہ میں نے ان کی  
شرط پوری کر دی ہے۔ جب حقیقت سامنے آئی تو میں بتا  
میں ملکا کہ میری کیا حالت ہوئی تھی۔"  
"خبر سے میں نکل آئی اور وہ وہ جھپٹیں لے ہاتے اور  
میں کو پتہ بھی نہ تھا۔"

"شریٹل کو تم نے کال کی تھی؟"  
"اں، میں نے اس سے دو دفعی قہی دی اس  
صورت حال میں وہ کہہ سکتا تھا۔ مگر اس نے رہا سیر کا دفتر  
دیکھا تو وہ انکار کر کے چلا گیا۔"  
"اور تم اندر آ گئیں۔" ہلے نے کہا۔ "تم نے ایسا  
کیوں کیا؟"

"میں نہیں جانتی۔ لیکن میں جھپٹیں خطرے میں نہیں  
رکھ سکتی تھی۔" میرا نے سر جھکا کر کہا۔ "اب تم کیا کر گئے؟"  
"پتا نہیں۔" ہلے نے گہری سانس لی۔ "شاید نہیں  
اور چلا جاؤں اور تم کیا کر دئی؟"  
"میں کیا کروں؟" وہ بے بسی سے بولی۔ "میں  
بکوار ہوئی۔ سارے شریٹل کا پہلا قہبہ وہ بھی نہیں رہا۔ پتا  
نہیں کیا کروں؟"

جاسوسی ڈائجسٹ 289 نومبر 2014ء

"کسی گندے ہالے کے پاس گاڑی روکنا۔"  
"سوال یہ کہ وہ میرے پاس وقت کیسا ہے۔"  
"بھیرا لے چہ کچھ بعد ایک سیرنگ کے ہالے کے  
ساتھ کارروئی تو شریٹل نے گھڑکی سے اپنا ہتھوڑا لے کر  
اچھال دیا۔ اس صحت بعد وہ ایک بڑے سرکاری اسپتال  
کے اندر چلی۔ شے کے سامنے تھے۔ شریٹل نے ان سے  
کہا۔ "تم لوگ جاؤ میں خود چلا جاؤں گا۔" وہ کہتے ہوئے  
پچھے اتر گیا۔  
"میں بھی آؤں۔" ہلے نے کہا۔ "جھپٹیں ہر دو کی  
ضرورت ہے۔"

"جھپٹیں تم میرا کے ساتھ جاؤ۔ اسے تھادی ضرورت  
ہے۔ جاؤ اس سے پہلے کوئی آئے اور مجھے تمہارے ساتھ دیکھے  
یہاں سے چلے جاؤ۔ اس نے اپنا پرس اور جھپٹیں کا گچھا ہلے  
کے ہالے کیا۔ "میری شانت سامنے نہیں آئی جاتے۔"  
میرا اور وہی گئی مگر اس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔  
ہلے نے پلٹ کر دیکھا۔ شریٹل کو کھڑا اسے قدموں سے  
انہریشی کے دروازے کی طرف جارہا تھا۔ اس نے میرا  
سے کہا۔ "وہی جانے گا وہ بہت باہست ہے۔"

"وہ بہت عقیم ہے۔" میرا نے کہا اور کار بڑک کے  
گھارے روک دی۔ "آج مجھے پہلی بار پتا چلا وہ مجھ سے  
محبت کرتا ہے لیکن اس نے بھی نہیں کہا۔ میں نے اسے بتایا  
کہ میں کسی اور سے محبت کرتی ہوں تب وہ غاشی سے پیچھے  
ہو گیا مگر جب مجھے خطرے میں دیکھا تو بچانے آ گیا۔"  
"تم خلیک کہہ دیتی ہو اس کی کئی باتوں سے بھٹکا کر  
وہ جھپٹا پسند کرتا ہے مگر اس کا اظہار کس کرتا۔" ہلے نے  
کہا۔ "اس نے میرا سے پوچھا نہیں کہ وہ کسے پسند کرتی ہے۔  
مگر ہر طرح سے جواب معلوم تھا۔" وہ بڑبڑاتا میرا کے قہقہہ  
پر جسے کچھ خاص فی وی پہنچا۔ رہا سیر اور اس کے دو  
آدھیں سے نکل کی خبر پتل ہی تھی۔ سالت نہیں شریٹل کا ذکر نہیں  
تھا۔ اس کے بارے میں خبر خاصی دیر بعد صرف ایک ہڈی کا  
صورت میں آئی کہ رات کے کچھ اسپتال پہنچے دلا پر سارا رتی  
آج کچھ دھول کی تاب نہ لاتے ہوئے دھو کر رکھا۔ پچیس اس  
کے بارے میں جاننے کی کوشش کر دیا ہے۔ پچیس نے ان  
واحات کو آدھیں میں نہیں جڑا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ اسے  
قہقہہ نہیں تھا کہ ان کا آپس میں کوئی تعلق تھا۔ رہا سیر مشہور  
فصیح تھی اور اس کے کوئی کوئی کا تعلق نہ رہا جا رہا تھا۔ میرا  
کو ان باتوں سے کوئی حرج نہیں کی اور شریٹل کو یاد رہے وہ

کو پیر کی گزرتی تھی۔ ہلے نے اس کے بارے میں بتایا تو  
شریٹل ڈنگا کہ ہوا اٹھا اور میرا کے پیچھے کھڑے کے باوجود وہ  
سیرنگ آیا۔ اس نے شادی کے سر پر ہتھوڑا کی نالی رکھ کر  
ناظرین اور وہی گھر گیا۔ سیرا نے۔ "بھیرا لے چہ کچھ بعد وہ ایک  
کے شریٹل ان میں سے کسی کو نہ دیکھو نہ کھڑے کھڑے ہوں نہیں  
پیدا جانتا تھا۔ شادی کا کام تمام کر کے اس نے کہا۔ "یہاں  
سے غلو۔ پچیس آئے والی ہوگی۔"  
ہلے نے شریٹل کو سہارا دیا اور وہ باہر آئے تو سارا  
تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ دفتر میں ہونے والی فزنگ کی آواز  
باہر تک نہیں آئی تھی۔ اس لیے کسی کے سامنے نہیں اور پچیس کو  
اطلاع نہیں دئی تھی۔ سیرا بھاتی ہوئی کال دیا کہ کار لے  
آئی۔ انہوں نے شریٹل کو اندر بھائی۔ اچانک ہلے کو خیال  
آیا۔ "میرا پرس اور دو باگ اندر ہے ایک سٹ، میں لے کر  
آتا ہوں۔"

"بلندی کر شریٹل کو اسپتال لے جانا ہے۔"  
ہلے اندر کی طرف بڑھتا تو میرا نے شریٹل سے کہا۔  
"تم نے کیا کیا تم واپس کیوں آئے؟"  
"میں نہیں نہیں چھوڑ سکتا تھا۔" اس نے آہستہ سے  
کہا۔ "آئی انکم سواری میں نے جھپٹیں چھوڑا دی۔"  
"تم نے خلیک کیا میں نے بھیرا کی کی۔" میرا کا  
بوجھ گھیر ہوا گیا۔  
"مجھے بھی چھوڑ دینا۔ میں اسپتال پہنچے جاؤں گا۔"  
"نہیں۔ جھپٹیں اسپتال لے جائیں گے۔" اس نے  
کہا۔ "اس دوران میں ہلے اندر سے اپنی چیزیں لے گیا تھا۔  
"پچیس میں کسی بڑے سرکاری اسپتال جانا ہوگا  
پھر نے اور بھی اسپتال کوئی کچھ نہیں لے جاتے۔"  
میرا نے کار آگے بڑھا دی۔ شریٹل نے نشست پر  
تھا۔ اس نے سیدھا ہونے ہوئے کہا۔ "میری بات سنو۔"  
"مجھے کچھ نہیں سنا۔" میرا نے آہستہ سے کرتے ہوئے  
کہا۔ "جھپٹیں کو تو میں بھی خوراک خالی نہیں کروں گی۔"  
شریٹل اب گہری سانس لے رہا تھا۔ "میں شاید نہ  
تیروں ایک پاس لو۔"

"تم ان کی چپ وہ۔" ہلے نے کہا۔  
"میری بات سنو۔" شریٹل کا لہجہ سخت ہو گیا۔ اس  
نے ایک پتا بتایا۔ "اسے یاد کرو میرے جیسے کی رقم اور  
میری ساری شے کی ہوئی رقم اس پر ہے۔ اگر مجھے پتہ ہو  
پتا ہوگا۔"

"بلین ایک باجیس مت کرو۔"

اس نے سامنے آنے کی کوشش نہیں کی اور ہاتھ اوپر کر کے  
اتھارے سے شریٹل کی طرف ڈانٹا۔ "میرا جھوٹا ہی تھا  
خفیہ کارگری اور شریٹل نے اس کی خفیہ پر تپ کر میرا کی  
طرف ڈانٹا۔ گولی چپ ہونے میں سوراخ کرنی شادی کوئی  
اور اس نے یہاں تک آواز نہ کی۔ اس دوران میں سونی اور  
راجا سیر فریڈ کر گئے ہوئے سیر کی طرف دیکھ رہے تھے۔  
تھے۔ راجا سیر نے سونی کی آواز دہی تھی۔ اس لیے  
شریٹل کی اگلی کرنی سے گئی۔ گولی شے میں گئی تھی۔ وہ کر رہا  
اور اچھ کر میرا کی آڑ میں جانے کی کوشش کی اسی اثنا میں  
دوسری گولی اس کے سر میں اتر گئی۔  
خون اور مغز کے جیسے راجا سیر پر گر گئے جو آخر بڑا  
میرا کی آڑ میں ہو کر تھا۔ شادی سیر سے لگا ہوا ہونے لگے اسے  
پھوٹنے والے خون کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ راجا سیر نے  
اس کی طرف دیکھ کر بغیر اس کے ہاتھ سے ہتھوڑا پھینکا اور ہاتھ  
اوپر کر کے شریٹل پر ڈانٹا۔ وہ اندر کو کھانے بنا کر وہ کچھ بے  
پہ واد ہو گیا تھا اور اس نے سیر کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تھی  
کہ راجا سیر کی چوٹی گولی اس کے سینے میں اتر گئی۔ شریٹل  
ڈنگا مگر آگے بڑھا اور اس نے راجا سیر کے منہ پر آ کر  
والے سر کے اندر اپنی منہ کو کھانے بنا دیا۔ گولی اندر سے سر میں اتر  
گئی اور وہ پلٹ کر دم سے پھرا اور وہاں ساکت ہو گیا۔  
شریٹل نے ٹوٹ جانا کہ اپنا دم دیکھا جو دل سے ڈھلے پھرتا۔  
وہ گھڑا کر پیچھے آیا۔ خیر تیزی سے بہہ ہاتھ اور راجا سیر  
سے اس کے جسم سے جان نکل رہی تھی۔  
میرا کے پاس سے گولی گزری تھی اور اس نے  
اضطرار میں خفیہ ماری تھی۔ جیسے ہی کمرے میں چھوڑا گویاں  
چلنا شروع ہوئیں وہ روکنی ہوئی ہلے تک آئی اور دونوں  
خالف سمت میں اوجھارے کے صوفے کے پیچھے محسوس۔  
ہلے کی حالت میں وہ رہتے تھے۔ جب فزنگ دی تو اس نے  
سرنگالی کر دیکھا۔ شریٹل خیرا اٹھ کر رہا تھا۔ ہلے تیزی  
سے صوفے کے عقب سے نکل کر اس کے پاس آیا۔ میرا  
اسے روک رہی تھی۔ اس نے شریٹل کو سہارا دیا۔ اس نے  
آہستہ سے کہا۔ "وہ صوفان میں سے کوئی نہ وہ تو نہیں ہے۔"  
شریٹل بھول رہا تھا۔ ہلے نے اسے پکڑ کر صوفے  
پر بٹھا دیا۔ سیرا بھی نکل آئی۔ اس نے شریٹل کا دم دیکھا اور  
بولی۔ "نہیں اسپتال لے جانا ہوگا۔"  
"دیکھو ان میں سے کوئی نہ وہ تو نہیں ہے۔" اس نے  
راجا سیر بھی مریا تھا البتہ شادی نہ دھو تھا۔ گولی اس کے گلے

اس نے سامنے آنے کی کوشش نہیں کی اور ہاتھ اوپر کر کے  
اتھارے سے شریٹل کی طرف ڈانٹا۔ "میرا جھوٹا ہی تھا  
خفیہ کارگری اور شریٹل نے اس کی خفیہ پر تپ کر میرا کی  
طرف ڈانٹا۔ گولی چپ ہونے میں سوراخ کرنی شادی کوئی  
اور اس نے یہاں تک آواز نہ کی۔ اس دوران میں سونی اور  
راجا سیر فریڈ کر گئے ہوئے سیر کی طرف دیکھ رہے تھے۔  
تھے۔ راجا سیر نے سونی کی آواز دہی تھی۔ اس لیے  
شریٹل کی اگلی کرنی سے گئی۔ گولی شے میں گئی تھی۔ وہ کر رہا  
اور اچھ کر میرا کی آڑ میں جانے کی کوشش کی اسی اثنا میں  
دوسری گولی اس کے سر میں اتر گئی۔  
خون اور مغز کے جیسے راجا سیر پر گر گئے جو آخر بڑا  
میرا کی آڑ میں ہو کر تھا۔ شادی سیر سے لگا ہوا ہونے لگے اسے  
پھوٹنے والے خون کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ راجا سیر نے  
اس کی طرف دیکھ کر بغیر اس کے ہاتھ سے ہتھوڑا پھینکا اور ہاتھ  
اوپر کر کے شریٹل پر ڈانٹا۔ وہ اندر کو کھانے بنا کر وہ کچھ بے  
پہ واد ہو گیا تھا اور اس نے سیر کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تھی  
کہ راجا سیر کی چوٹی گولی اس کے سینے میں اتر گئی۔ شریٹل  
ڈنگا مگر آگے بڑھا اور اس نے راجا سیر کے منہ پر آ کر  
والے سر کے اندر اپنی منہ کو کھانے بنا دیا۔ گولی اندر سے سر میں اتر  
گئی اور وہ پلٹ کر دم سے پھرا اور وہاں ساکت ہو گیا۔  
شریٹل نے ٹوٹ جانا کہ اپنا دم دیکھا جو دل سے ڈھلے پھرتا۔  
وہ گھڑا کر پیچھے آیا۔ خیر تیزی سے بہہ ہاتھ اور راجا سیر  
سے اس کے جسم سے جان نکل رہی تھی۔  
میرا کے پاس سے گولی گزری تھی اور اس نے  
اضطرار میں خفیہ ماری تھی۔ جیسے ہی کمرے میں چھوڑا گویاں  
چلنا شروع ہوئیں وہ روکنی ہوئی ہلے تک آئی اور دونوں  
خالف سمت میں اوجھارے کے صوفے کے پیچھے محسوس۔  
ہلے کی حالت میں وہ رہتے تھے۔ جب فزنگ دی تو اس نے  
سرنگالی کر دیکھا۔ شریٹل خیرا اٹھ کر رہا تھا۔ ہلے تیزی  
سے صوفے کے عقب سے نکل کر اس کے پاس آیا۔ میرا  
اسے روک رہی تھی۔ اس نے شریٹل کو سہارا دیا۔ اس نے  
آہستہ سے کہا۔ "وہ صوفان میں سے کوئی نہ وہ تو نہیں ہے۔"  
شریٹل بھول رہا تھا۔ ہلے نے اسے پکڑ کر صوفے  
پر بٹھا دیا۔ سیرا بھی نکل آئی۔ اس نے شریٹل کا دم دیکھا اور  
بولی۔ "نہیں اسپتال لے جانا ہوگا۔"  
"دیکھو ان میں سے کوئی نہ وہ تو نہیں ہے۔" اس نے  
راجا سیر بھی مریا تھا البتہ شادی نہ دھو تھا۔ گولی اس کے گلے

اس نے سامنے آنے کی کوشش نہیں کی اور ہاتھ اوپر کر کے  
اتھارے سے شریٹل کی طرف ڈانٹا۔ "میرا جھوٹا ہی تھا  
خفیہ کارگری اور شریٹل نے اس کی خفیہ پر تپ کر میرا کی  
طرف ڈانٹا۔ گولی چپ ہونے میں سوراخ کرنی شادی کوئی  
اور اس نے یہاں تک آواز نہ کی۔ اس دوران میں سونی اور  
راجا سیر فریڈ کر گئے ہوئے سیر کی طرف دیکھ رہے تھے۔  
تھے۔ راجا سیر نے سونی کی آواز دہی تھی۔ اس لیے  
شریٹل کی اگلی کرنی سے گئی۔ گولی شے میں گئی تھی۔ وہ کر رہا  
اور اچھ کر میرا کی آڑ میں جانے کی کوشش کی اسی اثنا میں  
دوسری گولی اس کے سر میں اتر گئی۔  
خون اور مغز کے جیسے راجا سیر پر گر گئے جو آخر بڑا  
میرا کی آڑ میں ہو کر تھا۔ شادی سیر سے لگا ہوا ہونے لگے اسے  
پھوٹنے والے خون کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ راجا سیر نے  
اس کی طرف دیکھ کر بغیر اس کے ہاتھ سے ہتھوڑا پھینکا اور ہاتھ  
اوپر کر کے شریٹل پر ڈانٹا۔ وہ اندر کو کھانے بنا کر وہ کچھ بے  
پہ واد ہو گیا تھا اور اس نے سیر کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تھی  
کہ راجا سیر کی چوٹی گولی اس کے سینے میں اتر گئی۔ شریٹل  
ڈنگا مگر آگے بڑھا اور اس نے راجا سیر کے منہ پر آ کر  
والے سر کے اندر اپنی منہ کو کھانے بنا دیا۔ گولی اندر سے سر میں اتر  
گئی اور وہ پلٹ کر دم سے پھرا اور وہاں ساکت ہو گیا۔  
شریٹل نے ٹوٹ جانا کہ اپنا دم دیکھا جو دل سے ڈھلے پھرتا۔  
وہ گھڑا کر پیچھے آیا۔ خیر تیزی سے بہہ ہاتھ اور راجا سیر  
سے اس کے جسم سے جان نکل رہی تھی۔  
میرا کے پاس سے گولی گزری تھی اور اس نے  
اضطرار میں خفیہ ماری تھی۔ جیسے ہی کمرے میں چھوڑا گویاں  
چلنا شروع ہوئیں وہ روکنی ہوئی ہلے تک آئی اور دونوں  
خالف سمت میں اوجھارے کے صوفے کے پیچھے محسوس۔  
ہلے کی حالت میں وہ رہتے تھے۔ جب فزنگ دی تو اس نے  
سرنگالی کر دیکھا۔ شریٹل خیرا اٹھ کر رہا تھا۔ ہلے تیزی  
سے صوفے کے عقب سے نکل کر اس کے پاس آیا۔ میرا  
اسے روک رہی تھی۔ اس نے شریٹل کو سہارا دیا۔ اس نے  
آہستہ سے کہا۔ "وہ صوفان میں سے کوئی نہ وہ تو نہیں ہے۔"  
شریٹل بھول رہا تھا۔ ہلے نے اسے پکڑ کر صوفے  
پر بٹھا دیا۔ سیرا بھی نکل آئی۔ اس نے شریٹل کا دم دیکھا اور  
بولی۔ "نہیں اسپتال لے جانا ہوگا۔"  
"دیکھو ان میں سے کوئی نہ وہ تو نہیں ہے۔" اس نے  
راجا سیر بھی مریا تھا البتہ شادی نہ دھو تھا۔ گولی اس کے گلے

اس نے سامنے آنے کی کوشش نہیں کی اور ہاتھ اوپر کر کے  
اتھارے سے شریٹل کی طرف ڈانٹا۔ "میرا جھوٹا ہی تھا  
خفیہ کارگری اور شریٹل نے اس کی خفیہ پر تپ کر میرا کی  
طرف ڈانٹا۔ گولی چپ ہونے میں سوراخ کرنی شادی کوئی  
اور اس نے یہاں تک آواز نہ کی۔ اس دوران میں سونی اور  
راجا سیر فریڈ کر گئے ہوئے سیر کی طرف دیکھ رہے تھے۔  
تھے۔ راجا سیر نے سونی کی آواز دہی تھی۔ اس لیے  
شریٹل کی اگلی کرنی سے گئی۔ گولی شے میں گئی تھی۔ وہ کر رہا  
اور اچھ کر میرا کی آڑ میں جانے کی کوشش کی اسی اثنا میں  
دوسری گولی اس کے سر میں اتر گئی۔  
خون اور مغز کے جیسے راجا سیر پر گر گئے جو آخر بڑا  
میرا کی آڑ میں ہو کر تھا۔ شادی سیر سے لگا ہوا ہونے لگے اسے  
پھوٹنے والے خون کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ راجا سیر نے  
اس کی طرف دیکھ کر بغیر اس کے ہاتھ سے ہتھوڑا پھینکا اور ہاتھ  
اوپر کر کے شریٹل پر ڈانٹا۔ وہ اندر کو کھانے بنا کر وہ کچھ بے  
پہ واد ہو گیا تھا اور اس نے سیر کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تھی  
کہ راجا سیر کی چوٹی گولی اس کے سینے میں اتر گئی۔ شریٹل  
ڈنگا مگر آگے بڑھا اور اس نے راجا سیر کے منہ پر آ کر  
والے سر کے اندر اپنی منہ کو کھانے بنا دیا۔ گولی اندر سے سر میں اتر  
گئی اور وہ پلٹ کر دم سے پھرا اور وہاں ساکت ہو گیا۔  
شریٹل نے ٹوٹ جانا کہ اپنا دم دیکھا جو دل سے ڈھلے پھرتا۔  
وہ گھڑا کر پیچھے آیا۔ خیر تیزی سے بہہ ہاتھ اور راجا سیر  
سے اس کے جسم سے جان نکل رہی تھی۔  
میرا کے پاس سے گولی گزری تھی اور اس نے  
اضطرار میں خفیہ ماری تھی۔ جیسے ہی کمرے میں چھوڑا گویاں  
چلنا شروع ہوئیں وہ روکنی ہوئی ہلے تک آئی اور دونوں  
خالف سمت میں اوجھارے کے صوفے کے پیچھے محسوس۔  
ہلے کی حالت میں وہ رہتے تھے۔ جب فزنگ دی تو اس نے  
سرنگالی کر دیکھا۔ شریٹل خیرا اٹھ کر رہا تھا۔ ہلے تیزی  
سے صوفے کے عقب سے نکل کر اس کے پاس آیا۔ میرا  
اسے روک رہی تھی۔ اس نے شریٹل کو سہارا دیا۔ اس نے  
آہستہ سے کہا۔ "وہ صوفان میں سے کوئی نہ وہ تو نہیں ہے۔"  
شریٹل بھول رہا تھا۔ ہلے نے اسے پکڑ کر صوفے  
پر بٹھا دیا۔ سیرا بھی نکل آئی۔ اس نے شریٹل کا دم دیکھا اور  
بولی۔ "نہیں اسپتال لے جانا ہوگا۔"  
"دیکھو ان میں سے کوئی نہ وہ تو نہیں ہے۔" اس نے  
راجا سیر بھی مریا تھا البتہ شادی نہ دھو تھا۔ گولی اس کے گلے

اس نے سامنے آنے کی کوشش نہیں کی اور ہاتھ اوپر کر کے  
اتھارے سے شریٹل کی طرف ڈانٹا۔ "میرا جھوٹا ہی تھا  
خفیہ کارگری اور شریٹل نے اس کی خفیہ پر تپ کر میرا کی  
طرف ڈانٹا۔ گولی چپ ہونے میں سوراخ کرنی شادی کوئی  
اور اس نے یہاں تک آواز نہ کی۔ اس دوران میں سونی اور  
راجا سیر فریڈ کر گئے ہوئے سیر کی طرف دیکھ رہے تھے۔  
تھے۔ راجا سیر نے سونی کی آواز دہی تھی۔ اس لیے  
شریٹل کی اگلی کرنی سے گئی۔ گولی شے میں گئی تھی۔ وہ کر رہا  
اور اچھ کر میرا کی آڑ میں جانے کی کوشش کی اسی اثنا میں  
دوسری گولی اس کے سر میں اتر گئی۔  
خون اور مغز کے جیسے راجا سیر پر گر گئے جو آخر بڑا  
میرا کی آڑ میں ہو کر تھا۔ شادی سیر سے لگا ہوا ہونے لگے اسے  
پھوٹنے والے خون کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ راجا سیر نے  
اس کی طرف دیکھ کر بغیر اس کے ہاتھ سے ہتھوڑا پھینکا اور ہاتھ  
اوپر کر کے شریٹل پر ڈانٹا۔ وہ اندر کو کھانے بنا کر وہ کچھ بے  
پہ واد ہو گیا تھا اور اس نے سیر کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تھی  
کہ راجا سیر کی چوٹی گولی اس کے سینے میں اتر گئی۔ شریٹل  
ڈنگا مگر آگے بڑھا اور اس نے راجا سیر کے منہ پر آ کر  
والے سر کے اندر اپنی منہ کو کھانے بنا دیا۔ گولی اندر سے سر میں اتر  
گئی اور وہ پلٹ کر دم سے پھرا اور وہاں ساکت ہو گیا۔  
شریٹل نے ٹوٹ جانا کہ اپنا دم دیکھا جو دل سے ڈھلے پھرتا۔  
وہ گھڑا کر پیچھے آیا۔ خیر تیزی سے بہہ ہاتھ اور راجا سیر  
سے اس کے جسم سے جان نکل رہی تھی۔  
میرا کے پاس سے گولی گزری تھی اور اس نے  
اضطرار میں خفیہ ماری تھی۔ جیسے ہی کمرے میں چھوڑا گویاں  
چلنا شروع ہوئیں وہ روکنی ہوئی ہلے تک آئی اور دونوں  
خالف سمت میں اوجھارے کے صوفے کے پیچھے محسوس۔  
ہلے کی حالت میں وہ رہتے تھے۔ جب فزنگ دی تو اس نے  
سرنگالی کر دیکھا۔ شریٹل خیرا اٹھ کر رہا تھا۔ ہلے تیزی  
سے صوفے کے عقب سے نکل کر اس کے پاس آیا۔ میرا  
اسے روک رہی تھی۔ اس نے شریٹل کو سہارا دیا۔ اس نے  
آہستہ سے کہا۔ "وہ صوفان میں سے کوئی نہ وہ تو نہیں ہے۔"  
شریٹل بھول رہا تھا۔ ہلے نے اسے پکڑ کر صوفے  
پر بٹھا دیا۔ سیرا بھی نکل آئی۔ اس نے شریٹل کا دم دیکھا اور  
بولی۔ "نہیں اسپتال لے جانا ہوگا۔"  
"دیکھو ان میں سے کوئی نہ وہ تو نہیں ہے۔" اس نے  
راجا سیر بھی مریا تھا البتہ شادی نہ دھو تھا۔ گولی اس کے گلے

اس نے سامنے آنے کی کوشش نہیں کی اور ہاتھ اوپر کر کے  
اتھارے سے شریٹل کی طرف ڈانٹا۔ "میرا جھوٹا ہی تھا  
خفیہ کارگری اور شریٹل نے اس کی خفیہ پر تپ کر میرا کی  
طرف ڈانٹا۔ گولی چپ ہونے میں سوراخ کرنی شادی کوئی  
اور اس نے یہاں تک آواز نہ کی۔ اس دوران میں سونی اور  
راجا سیر فریڈ کر گئے ہوئے سیر کی طرف دیکھ رہے تھے۔  
تھے۔ راجا سیر نے سونی کی آواز دہی تھی۔ اس لیے  
شریٹل کی اگلی کرنی سے گئی۔ گولی شے میں گئی تھی۔ وہ کر رہا  
اور اچھ کر میرا کی آڑ میں جانے کی کوشش کی اسی اثنا میں  
دوسری گولی اس کے سر میں اتر گئی۔  
خون اور مغز کے جیسے راجا سیر پر گر گئے جو آخر بڑا  
میرا کی آڑ میں ہو کر تھا۔ شادی سیر سے لگا ہوا ہونے لگے اسے  
پھوٹنے والے خون کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ راجا سیر نے  
اس کی طرف دیکھ کر بغیر اس کے ہاتھ سے ہتھوڑا پھینکا اور ہاتھ  
اوپر کر کے شریٹل پر ڈانٹا۔ وہ اندر کو کھانے بنا کر وہ کچھ بے  
پہ واد ہو گیا تھا اور اس نے سیر کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تھی  
کہ راجا سیر کی چوٹی گولی اس کے سینے میں اتر گئی۔ شریٹل  
ڈنگا مگر آگے بڑھا اور اس نے راجا سیر کے منہ پر آ کر  
والے سر کے اندر اپنی منہ کو کھانے بنا دیا۔ گولی اندر سے سر میں اتر  
گئی اور وہ پلٹ کر دم سے پھرا اور وہاں ساکت ہو گیا۔  
شریٹل نے ٹوٹ جانا کہ اپنا دم دیکھا جو دل سے ڈھلے پھرتا۔  
وہ گھڑا کر پیچھے آیا۔ خیر تیزی سے بہہ ہاتھ اور راجا سیر  
سے اس کے جسم سے جان نکل رہی تھی۔  
میرا کے پاس سے گولی گزری تھی اور اس نے  
اضطرار میں خفیہ ماری تھی۔ جیسے ہی کمرے میں چھوڑا گویاں  
چلنا شروع ہوئیں وہ روکنی ہوئی ہلے تک آئی اور دونوں  
خالف سمت میں اوجھارے کے صوفے کے پیچھے محسوس۔  
ہلے کی حالت میں وہ رہتے تھے۔ جب فزنگ دی تو اس نے  
سرنگالی کر دیکھا۔ شریٹل خیرا اٹھ کر رہا تھا۔ ہلے تیزی  
سے صوفے کے عقب سے نکل کر اس کے پاس آیا۔ میرا  
اسے روک رہی تھی۔ اس نے شریٹل کو سہارا دیا۔ اس نے  
آہستہ سے کہا۔ "وہ صوفان میں سے کوئی نہ وہ تو نہیں ہے۔"  
شریٹل بھول رہا تھا۔ ہلے نے اسے پکڑ کر صوفے  
پر بٹھا دیا۔ سیرا بھی نکل آئی۔ اس نے شریٹل کا دم دیکھا اور  
بولی۔ "نہیں اسپتال لے جانا ہوگا۔"  
"دیکھو ان میں سے کوئی نہ وہ تو نہیں ہے۔" اس نے  
راجا سیر بھی مریا تھا البتہ شادی نہ دھو تھا۔ گولی اس کے گلے

جاسوسی ڈائجسٹ 288 نومبر 2014ء

# پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

## یہ تمام پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کے نئے پیشکش کیلئے

### ہم خاص کیوں نہیں :-

- ✦ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
  - ✦ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
  - ✦ ماہانہ ڈائجسٹ کی متن مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  - ✦ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رٹرنڈیوم ایبل لنک
  - ✦ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریو
  - ✦ ہر پوسٹ کے ساتھ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
  - ✦ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل رینج
  - ✦ ہر کتاب آگ سٹیشن
  - ✦ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
  - ✦ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
  - ✦ ابن سنی کی مکمل رینج
  - ✦ ایڈفرنیٹس لٹس کو سب سے کماتے
  - ✦ کے لئے شریک نہیں کیا جاتا
- We Are Anti Waiting WebSite

اے ایب سائٹ یہاں ہر گزب نوڈ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

✦ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

✦ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جاننے کی ضرورت نہیں ایماڈی سائٹ پر آئیں اور آپ کھٹک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست ارباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety



Twitter.com/paksociety1

میں ادا تھی سے کوئی مسئلہ نہیں ہوگا؟  
"نہیں جواب آپ دے سکتے ہیں۔"  
"میں نے اسے کراہ اور معقول لب الی اور پھر  
پوچھا: "تمہارا نام کیا ہے دوست؟"  
"شکیل احمد۔" اس نے کہا تو مدلل مہری سانس  
لے کر دو بھا۔  
"نہی جانے پتہ لگے، ہے تھے۔ مجھے پتہ تھا،  
میں مدلل احمد ہوں۔"  
اور پھر: "مدلل... عوام کے بچاؤ اور..."  
"اگلے دی۔" مدلل نے سر ہلاتے ہوئے کہا: "میرا کہیں ہے  
اور اب بچا۔"  
"آپ نہیں معلوم تھا، افسانہ نوڈ مدلل پیر کر دیتے تھے۔"  
مدلل کو دھمکا کر اس نے زیر لب اللہ پڑھا اور  
پھر لڑا: "میں نے کبھی پتہ نہیں چلا۔ میں ملک سے باہر تھا۔"  
"افسانہ آخری دن میں آپ کو یاد کر رہے تھے۔"  
"کھیل پڑے ہوئے تھے۔" اور آپ کے ساتھ کی کئی ڈواری  
پر چہان بھی تھے۔  
"اللہ ان کی سطر تے کرے، میرے دل میں اب  
کوئی ڈال نہیں ہے۔" مدلل نے کہا پھر پوچھا: "تم... ہم  
پڑھیں کرتے تھے پھر... کب...؟"  
"حالات کی گردن۔" کھیل نے سر اٹھایا۔  
"میرا پلاسٹک اٹنے کا پڑھ تھا، گرام میں آگ لگ گئی اور  
سب ختم ہو گیا۔ اب تک غرض ادا ہو رہی۔"  
"بہت افسوس ہوا۔" مدلل نے کہا۔ "تم کہاں  
رہتے ہو؟"  
"مونا کے گھر میں، شکیل احمد میں سر جہانے کا نہیں  
آسرا تھا۔"  
"میں اور جانی بیچے آگ میں تھے تھوڑے گھر۔"  
"کیوں نہیں جواب، آپ مونا کے گھر نہ تھے۔"  
"کھیل نے ہنس کر کہا: "دو بہن ساتھ ہے، بہت بہت  
سے یہ اساتھ دے رہی ہے۔"  
"اللہ تم انوں کی مشکلات آسان کرے۔" مدلل  
نے ایک باغ میں سے ہاتھ ملا۔ جب وہ اندر جا رہا تھا تو  
اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جانے سے پہلے ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳  
لے اس سے جو ہو اور دکر کے جانے لگا۔ یہ فیصلہ کر کے اس  
کے دل کو سکون ملا تھا۔ شاید اس طرح اس کے لیے کا کتا  
اور ادا ہے۔

"میں تو سہرا سہرا اپنے کا دعویٰ بھی نہیں کر سکتا۔"  
"کیوں؟" "میرا سہرا سہرا ہوئی۔" کیوں نہیں  
ہیں سکتے؟"  
"میں تم کو پہلے ہی اٹھا کر چکا ہوں۔"  
"اب دوسری بات تھی اور اب نو سو سو سال ہی  
پہل گئی ہے۔" سہرا نے کہا پھر بہت کر کے ہوئی۔ "مدلل  
ایکھا جانے تو ہم دونوں کا ہی کوئی شے ہے تو کیا ہم ایک  
اور سہرا کا سہرا نہیں بن سکتے۔"  
مدلل نے اسے دیکھا: "میں کوئی دکانی نہیں کروں  
کا شین میں پوری کو کس کر دوں گا کہ نہیں مجھ سے کوئی  
کلیت نہ ہو۔"  
"نہی بات میں بھی کہیں گی۔" سہرا بولی۔ "میں  
کوئی اچھی لڑکی نہیں ہوں لیکن اللہ کوادے میں نے بہت  
اپنی عزت کی حفاظت کی ہے۔"  
مدلل نے سہرا کا ہاتھ تھام لیا۔ "اب میں تمہاری  
حفاظت کروں گا۔"  
۲۰۰۷ء  
اور پوسٹ پر مدلل اور سہرا نے اپنے بچوں کے ساتھ  
اعز بچوں آٹا بھیل لٹاؤنگ سے باہر آئے، جیسے تھے سات سال  
میں جہاں بہت کچھ بدل گیا تھا، نہیں بدلے تھے تو کتب نہیں  
بدلے تھے۔ اسی تناسف میں اور چاک اور شکی، ایک  
اور سہرا سے آگے نکل جانے کی فکر تھی۔ انہوں نے ایک  
وائٹ کپ الی اور ہوئی کی طرف روانہ ہو گئے۔ سات سال  
پہلے ایک سے لگے تھے۔ اوپلے ڈل ایبٹ اور پھر انہوں  
تے ایک ہر لبی ملک طے گئے۔ وہاں مدلل نے پڑھیں کر  
لیا۔ ات ان کے پاس بھی اس لیے نہیں کوئی پریشانی نہیں  
ہوئی۔ دو سال پہلے انہیں وہاں کی شہر سے لگئی اور ان کے  
بچے پھر انہیں وہاں کے شہر تھے۔ سات سال بعد انہیں  
خیال آیا کہ ایک باغ میں جا کر دیکھنا چاہیے۔ ملک کے  
حالات دیکھیں نہیں دے اس کے باوجود وہاں تھے۔  
ڈرائیو ڈرائیو آخر آدمی خاکر پڑی شہر اور انہوں  
کے گھر حالتوں سے پریشان حال لگ رہا تھا۔ نہ جانے کیوں  
وہ مدلل کو جانا بھلا گیا۔ وہ ہوئی کچھ اور جب وہ ان کا  
سامان ادا رہا تھا تو مدلل کے ذہن میں مجھ کا سا ہوا تھا۔ تو  
مدلل نے سہرا سے کہا: "تم لوگ ادا رہا، میں اسے فارغ  
کر کے آتا ہوں۔"  
وہ تھل ہوئے کے ساتھ اندر بچے گئے تو مدلل  
ڈرائیو کے پاس آیا اور پرس ملا لے ہوئے ہوا۔ "ڈرائیو"

